Brown Book

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226389

UNIVERSAL
LIBRARY

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

مسئلہ خلافت

قرآن مجید نے کوئی فیصلہ خلافت کے متعلق نہیں کیا اگرچہ ہمارے بھائی شیعوں نے بعض آیات قرآنی سے خلافت کے متعلق بحث کی ہے لیکن وہ بحث ایسی ہے کہ الفاظ قرآنی سے اُسکا زیادہ تعلق نہیں ہے ہاں اس میں شک نہیں کہ مطالب ذہنی کے چسپاں کرنے میں بے انتہا علم دماغ اور منطق کو کام میں لایا گیا ہے۔ ہم ان تمام بحثوں کو بحیثیت ایک مورخ اور محقق ہونیکے زیادہ وقعت سے دیکھتے ہیں۔ علمائے شیعی نے جو جو قابل قدر بحثیں اس مسئلہ میں کی ہیں اُن سے کسی طرح بھی چشم پوشی نہیں کی جا سکتی ہر موقع پر داد دینے کو جی چاہتا ہے اور ہر پہلو پر آفرین کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ بڑی تعریف کے قابل یہ بات ہے کہ جس بحث کو اُٹھایا اُسے ایک حد

تک اچھا نبھایا اور ایسا نبھایا کہ ایک بے تعصب مورخ ضرور اُس کی داد دے گا +

خلافت اور خلفا کے متعلق اُن کی اکثر دلچسپ بحثیں دیکھی گئی ہیں اور وہ کل بحثیں اپنی اپنی جگہ ایک خاص وقعت رکھتی ہیں جنہیں تعصب کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی بڑی بڑی لاجواب کتابیں اِس اہم اور لاینحل مسئلہ کی نسبت تصنیف ہوئیں اور اِن پر تمام مذہبی علوم کا اِستعداد زور لگایا گیا کہ کوئی پہلو باقی نہیں رہا بہت سی باتیں جو بالکل تاریکی میں پڑی ہوئی تھیں روشنی میں آگئیں اور بہت سے اُمور جن پر تیرہ سو برس سے پردہ پڑا چلا آتا تھا اخیر اِس اسلامی صدی کے آغاز میں اُٹھا دیا گیا +

ایران اور ہندوستان کے شیعی علما میں زمین آسمان کا تفاوت ہے اور یہ تفاوت اُنکی مصنفہ کتب سے معلوم ہوتا ہے۔ ایران اگرچہ شیعی مذہب کا مامن اور گہوارہ ہے لیکن جو باریک بینی خداوند تعالیٰ نے سرزمین ہندوستان میں ودیعت کی ہے وہ کسی دوسرے ملک کو نصیب نہیں ہوئی۔ ہندوستان کا مرز و بوم اپنی نوعیت میں نرالا ہے۔ اِس میں خیالات کی وسعت۔ ذہن کی تیزی۔ روحانی ترقی اور ادراک کی قوت خود بخود پیدا ہوتی ہے اور اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ ہندوستان ہر حالت میں ایران سے فوق لے گیا۔ یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ ہندوستان کے علما کے باپ دادا سب عربی یا ایرانی نژاد تھے لیکن یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ سالہا سال گزر جانے پر اُن کے محسوسات۔ خیالات۔ معاشرت اور تمدن میں بیّن تبدیلی پیدا ہوگئی تھی اور یہ تبدیلی اگرچہ پہلے پہلے محسوس نہیں ہوئی لیکن اخیر میں جا کے نمایاں ہوگئی تھی اور یہ باطنی تبدیلی ایسی نمایاں ہوئی کہ آنکھوں سے دکھائی دینے لگی یہانتک کہ ایک اندھا بھی ٹٹول ٹٹول کے اُس تبدیلی کو پا سکتا ہے +

سُنّی ہوں یا شیعہ قیامت تک ایران کے ممنون احسان رہیں گے۔ سینوں میں یا

شیعوں میں جتنے علما گزرے ہیں ان کی بڑی تعداد ایرانی ہے۔ عربی شاید فیصدی مشکل سے پانچ نکلیں گے یہ ایرانی علما کا احسان ہے کہ اسلام کو اسقدر وسعت ہوگئی اور وہ اپنی محدود حالت کو چھوڑ کے ایک ایسے وسیع میدان میں آگیا جس کی کوئی حد و پایاں نہیں قرآن مجید کی ہزاروں تفسیریں لکھی گئیں اور مسائل کی بال کی کھال کر کے دکھائی گئی تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ شیعی مذہب نے ہندوستان میں آنے سے پہلے ایران میں جنم لے لیا تھا لیکن اُس زمانہ میں یہ مذہب اگرچہ سلطنت کا ہوگیا تھا پھر بھی اس نے اتنی کشادگی اختیار نہیں کی تھی اور یہ موشگافیاں جو ہندوستان میں آکے کی گئیں کبھی ایرانی علما کے خواب میں بھی نہیں آئی تھیں +

ایران حضرت فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ کے زمانہ میں فتح ہوا تھا لیکن حضرت شہربانو جب حضرت امام حسین علیہ السّلام کے نکاح میں آئیں تو گویا اہل بیت کا حق ضرور قایم ہوگیا اس میں شک نہیں کہ حضرت شہربانو اپنے جہیز میں ایران نہیں لائی تھیں لیکن نکاح ہونے سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ کا ظاہر نہیں تو پوشیدہ ایران کی سلطنت پر حق ضرور قایم ہوگیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کبھی اُس حق کا دعوے نہیں کیا نہ آپ کو اُسکے دعوے کرنے کا کبھی خیال ہوا لیکن ہاں آپ کی اولاد نے ہمیشہ ایران پر اپنا حق سمجھا اور اس سمجھنے سے بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھائیں اور مدّت تک مسلمانوں کا ایک گروہ کثیر خون میں نہاتا رہا۔ اخیر اس حق کے دعووں نے اپنا راستہ خون اور آگ میں ہو کیا اور ایران میں شیعی مذہب کا ڈنکا بج گیا۔ اول ہی اول جب شیعی مذہب ایران میں پہنچا ہے سلطنت کا مذہب سُنّی تھا لیکن رفتہ رفتہ شیعی مذہب کو دربار میں بھی دخل ملگیا اور چند روز کے بعد حکمراں خاندان بھی شیعہ ہوگیا +

اس زمانے میں یا اس سے پہلے شیعی مذہب صرف دو باتوں میں محدود تھا ایک یزید کو بُرا کہنے اور دوسرے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اور خلفا سے افضل ماننے پر سوا اس کے خلافت وغیر خلافت یا خلیفہ بلافصل ماننے کا کوئی جھگڑا نہ تھا۔ تیسری صدی کے اختتام تک کوئی کتاب شیعی فرقہ کی نہیں لکھی گئی چوتھی اور پانچویں صدی کے آغاز میں جو کتابیں شیعی فرقہ کی تصنیف ہوئیں اور جنہیں ابھی تک بعد از قرآن بلکہ مثل قرآن تسلیم کیا جاتا ہے اُن میں مخالفت صحابہ کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے بلکہ اکثر ایسی روایتیں ان مقدس کتابوں میں ضرور ملتی ہیں جن میں صحابہ کی تعریف کی گئی ہے۔ وہ مقدس روایتیں حضرت باقر علیہ السلام کے نام مبارک سے نسبت دی جاتی ہیں اور نہایت رسوخ سے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ خاص آپ نے اپنی زبان مبارک سے یہ فرمایا ہے۔ ہم ان اقوال کو آیندہ بیان کریں گے ✤

دو صدی کامل تو کوئی جھگڑا سنی شیعوں میں نہیں ہوا لیکن جب ملکی جنگیں شروع ہوئیں تو مذہب نے بھی رنگ بدلا اور اب اُس میں بھی تراش خراش پیدا ہونے لگی ایک نیا گروہ پیدا ہوا جس نے اہل بیت کی پہلی روایتوں کو غلط تو نہیں بتایا بلکہ یہ کہدیا کہ اُنہوں نے سلطنت کے خوف سے یہ تعریف کردی تھی۔ اس عجیب دعوے کے بعد یہ ضرور ہوا کہ وہ ان روایات کی ضد جدید روایتیں پیدا کریں تاکہ پہلی روایتیں غلط ثابت ہوں چنانچہ جدت پسند اور ذہین شیعی علما نے ائمہ پاک کے نام سے وہ وہ روایتیں ایجاد کیں جن کے پڑھنے سے دماغ کی قوت۔ خیالات کی جولانی اور مشرقی مبالغہ کی پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ اس رنگ کا پیدا ہو جانا بہت ہی خطرناک تھا یہ روز بروز ترقی کرتا گیا کیونکہ سلطنت کے جھگڑے ختم نہیں ہو سکتے تھے پھر جدید مذہب کی اشاعت میں کیوں نہیں ترقی ہوتی

اور جس رنگ سے اُسے رنگا گیا تھا وہ کیوں نہیں اپنی چمک دیتا +

دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں پیدا ہوئی کہ اُس میں برائیاں اور خوبیاں دونوں نہ ہوں حتّٰی کہ شراب جیسی نجس شے میں خود خداوند تعالیٰ نے کثیر نقصان کے مقابلہ میں اُسکے قلیل منافع بھی تسلیم کئے ہیں۔ اس سے زیادہ اس امر کی کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ دنیا کی بُری سی بُری چیز میں بھی ضرور کوئی خوبی ہے اور اس خوبی سے انکار کرنا خدائے قادر و مطلق کی قدرت کاملہ کا انکار کرنا ہے۔ یہ بھی تسلیم شدہ امر ہے کہ دنیا بلکہ کائنات میں اشرف انسان کو مانا گیا ہے ہم سوال کرتے ہیں آیا بُرے سے بُرے انسان میں بھی کوئی خوبی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اس قدرتی اور بدیہی بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا پھر سخت تعجب کا مقام ہے کہ صحابہ ثلاثہ میں اتنی برائیاں پیدا کی گئی ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں اور ساتھ کے ثبوت دینے میں کوشش کی گئی ہے کہ گویا بدترین خلائق یہ لوگ تھے اگر برائیوں کے ساتھ کچھ نیکیاں بھی بیان کر دی جاتیں تب بھی قابل تسلیم ہو سکتی تھیں مگر شیعی علما کو اس بات میں سخت ناکامی ہوئی کہ انہوں نے صرف برائیوں کے خواہ وہ فرضی ہوں یا اصلی دفتر کے دفتر سیاہ کر دیئے۔ ہم ان دفاتر کو بھی وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں کیونکہ ان دفاتر کی ترتیب میں بڑے بڑے علما کے گرانمایہ اوقات کا خون ہوا ہے اور بڑی بڑی قابلیتیں ضایع کی گئی ہیں کاش یہ موشگافیاں اور ضروری مسائل میں ہوتیں تو بہت کچھ فائدہ ہو سکتا تھا مگر وہ علما بھی معذور تھے۔ سلطنت کی کشیدگی نے یہ مخالفانہ روح پیدا کر دی تھی اور دو فریق ہونے سے ایک نیا اسلام پیدا ہو گیا تھا +

شیعی مذہب کی تاریخ بھی ایک عجیب تاریخ ہے۔ بڑے بڑے اُتار چڑھاؤ ہو گئے۔ جدید جدید خیالات نے ہجوم کیا اور پھر وہ پراگندہ ہو ہو گئے۔ خونریزیاں ہوئیں۔ خاندان برباد ہوئے

اور ہزاروں گھر بے چراغ ہو گئے لیکن بجائے فیصلہ کے پیچیدگی بڑھتی گئی اور اخیر ہوتے ہوتے بیسیوں گروہ شیعی مذہب میں سے پیدا ہو گئے اور اُنہوں نے اپنے جدید خیالات اور طبّاعی سے وہ باتیں پیدا کیں کہ اسلام کی اصلیت بالکل مٹ گئی حضرت علی بجائے خلیفہ بلافصل ہونے کے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل قرار دیئے گئے اور یہ بھی دعوے کیا گیا کہ حضرت علی کے پاس خداوند تعالیٰ نے وحی بھیجی تھی جبرائیل بھولے سے محمد رسول اللہ کے پاس لیگئے اور جبرائیل کی اس فروگزاشت سے فائدہ اُٹھا کے آنحضرت نبی بن بیٹھے یہانتک بھی خیر تھی اگر خیالات کا سیلاب اسی حد تک رہتا تو بہت درست تھا غضب یہ ہوا کہ یہ سیلاب اور آگے بڑھا اور اس نے خدا کی خدائی کو بھی آب بُرد کر دیا یعنی خدا کو لاشے محض حضرت علی کے مقابلہ میں مانا گیا اور یہ تسلیم کیا گیا کہ خدا حضرت علی کی صورت میں نازل ہوا تھا۔ دوسرا فریق پیدا ہوا اسنے کل پیغمبروں سے حضرت علی کے آگے سجدہ کرایا اور صاف کہدیا کہ جو پیغمبر حضرت علی پر سر تسلیم خم نہ کرے گا وہ قطعی جہنمی ہوگا۔ ایک تیسرے فریق نے حضرت علی کو خدائے کائنات کا بڑا بھائی بنایا۔ ایک اور فریق ہوا جس نے حضرت علی کی تصویر کے آگے سجدہ کیا +

ایک طرف سے تو یہ غضب برپا ہو رہا تھا اور دوسری جانب کھلے بھاؤ حضرت علی پر تبرّے بازی ہو رہی تھی عام خطبوں میں وعظوں میں معمولی گفتگو میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کو گالیاں دی جاتی تھیں اور اِن ہی گالیوں کو نجات اُخروی کا بڑا سبب گنا جاتا تھا یہانتک کہ مساجد میں یہ لکھدیا گیا تھا جو حضرت علی پر تبرّا نہ کہے وہ قتل کر ڈالا جائے اس افراط تفریط نے اصلی اسلام کا لوگوں کے علم اور خیال سے نام و نشان مٹا دیا اور لاکھوں میں سے ایک مسلمان بھی ایسا نہ رہا تھا جو یہ جانتا ہو کہ حضرت رسالت مآب کون تھے

حضرت علی کیا تھے جبرائیل اور خدا کیا چیز ہے +

اِن برباد کن خیالات کا سیلاب شام۔ عرب۔ مصر۔ ایران اور ہندوستان کو ہڑپ کر گیا اور ہوتے ہوتے یہانتک نوبت ہوگئی کہ صحابہ کے بُرا کہنے کو اسلام کہنے لگے بنی فاطمہ کے ایک بادشاہ نے صدہا من کشمش صرف اس لئے دریا میں ڈلوادی تھی کہ اُسے کہیں سے یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت بھاتی تھی حضرت علی اور حضرت عائشہ کی لڑائیوں نے ایک نیا مذہب بعد میں آنے والی نسلوں کا بنا دیا۔ غلطی صرف یہ ہوئی کہ ملکی معاملات کو مذہبی رنگ پہنا دیا گیا۔ پھر کیا تھا چاروں طرف ایسے ہی طوفان بے تمیزی اُٹھے اور جدّت پسند ایرانیوں نے اِن ملکی لڑائیوں سے نئی نئی باتیں پیدا کیں۔ پھر اور غضب ہوا کہ ایک بے درد کے ہاتھ سے کوفہ کی مسجد میں حضرت علی شہید کر ڈالے گئے سمند ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا۔ حضرت علی کی شہادت کا زمانہ سخت پر طوفان تھا ایک زبردست گروہ جسکا نام بعد ازاں خارجی ہوا بڑی قوّت پکڑ گیا تھا آپ کے معتقدوں کی تعداد بہت کم تھی۔ خوف اسقدر تھا کہ آپ کے جنازہ کو چھپ کے ایک پوشیدہ مقام پر اس خوف سے دفن کیا گیا مبادا خارجیوں کو معلوم ہو جائے اور وہ جنازہ کو قبر میں سے اکھیڑ کے بیحرمتی یہی وجہ ہے کہ آج تک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزار مقدّس کا پتہ نہ لگا۔ آپ کے معتقدین نے کئی صدی کے بعد یہ مشہور کر دیا کہ جب کجاوے پر آپ کے تابوت کو رکھ کے اونٹ کو چھوڑا ہے اور وہ دو بلند پہاڑوں کے بیچ میں سے گزرا تو پہاڑیوں کی چوٹیوں نے اُس تابوت کو الگ اُٹھا لیا۔ چند روز تک وہ تابوت لوگوں کو دکھائی دیتا تھا لیکن جب بہت عالی زیادہ بڑھی تو وہ تابوت لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگیا۔ آپ کے بعد پھر حضرت امام حسن علیہ السّلام کی مظلومانہ شہادت اور اُسکے بعد حضرت امام حسین علیہ السّلام کی دردناک

شہادت نے اسلامی گروہوں میں قیامت تک عداوت کا بیج بو دیا۔ ان شہادتوں کی بنا اگرچہ صریح طور پر ملکی معاملات تھے لیکن انہوں نے خود بخود مذہبی جامہ پہن لیا اور ان شہادتوں کی نسبت وہ وہ مبالغہ آمیز روایتیں تراشی گئیں جنہوں نے اسلامی دنیا میں ہمیشہ کے لئے ہلچل ڈالدی +

حضرت ابوبکر کی خلافت ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ نفس خلافت کی بحث کو حضرت ابوبکر سے شروع کریں کیوں کہ سب سے پہلے ہمیں آپ ہی کے متعلق لکھنا ہے اور آپ ہی خلیفہ اول تھے۔ اس بحث میں جو ہم آیندہ کرینگے اسبات کا فیصلہ ہو جائیگا کہ آپ کی خلافت حق تھی یا ناحق پر اور آپ کو استحقاق خلافت کیوں کر پہنچتا تھا اور کیا وجہ تھی کہ حضرت علی خلیفہ نہیں ہوئے۔ یہ بحث مذہبی پیرایہ میں نہیں ہوگی بلکہ مورخانہ طور پر اس قدیم اور متنازعہ فیہ مسئلہ میں بحث کی جائے گی اور شیعہ سنی دونوں گروہوں کی روایتوں پر غور کیا جائیگا اور ایک ایک روایت کی پوری جانچ پڑتال کی جائے گی کہ آیا شیعہ حضرت ابوبکر کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں اور آیا وہ اپنے خیال میں مستحکم بھی ہیں یا نہیں پھر سنی حدیثوں کو پرکھا جائے گا اور ہر حدیث کو عقل سے جانچا جائے گا کہ کہانتک صحیح ہے +

اختلاف روایات شیعی روایتیں خواہ وہ اصلی ہوں یا فرضی حضرت ابوبکر کے بارے میں سخت مختلف ہیں۔ دونوں ہی طرح کی روایتیں پائی جاتی ہیں یعنی وہ بھی روایتیں موجود ہیں جن میں خوب تعریف کی گئی ہے اور وہ بھی روایتیں موجود ہیں جن میں گالیاں دینے میں قوت متخیلہ کی پوری بانگی دکھادی گئی ہے عقل باور نہیں کرتی کہ ان اختلافی روایتوں کو مانا جائے اور انہیں بغیر سخت جانچ کے تسلیم کر لیا جائے ہمیں ان روایتوں کے جانچنے کے لئے دو معیاروں کی ضرورت ہوگی ایک معیار تو وہ ہوگا جس کو خود شیعہ پیش کرتے ہیں دوسرا

معیار وہ ہوگا جو ہم خود قرار دیں گے شیعوں کے پاس سوائے اسماء الرجال کے اور کوئی دوسرا معیار نہیں ہے جس میں راویوں کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کی بحث ہے اس میں بھی بہت بڑا اختلاف ہے ایک راوی جو دو راویوں کے آگے انتہا درجہ متقی اور صادق قرار دیا گیا ہے دوسرے دو راویوں کے آگے فاسق اور کاذب ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کو جھوٹا اور کس کو سچا تسلیم کیا جائے۔ عام طور پر کل راویوں کی یہی نوبت ہے اگر یہ بھی نہ ہوتا اور راویوں کی جانچ میں جو انہوں نے آپس میں کی ہے اختلاف نہ ہوتا تو بھی اسماء الرجال سے ہم روایت کی صحت اور غیر صحت نہیں جانچ سکتے تھے۔ اکثر بلکہ کل روایتیں بالمعنے بیان کی گئی ہیں اور ان کا ظہور اسلام کی چوتھی پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں ہوا کیونکر سمجھ میں آسکتا ہے کہ تین برس کے بعد ایک کتاب ترتیب دی جائے اور اس شخص کے مقولے درج کئے جائیں جسے گزرے ہوئے تین سو یا دو سو برس ہوئے ہوں اور اس زمانہ سے اب تک صدہا انقلابات بھی ہو گئے سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بج گئی یہانتک کہ گڑے ہوئے شاہوں کی لاشیں قبروں میں سے اکھیڑ کے پھینک دی گئیں اس انقلاب عظیم میں جو خاص مسلمانوں میں ہوا آیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ تیسری صدی ہجری کے احادیث جمع کرنے والوں کو سچی حدیثیں پہنچ سکتی ہوں اور انہوں نے ائمہ پاک کے اقوال فراہم کر لئے ہوں۔ روایتوں کے بڑے حصہ کی بنا اختلاف مذہب اور سلطنتوں کا تغیر و تبدیل ہے ورنہ ممکن نہ تھا کہ ایسی مضحکہ خیز روایتیں ان کتابوں میں دخل پا جائیں جن کی وقعت مجذوب کی بڑ اور ایک مجنوں کی بکواس سے ہرگز زیادہ نہیں ہو سکتی اور جنہیں دیکھکے ایک کم عقل بچہ بھی لغو اور خلاف قیاس کہہ سکتا ہے۔

جو روایتیں حضرت ابوبکر صدیق کی امامت اور خلافت کی نسبت شیعوں کی مستند کتابوں سے ملی ہیں ان کا خلاصہ درج کر دیتے ہیں تاکہ ناظرین کتاب کو حق ناحق میں

امتیاز کرنے کا موقع ملے۔ اور اسے معلوم ہو جائے کہ روایتوں کا طوفان بے تمیزی خاص اس معاملہ میں کس قدر امڈ رہا ہے اور ایک معمولی معاملہ کو کتنا طول دیا گیا ہے۔ ان روایتوں میں جہاں پوری جدت دکھائی گئی ہے وہاں مشرقی مبالغہ کو بہت آب و تاب کے ساتھ حد تک پہنچا دیا ہے اور کوئی شخص نہیں خیال کر سکتا کہ اس سے زیادہ مبالغہ دنیا میں اور ممکن ہے۔

آنحضرت کا حضرت ابوبکر صدیق کے پیچھے نماز پڑھنا

شیعی روایتوں سے اس بات کا پتہ ضرور لگتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں آپ کو نماز پڑھانے کی اجازت دیدی تھی اور وفات سے ایک دو دن پہلے ایسا اتفاق ہوا کہ خود صدیق اکبر کے پیچھے رسالتمآب نے نماز پڑھی چنانچہ علی الصباح دوشنبہ کے روز آپ کے حجرہ کا پردہ اٹھایا گیا۔ آپ میں مرض کی وجہ سے باہر آنے کی طاقت نہ ہوئی۔ حضرت صدیق کی قرأت میں طول ہو گیا تھا چند لمحہ کے بعد آپ نے مسجد میں آنے کا ارادہ فرمایا اور فضل بن عباس اور اون کے غلام کے کندھوں پر سہارا لگا کے آپ حجرہ کے باہر مسجد میں تشریف لائے۔ جب حضرت ابوبکر نے یہ دیکھا کہ حضور انور تشریف لے آئے ہیں آپ مصلے سے سرکنا چاہتے تھے کہ آنحضرت نے دست مبارک سے حضرت صدیق کا دامن پکڑ کے وہیں کھڑا کر دیا اور آپ معہ اپنے رفیق کے صف میں داخل ہو گئے چونکہ ضعف حد سے زیادہ تھا آپ سے کھڑا نہ ہوا گیا اس لئے آپ نے بیٹھ کے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد کچھ دیر آپ مسجد میں قیام پذیر رہے صحابہ کو بعض مہمات کا حکم دیا اور پھر حجرہ میں اسی طرح سہارے سے واپس تشریف لے آئے۔ اس روایت پر شیعی علما نے یہ رائے دی ہے کہ ضعف کی وجہ سے ایسا ہوا دوسرے حضرت رسالتمآب نے خوف سے ہوں نہ کی مبادا فساد ہو جائے۔

ایک اور عجیب روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی شیعوں کی معتبر کتابوں میں چکر کھا رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت صدیقہ نے محض دھوکے کے طور پر اپنے باپ کی امامت کی مخالفت کی تھی آپ نے بضد ہو کے آنحضرت سے کہا کہ میرے باپ کو ہرگز امام نہ بنانا کیونکہ لوگ اس سے حسد کریں گے اور اُس کے دشمن ہو جائیں گے آپ نے فرمایا کہ تو مثل زلیخا کے ہے کہ مجھے ناحق امامت کے معاملہ میں پریشان کرتی ہے۔

حضرت علی کی امامت سے حضرت رسالت مآب کا انکار کرنا

مناقب مرتضوی جیسی ایک معتبر اور مستند کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ایک روز خداوند تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حضرت رسالت مآب کے پاس بھیجا کہ امامت حضرت علی کو دیدو اور اس کی ایک دستاویز لکھ دو۔ حضور انور نے کہا خدا سے کہدینا میں ابھی ایسا نہیں کر سکتا اگر میں ایسا کر دوں تو لوگ مجھ پر تہمت لگاویں کہ اس نے اپنے عزیز اور قریب کو امامت دیدی باہم سخت مخالفت ہو جائے گی اور قریش اپنے بغض و حسد کو ظاہر کرنے لگیں گے ہاں یہ وعدہ کرتا ہوں جب مدینہ پہنچوں گا تو اسکا سر انجام کر دونگا اس سفر میں مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ سنکے حضرت جبرئیل ازردہ ہوئے اور حضرت رسالتمآب کا سارا عذر بیان کر دیا سنتے ہی خداوند تعالیٰ کو غصہ آیا اور سخت عتاب نازل ہوا اور دوبارہ حضرت سے کھلا بھیجا کہ کیا تو علی کو خلیفہ کرو ورنہ تیرا نام بھی پیغمبروں کی فہرست میں سے کاٹ دیتا ہوں

حضرت صدیق کی خلافت

ابتدا سے شیعی علما کی یہ رائے ہے کہ حضرت صدیق کی خلافت میں اجماع نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ سنیوں کی معتبر کتب صحیحین کو پیش کرتے ہیں جن میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے ہرگز بیعت نہیں کی ہاں چھ مہینے کے بعد جب بی بی فاطمہ خاتون محشر کی وفات ہو گئی اور آپ کا پشت پناہ کوئی نہ رہا تو ناچار آپ نے بیعت کر لی سوائے خبر احاد کے اور کوئی صورت اسکے ثبوت کی نہیں ہے کہ حضرت علی نے بیعت نہیں کی عام طور پر یہ بات مشہور ہے

کہ بیعت بعد میں ہوئی لیکن یہ بات بالکل غلط ہے جس کو ہم آگے ثابت کریں گے۔ جہاں تک اختلافی روایات کو دیکھا جاتا ہے یہ پتہ تو ضرور چلتا ہے کہ حضرت رسالت مآب کا دلی منشا حضرت صدیق کو خلیفہ بنانے کا تھا اگرچہ آپ نے خاص مصلحت سے اس کا اظہار نہیں کیا چنانچہ فاضل باقر مجلسی بحار میں اس بات کو قبول کرتا ہے جیسا کہ اس روایت میں بیان ہوا ہے[1] عبداللہ بن زمعہ کا بیان ہے کہ میں شدت مرض کی حالت میں حضرت رسالت مآب کی خدمت میں حاضر تھا بلال نے عرض کیا حضور مسجد میں لوگ منتظر ہیں آپ نے ارشاد کیا کسی سے کہو کہ نماز پڑھا دے میں باہر نکلا تو پہلے مجھے عمر ہی مل گئے میں نے کہا عمر تم ہی نماز پڑھا دو یہ سنتے ہی وہ کھڑے ہو گئے جب انہوں نے تکبیر کہنی شروع کی چونکہ آواز بلند تھی رسول خدا نے سن لی آپ نے ارشاد کیا کہ خداوند تعالیٰ اور مسلمان جب تک ابوبکر زندہ ہے کسی کے پیچھے نماز پڑھنے سے رضامند نہیں ہیں فوراً ایک شخص کو بھیجا کہ ابوبکر صدیق کو بلا لاؤ اسکے بعد سے یہ حکم ہو گیا کہ مرض کی حالت تک ابوبکر ہی نماز پڑھائے یہاں تک کہ حضور انور کی وفات ہو گئی۔" باقر مجلسی نے تو بحار میں اس روایت کو نقل کیا ہے مگر اس کے علاوہ اور شیعی علما نے بھی اس روایت کی صحت کی تصدیق کی ہے۔ مگر فاضل مجلسی نے اپنی دوسری کتاب حیات القلوب میں اس روایت کو دوسری طرح بیان کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے

---

[1] روی الزھری عن عبدالملک بن ابی بکر بن عبدالرحمن عن ابیہ عن عبداللہ بن زمعہ بن الاسود قال کنت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علیل فدعا علیہ بلال الی الصلوٰۃ فقال لنا مروا من یصلی بالناس قال فخرجت فاذا عمر فی الناس وکانا ابوبکر غائبا فقلت قم یا عمر فصل الناس فقام عمر فلما کبر سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوتہ وکان مجھرا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فابی اللہ ذلک والمسلمون فبعث الی ابی بکر فجاءہ بعد ان صلی عمر تلک الصلوٰۃ فصلی بالناس طول علیلہ حتی مات

خیالات میں ملکی معاملات کی وجہ سے کچھ تبدیلی آگئی تھی یا وہ بیچارہ بھول گیا تھا کہ پہلے میں کیا لکھ آیا ہوں اور اب کیا لکھ رہا ہوں۔ چنانچہ حیات القلوب میں اس روایت کو یوں بیان کرتا ہے" بیماری کے دنوں میں حضور انور دو ایک روز ام المومنین حضرت ام سلمہ کے پاس رہے تھے۔ پھر عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے ازواج کو گانٹھا اور حضرت رسالت مآب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کچھ عرض کر کے حضور انور کو اپنے گھر لیگئی جب حضرت رسالت مآب عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر میں گئے تو مرض کی اور زیادہ شدت ہوگئی۔ بلال صبح کی نماز کے لئے آئے اسوقت حضرت رسالت مآب عالم قدس میں مشغول تھے جب بلال نے اذاں دی حضرت رسالت مآب بیدار نہیں ہوئے۔ اتنے میں عائشہ نے کہا ابو بکر سے کہو کہ نماز پڑھاوے اسپر حفصہ نے کہا نہیں عمر سے کہو کہ نماز پڑھاوے آنحضرت نے جب یہ آوازیں سنیں اور اُنکی غرض فاسد کو دیکھا ارشاد کیا کہ ایسی باتیں مت کرو تم مثل اُن عورتوں کے ہو جو یوسف کو چاہتی تھیں اور جب حضرت نے حکم دیا کہ ابو بکر و عمر اُسامہ کے لشکر کے ساتھ چلے جائیں تو وہ نہ گئے اور عائشہ اور حفصہ کی باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ فتنہ کرنے کیلئے مدینہ میں اُلٹے چلے آئے ہیں یہ سنکے آپ بہت غمگین ہوئے اسی شدت مرض میں اُٹھے مبادا ابو بکر و عمر نماز پڑھاویں اور لوگوں کو شبہ ہونے لگے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب اور فضل بن عباس کے کندھوں پر ہاتھ رکھکے باہر مسجد میں تشریف لائے ضعف اسقدر تھا کہ آپ اپنے پیر گھسیٹ کے چلتے تھے جب آپ محراب کے پاس پہنچے تو دیکھا ابو بکر امام بنے ہوئے ہیں دست مبارک سے اشارہ کیا کہ پیچھے ہٹ جاؤ جب وہ پیچھے ہٹے تو آپ جا کھڑے ہوئے اور پھر بیٹھ گئے بیٹھ کے ہی نماز پڑھائی۔ اور نماز اول ہی سے پڑھائی اس نماز میں امتیاز نکلیا جو ابو بکر پڑھ چکے تھے نماز پڑھنے کے بعد پھر آپ اپنے حجرہ میں چلے آئے۔ پھر ابو بکر و عمر مسلمانوں کی ایک جماعت کو بلایا اور ارشاد کیا کیا میں نے اُسامہ کے لشکر کے ساتھ جانے کا حکم نہیں دیا تھا

ابو بکر و عمر نے عرض کیا درست ہے حکم دیا تھا حضور نے ارشاد کیا پھر میرے حکم کی تم نے کیوں نہیں اطاعت کی ابو بکر نے جواب دیا کہ میں باہر جا کے واپس چلا آیا تا کہ دوبارہ اپنے عہد کو تازہ کروں عمر نے کہا میں باہر جا کے اس لئے واپس چلا آیا یا رسول اللہ تیری خبر دوسرے سے نہ سنوں بلکہ خود تجھ سے تیری مزاج پرسی کروں۔ پھر رسول اللہ نے فرمایا کہ لشکر اُسامہ کو روانگی کا حکم دیا جائے اور تم دونوں بھی لشکر اُسامہ کے ساتھ جاؤ خدا لعنت کرے اُس پر جو لشکر اُسامہ سے روگردانی کرے تین بار اس جملہ کو فرمایا اور پھر حضور انور مدہوش ہو گئے کیونکہ آپ کو اول تو ابو بکر و عمر کی کارروائی سے غصہ زیادہ آیا تھا دوسری مسجد میں جانے کی تکان ہو گئی تھی آپ کو منافقوں کے ناپسندیدہ اطوار سے بہت ہی رنج ہوا تھا آپ ان کے فاسد فتنوں سے خوب واقف تھے مسلمان رونے لگے اور حضرت رسالت مآب کی بیویاں اور بچے بھی پکار پکار کے رونے شور ماتم برپا ہوا۔ اس شور و غوغا سے حضور انور نے چشم مبارک کھولی اور اُن کی طرف نظر کر کے فرمایا کہ دوات اور بکری کا چمڑا لاؤ کہ میں تمہارے لئے ایک نامہ لکھ جاؤں تا کہ میرے بعد تم گمراہ نہ ہو جاؤ ایک صحابی اُٹھے کہ دوات اور قلم اور گوسپند کا چمڑا لے آئیں عمر نے کہا کہاں جاتے ہو یہ شخص ہذیان بک رہا ہے اس پر بیماری کا پورا غلبہ ہو گیا ہے ہمارے لئے کتاب اللہ بس ہے۔ جو لوگ اس وقت موجود ہیں ان میں اختلاف ہے کوئی تو کہتا ہے کہ یہ قول ہمارے لئے کتاب اللہ بس ہے عمر کا ہے اور کوئی کہتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور اُن کا مقولہ ہے کہ ایسی صورت میں کس کی مجال تھی جو رسول خدا سے مخالفت کرتا۔ پھر دوسری دفعہ رسول کریم سے دریافت کیا آیا جو کچھ حضور نے طلب کیا تھا ہم لائیں حضور نے ارشاد کیا کہ جو باتیں میں نے تمہاری زبان سے سُنی تھیں ان سے اب مجھے دوات و قلم منگانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن یہ

وصیت کرتا ہوں کہ تم میرے اہلبیت سے نیک سلوک کرنا پھر آپ نے مُنہ پھیر لیا اور وہ سب اٹھ کے چلے گئے بے نظیر کتاب بہار کی دوسری روایت یہ ہے "جب آنحضرت کو یہ معلوم ہوا کہ ابو بکر نماز پڑھا رہے ہیں تو آپ اُسی شدّت مرض میں تشریف لائے ابو بکر کا ہاتھ پکڑ کے الگ ہٹا دیا جب آپ نماز پڑھ چکے تو ابو بکر و عمر دونوں بھاگ گئے اور مثل جنین کے رحم کے پردہ میں پوشیدہ ہو گئے۔

ایک اور عجیب و غریب روایت حضرت امام باقر و صادق علیہ السلام کے نام سے حیات القلوب میں درج کی گئی ہے جو بہت ہی دلچسپ ہے اور جسکی اصلیت ایک بچہ بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے وہ روایت یہ ہے "حضرت علی کسی ضرورت کے لئے تھوڑی دیر کے واسطے آنحضرت کے پاس چلے گئے حضرت نے ارشاد کیا کہ میرے دوست بھائی کو بلاؤ عائشہ اور حفصہ نے اپنے اپنے باپ کو بلا لیا حضرت نے ان دونوں کی صورت دیکھ کے اپنے اوپر چادر اوڑھ لی اور مُنہ پھیر لیا جب وہ دونوں چلے گئے تو آپ نے مُنہ کھول دیا اور ارشاد کیا کہ میرے خلیل میرے حبیب اور میرے بھائی کو بلاؤ دونوں بیویوں نے پھر دونوں کو بلا لیا آنحضرت انہیں دیکھ کے بہت خفا ہوئے۔ بیویوں نے پوچھا کیا آپ علی کو بلاتے ہیں چنانچہ فاطمہ زہرا نے علی امیر المومنین کو طلب کیا حضرت رسالت مآب بہت دیر تک حضرت علی کے ساتھ سرگوشی کرتے رہے اور ابو بکر و عمر باہر کھڑے رہے جب حضرت علی باہر نکلے تو دونوں نے پوچھا تجھے حضور انور کیا کہتے تھے علی نے جواب دیا کہ مجھے ہزار باب علم کے تعلیم کئے اور وہ ایسے باب ہیں کہ ہر باب سے ہزار باب مفتوح ہو جاتے ہیں"

ہمیں اس روایت پر مذہبی طور پر نکتہ چینی کا حق حاصل نہیں ہے اس لئے ہم کوئی مذہبی کتاب نہیں لکھ رہے ہیں بلکہ ایک تاریخ لکھ رہے ہیں مگر ہم اتنا کہتے ہیں کہ معمولی عقل والا بھی اس روایت کو یا اس جیسی اور روایتوں کو تسلیم نہیں کر سکتا حضرت فاطمہ زہرا کا وہاں

ہونا اور حضرت عائشہ یا حضرت حفصہ کا بار بار اپنے اپنے باپ کو بلانا اور آنحضرت کا ہر بار منہ ڈھانک لینا اور پھر اتنی پریشانی کے بعد بھی نہ خود حضرت علی کا نام لینا اور نہ فاطمہ زہرا کا یہ سمجھنا کہ یہ میرے خاوند علی کو بلاتے ہیں ایک ایسی مضحکہ خیز بات ہے جو قیامت تک کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اور پھر ہزار ارباب علم کے تعلیم کر دینا اور ہر باب سے ہزار باب کا مفتوح ہونا یہ ایسی باتیں ہیں جو قصے کہانیوں میں زیادہ مناسب ہیں کسی متبرک مذہبی کتاب میں ایسی چھچھوری روایتوں کا ہونا سخت معیوب ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ ان بیہودہ روایتوں کا راوی حضرت اُم المومنین ام سلمہ حضرت امیر المومنین و عبداللہ بن عمر و امام محمد باقر و صادق رضی اللہ عنہم اجمعین کو بنایا گیا ہے۔ یہ ساری مہربانی حضرت بابویہ قمی شیخ المشائخ کی ہے کہ آپ کے صدقہ میں ہمیں ایسی ایسی عجیب روایتیں ملی ہیں جن کا خیال بھی کسی مشرقی فسانہ نویس کے دماغ میں نہ گزرے گا۔

حضرت عمر کی نقب زنی اکثر شیعی معتبر کتابوں میں ایک یہ بھی روایت ہے کہ عمر سے آنحضرت سخت ناراض ہو گئے تھے اور حکم دیدیا تھا کہ عمر مسجد میں نہ آئے ایک دن عمر نے مسجد میں نقب لگائی اور اندر آکے مسجد میں نماز پڑھ لی۔ بڑے بڑے محدثین نے اس روایت کی تصدیق کی ہے اور اسے بہت ہی صحیح جانا ہے تعجب ہوتا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ کے زمانہ میں ایک بھی مسلمان نہ تھا کہ ایسی صریح مخالفت دیکھتے تھے اور اف تک نہ کرتے تھے۔ کیا تماشہ کی بات ہے نقب زنی اور مسجد نبوی میں۔

حضرت علی کا معراج میں شریک ہونا حضرت علی کرم اللہ وجہ کا استحقاق خلافت صدہا قسم سے ثابت کیا جاتا ہے اور وہ ثابت کرنا بھی اس دلچسپ پیرایہ میں ہوتا ہے کہ لذیذ مشرقی قصہ کا مزا آجاتا ہے چنانچہ ایک روایت حضرت علی کرم اللہ وجہ کی خود حضرت سالت مآب پر فضیلت کی یہ ہے۔ اگر حضرت

۱؎ بحار۔ جلاء العیون مجلسی۔

علی یا جناب مرتضوی معراج مین حضرت رسالت مآب کے شریک نہ ہوتے تو سید الکونین
کی ذرا بھی قدر نہ بڑہتی۔ تو بھی حضرت علی ہی کو آنحضرت پر فضیلت رہی کیونکہ حضرت رسالتمآب
منازل کو طے کرتے ہوئے آسمانون کو چھانتے ہوئے اور برجون کو طے کرتے ہوئے وہان
پہنچے تھے اور حضرت علی بغیر زحمت سفر پہلے ہی سے پہنچگئے چنانچہ حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ
وسلم ارشاد کرتے ہین فرشتون کے جس گروہ کے پاس سے میرا گزر ہوا مین نے ہر فرشتہ
کو علی علی پکارتے سنا جب مین عرش کے قریب پہنچا تو مین نے علی کو عرش کے نیچے کھڑے
ہوئے دیکھا مین نے کہا یہان بھی تم مجھسے سبقت لے گئے جبرائیل نے کہا یہ فرشتہ ہی جسے
علی کی صورت پر بنایا گیا ہی اس لئے کہ علی کی صورت دیکھنے کو فرشتے تڑپتے ہین جب انہین
زیادہ اضطراب ہوتا ہی تو اس فرشتہ کو دیکھ لیتے ہین اور انہین تسکین ہو جاتی ہی۔

حضرت علی کی خلافت پر خدا کی مہر ایک مستند[۱] شیعی کتاب مین یہ روایت درج ہی کہ خداوند تعالی نے
حضرت امیر کی امامت کیلیے یہ آیت نازل کی تھی جس کا ایک حصہ تو رہگیا اور ایک حصہ یار
لوگون نے قرآن مجید سے اڑا دیا۔ وہ آیت یہ ہی[۲] اے پیغمبر اپنی اُمت پر علی کی امامت کو
پہنچا دے ورنہ تجھے دردناک عذاب مین مبتلا کرون گا یہ صریح گستاخیان ہین جو حضرت
رسالت مآب کے ساتھ کی گئی ہین اس قسم کی دیدہ دلیری اور اس قسم کا عذاب اُن لوگون کو
دیا جاتا ہی جو بارہا سمجھانے کے بعد بھی نہ مانین اور مطلق نہ سنین تو پھر یہ کہا جاتا ہے کہ اگر
ایسا نہ کیا تو تجھے عذاب دون گا اگر ہم تھوڑی دیر کے لیئے اس روایت کو صحیح تسلیم کرلین تو
اس سے یہ لازم آتا ہی کہ کئی بار جناب رسول خدا کو جناب احدیت سے ارشاد ہو چکا تھا اور
آپ اسکی تعمیل نہ کرتے تھے چنانچہ اُسکے بعد ایسا تاکیدی حکم آیا اُسپر بھی حضرت علی کو خلیفہ نہین

---

[۱] حیات القلوب [۲] یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك فی علی وان لم تفعل فما بلغت رسالته

بنایا گیا معلوم ہوا کہ رسول خدا کا دلی منشا یہ تہا کہ علی خلیفہ نہ بنین۔

تفسیر اہل بیت۔ مجمع البیان۔ تفسیر صافی۔ علوی۔ صابری۔ عالی۔ کاشانی۔ جرجانی و رازی مین اسی قسم کی صدہا معتبر روائتین بھری ہوئی ہین جنکا سر نہ پیر معقول روایت کو نظرین ڈہونڈتی ہین اور سچا واقعہ نہین ملتا۔ ہزارہا حدیثین ہین جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے مین لکھی گئی ہین اور وہ کل حدیثین ایک سے ایک زیادہ بڑہی چڑہی ہین ہم مناسب نہین سمجھتے کہ ایک ہی قسم کی حدیثین نقل کردین اس مین ناظر کو کچھ مذاق نہین پیدا ہوگا بلکہ ہم چاہتے ہین کہ مختلف روایتین مذکورہ بالا کتب سے انتخاب کرکے لکھی جائین تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ ایک بدنصیب مؤرخ ان روایتون سے اپنے لیئے سوا اسکے اور کیا نتیجہ نکال سکتا ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے سب اول سے اخیر تک غلط اور ہرگز یقین نہین آتا کہ ایک عقل ایسی روایتین سننا گوارا بہی کرے بہرحال جہل سے علم بہتر ہے۔

آنحضرت کی وفات اور ثقیفہ کا جھگڑا

ٹھیک وقت چاشت پیر کے دن ۱۲ ربیع الاوّل کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی جسوقت حضور انور کی وفات کی خبر سنی حضرت عمر فاروقؓ نے صاف انکار کردیا کہ نبی بہی کہین وفات پایا کرتا ہے۔ آپ اسقدر غصہ مین آگئے اور کہا جسکی زبان سے یہ نکلا کہ حضرت رسالتمآب فوت ہوگئے تو مین گردن اڑادونگا۔

حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو دیکہہ کے یہ آیت پڑہی تہی "وما محمد الخ" یہ آیت سنتے ہی حضرت فاروق ٹھنڈے پڑگئے۔ پھر اصحاب خانہ اقدس مین آئے اور چارون طرف نالہ و بکا کی صدائین بلند ہوئین پھر سب ملکے مسجد مین جمع ہوئے اتنے مین ایک شخص مسجد مین آیا اور کہا آپ کیا بیٹھے ہوئے ہین کچھ خبر بہی ہے انصار سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع ہین اور سعد بن عبادہ سے بیعت کرنے کو ہین۔ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر کیساتھ اس ہنگامہ کے فرو کرنے کیلیئے

سقیفہ کی طرف چلے رستہ مین ابوعبیدہ جراح ملے جو انصار کے ہنگامہ کی خبر دینے کیلیے مسجد نبوی مین آرہے تھے وہ بھی ساتھ ہوگئے اخیر تینون ملکے مجلس انصار مین پہنچے اور جو کچھ سنا تھا وہی نقشہ دیکھا اور اُن سے گفتگو شروع ہوئی حضرت عمر نے انصار کو قایل کردیا۔ انصار سخت نادم ہوئے حضرت عمر نے حضرت ابوبکر صدیق سے بیعت کی پھر انصار نے بھی افضل الصدیقین سے بیعت کی لوگون کا اجتماع بہت بڑھ گیا تھا اور ڈر ہوگیا تھا کہ مین سعد بن عبادہ مارنہ ڈالا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق کا بیان ہو کہ مین نے یہ کام اسلیے کیا تھا کہ مسلمانون مین تلوار نہ چل جائے اور ہنگامہ محشر نہ گرم ہو۔ اس ہنگامہ کے فرو ہونے کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر درِ مبارک پر آبیٹھے لوگون نے چاہا کہ ہم بھی حضور انور

غسل | کو غسل دینے کا فخر حاصل کرین اور اکثر اصحاب نے اسپر زور دیا اور کشش زیادہ ہونے لگی تو حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا مین نے سنا ہو ہمارے ہادی برحق نے وصیت کردی ہو کہ مجھے اہل بیت غسل دین۔ آپکے اس ارشاد سے انصار ٹھنڈے پڑے اور وہ کشش دور ہوئی۔ تھوڑی دیر مین ایک انصار نے نہایت منت سے عرض کیا اے ابوبکر آپ مجھے تو غسل مین شریک ہونے کی ضرور ہی اجازت دین آپنے اسے اجازت دیدی وہ اندر جاکے غسل مین شریک ہوگیا اسلیے کہ اس شخص کو کل گروہ انصار نے اپنی طرف سے انتخاب کیا تھا شقران اور اُسامہ پانی دے رہے تھے اور فضل قثم پہلو بہ پہلو پھرتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہلا رہے تھے اور حضرت عباس اور اوس مذکور انصاری الگ کھڑے ہوئے زار زار رو رہے تھے۔

تدفین | جب نہلا چکے تو دفن مین اختلاف اصحاب ہوا کوئی کچھ رائے دیتا تھا اور کوئی کچھ اخیر اس کا فیصلہ بھی حضرت ابوبکر صدیق نے کیا اور یہ حدیث بیان کی۔ الانبیاء یدفنون حیث یموتون

یہ سنکے سب خاموش ہوگئے اور وہین یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مین قبر کھودی جب قبر تیار ہوچکی تو جنازہ کو لب گور رکھا۔ لوگ آتے جاتے تھے اور بغیر امام کے نماز پڑھتے جاتے تھے جب مہاجر و انصار فارغ ہوئے تو عورتون اور بچون کی باری آئی اور جب سب نماز سے فارغ ہوچکے تو چہارشنبہ (بودھ) کے روز آدھی رات کو دفن کیا بعض روایتون مین شب آدینہ بیان کیا گیا ہی حضرت علی فضل قثم شقران نے قبر مین اُتارا۔

اختلاف روایت | کتاب وجز الدرر مین یہ روایت اختلاف کیساتھ بیان ہوئی ہی۔ اس مین لکھا ہی کہ حضرت ابوبکر صدیق اپنے مکان مین تھے جو محلہ سنح مین واقع ہی تاکہ اپنے اہل و عیال کی خبر گیری کرین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص کو آپکی خدمت مین بھیجا کہ جہانتک ممکن ہو بہت جلد آؤ معاملہ خطرناک ہوتا جاتا ہی یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر سوار ہوکے بہت جلد مسجد نبوی مین آئے آپنے دیکھا کہ ہر گروہ آپس مین سرگوشی کر رہا ہی اور ہر ایک کا رنگ بدلا ہوا دکھائی دیتا ہی۔ آپ پھر حضرت بی بی عائشہ کے حجرہ مین آئے اور کہا کہان ہین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اہل بیت نے ارشاد کیا آپ اسجگہ استراحت فرما رہے ہین آپ نے روئے انور پر سے چادر کا کونہ سرکایا اور نورانی پیشانی اور کلائی کو بوسہ دیا اور آیہ کریمہ انک میت و انھم میتون پڑہی اور کہا یا رسول اللہ جو خوشبو تجھمین زندگی مین تھی وہی بعد وفات بھی موجود ہی۔

بخدائے تن و اندام چو گلبرگ تو باد ہر کجا در ہمہ آفاق گل اندامی ہست

یقین دان کہ بجز در دتن نیک تو نیست ہیچ اگر در دو جہان یکسر مو کامی ہست

پھر حضرت ابوبکر صدیق مسجد مین آئے کسی گروہ کیطرف توجہ نہ کی اور سیدہے ممبر پر جاکے کھڑے ہوگئے ممبر پر کھڑے ہوتے ہی کل اصحاب یکبارگی آپ کیطرف متوجہ ہوئے اب لوگونکو یہ انتظار ہوا کہ دیکھئے ابوبکر صدیق کیا کہتے ہین۔ آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ جو شخص

حضور انور کا سچا فدائی ہو اُسے یقین کرنا چاہیئے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی جو شخص پروردگار عالم کی پرستش کرتا ہو وہ یہ بھی یقین کرے کہ حضور انور زندہ ہین پھر آپنے یہ آیت پڑھی "ماالمحمد الا رسول" حضرت عمر نے کہا گویا مین نے ابتک اس آیت کو سنا ہی نہ تھا۔ سبکو یقین ہوگیا کہ حضور انور کا وصل باریتعالی سے ہوگیا اور سب نے یہ پڑھنا شروع کیا انا للہ وانا الیہ راجعون سب نے یک زبان ہوکے کہا کہ ہم جنازہ کی نماز پڑہنا چاہتے ہین آپنے سب کے ساتھ نماز پڑہی غسل کی بابت آپنے تعلیم دی اور دفن کی جگہ بتائی اور پھر اکابر صحابہ کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ مین گئے تاکہ پیشوائے اُمت اور خلافت کا فیصلہ کرین چنانچہ آپکے جانے پر سب نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی۔

ملا باقر مجلسی بحار مین اس واقعہ کو یون بیان کرتے ہین

شیخ الطائفہ[1] نے تلخیص شافی مین اُسکی اسناد سے روایت کیا ہو کہ سرور ابرار کی وفات ہوتے ہی انصار سقیفہ مین جمع ہوئے اور چاہا کہ سعد کو خلیفہ بنا مین سعد ایسا مریض تھا کہ اُس مین اتنی طاقت نہ تھی کہ اتنی آواز سے تقریر کرسکتا کہ سامعین سن سکتے اسلیئے اُس کا بیٹا یا بنی اعمام کے بعض اشخاص اُسکی تقریر کا بلند آواز سے لوگون کے آگے اعادہ کردیتے تھے اُس تقریر کا مضمون یہ تھا اے گروہ انصار جتنی تمہین فضیلت حاصل ہے کسی قبیلہ کے آگے ایک شخص کو بھی یہ فضیلت حاصل نہین ہو خدا اور رسول پر ایمان لائے اور راہ خدا

[1] روی الشیخ فی تلخیص الشافی عن هشام بن محمد عن ابی مخنف عن عبد الله بن عبد الرحمن الی عمر الانصاری ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم لما قبض اجتمعت الانصار فی سقیفة بنی ساعدة فقالوا نولی هذا الامر من بعد محمد صلی الله علیه وآله وسلم سعد بن عبادة اخرجوا سعدا الیهم وهو مریض قال فلما اجتمعوا قال لابیه او لبعض بنی عمه انی لا اقدر لشکوای اسمع القوم کلامی لکن تلقی منی قولی فاسمعهم فکان یتکلم ویحفظ الرجل قوله فیرفع بصوته ویسمع به اصحابه فقالوا بعد ان حمد الله واثنی علیه یا معاشر

مین تم نے جہاد کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری وجہ سے قوت پائی اور آخری دم تک حضرت رسالت مآب تم سے راضی رہے اسلیئے تمہارا خلافت پر پیش قدمی کرنیکا حق ہے تمہارے آگے دوسری قوم کو کوئی حق نہین ہے۔ انصار نے سعد کو خلافت کی مبارکباد دی اور کہا تجھسے بہتر اور کوئی نہین دکھائی دیتا پھر انصار آپس مین باتین کرنے لگے اگر مہاجرین اپنے فضایل بیان کرین تو اسوقت ہم انہین کیا جواب دینگے اُن مین سے ایک فریق نے جواب دیا ہم یہ کہین گے اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو ایسا کرو کہ ایک ہم مین سے اور ایک تم مین سے خلیفہ بنا دیا جائے بغیر اسکے کچھ نہین ہو سکتا سعد بن عبادہ نے اس جواب کو قوم کے ضعف کیوجہ سمجھی۔ اتفاق سے یہ خبر عمرؓ نے سُنی۔ یہ خبر سنتے ہی وہ خانہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف روانہ ہوئے اور کسی شخص کو ابو بکرؓ کے پاس بھیجا کہ فوراً چلے آئین ابو بکر اسوقت علی ابن ابی طالب کے ساتھ تجہیز مین مشغول تھے۔ ابو بکر نے جواب دیا کہ مین اس کام مین مشغول ہون نہین آسکتا۔ عمرؓ نے پھر دوبارہ اس شخص سے کہلا بھیجا کہ ایک بہت بڑا کام ہے آپ آئے

بقیہ صفحہ ۲۱ الانصار ان لکم سابقة بالدین وفضیلة فی الاسلام لیست لقبیلة من العرب ان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لبث بضع عشر سنة فی قومه یدعوهم الی عبادة الرحمن و خلع الاوثان فما امن به قومه الا رجال قلیل واللہ ما کانوا یقدرون علی ان یمنعوا رسوله ویعزوا دینه و لا ان یدفعوا عن انفسهم ضیما عوابه حتی اراد بکم ربکم الفه وساق الیکم الکرامه وخصکم بالنعمة ورزقکم الایمان برسوله المنع له ولاصحابه والاعزاز له ولدینه والجهاد لاعدائه وکنتم اشد الناس علی عدوه من غیرکم حتی استقامة العرب لامل الیه طوعا وکرها واعطی العبد المقاده صاغرا واخرا حتی ان اللہ لرسوله بکم الارض ودانت باسیافکم له العرب فتوفاه اللہ الیه وهو عنکم راض وبکم قریر عین استبدوا بهذا الامر دون الناس فانهم لکم دون الناس فاجیبوه باجمعهم بان قد وفقت فی الرای واصبت فی

مین ہرگز تامل نہ کرین۔ ابوبکرؓ روتے ہوئے باہر نکلے عمر نے انصار کے فتنہ کی کیفیت بیان کی پھر ابوبکر و عمر شتابانہ قدمون مین روانہ ہوئے اثنار راہ مین ابوعبیدہ جرّاح ملے۔ پھر وہان پہنچے اور حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر سب نے بیعت کی۔

باقر مجلسی کی دوسری روایت ابن ابی الحدید کی روایت سے ایک اور مقام پر فاضل مجلسی نے اس واقعہ کے متعلق یہ بیان کیا ہے اصل مین سقیفہ کی خبر سب سے پہلے مغیرہ بن عدی نے عمرؓ کو دی اور زبردستی عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کے لے چلنے کیلئے کھینچا۔ فاروق نے کہا کہ مین امر عظیم یعنی تجہیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین مشغول ہون اور اس درد و الم مین گرفتار ہون وفات سرور جہان سے مجھپر غمون کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے مغیرہ نے اسبات کو قبول نہ کیا اور کہا اسوقت سقیفہ مین تیرا چلنا بہت ضروری ہے چنانچہ وہ زبردستی پکڑ کے لے گیا۔

بقیہ صفحہ ۲۲ القول دلن نغلہ ومارایت تولیك هذا الامر فانك فینا مقنع ولصالح المؤمنین اماثم انهم زادوا الکلام فقالوا فان ابت مهاجرة قریش فقالوا نحن المهاجرون وصحابة رسول الله الاولون ونحن عشیرة واولیائه فعلام تنازعوننا الامر من بعده قالت طائفة منهم فانا نقول اذا منا امیر ومنکم امیر ولن نرضی بدون هذا ابدا فقال سعد بن عبادة حین سمعها هذا الاول الوهن وانی عمر الخبر فاقبل الی منزل النبی صلی الله علیه وآله وسلم فارسل الی ابی بکر وابوبکر فی الدار وعلی بن ابی طالب جهاز النبی فارسل الی ابی بکر ان اخرج فارسل الیه انی مشتغل فارسل الیه انه قد حدث امر لابد لك من حضوره فخرج الیه فقال اما علمت الانصار قد اجتمعت فی سقیفة بنی ساعدة یریدون ان یولوا هذا الامر سعد بن عبادة واحسنهم مقاله من یقول هنا امیر ومنکم امیر فنهضنا مسرعین نحوهم الی اخر الروایة ۱۲ واتی الخبر عمر فاتی منزل رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وکان لذلك اتاه مغیرة بن عدی فاخذ بید عمر وقال قم فقال عمر انی عنك مشغول فقال انه لابد من قیامك

قیام صفحہ ۲۴

انوار بدریہ کی روایت | اس فاضل نے تمام روایتون سے اختلاف کیا ہی اور بسند صحیح یہ بیان کرتا ہی کہ انصار و مہاجر تجہیز و تدفین کے بعد سقیفہ مین جمع ہوئے تھی۔ سمجھ مین نہین آتا کہ سنی اور شیعون مین یہ غلط روایت کیون مشہور ہوگئی کہ تجہیز و تدفین سے پہلے صحابہ سقیفہ مین جمع ہوئے تھے۔ سنی اور شیعہ اس پر متفق ہین کہ پہل انصار نے کی تھی پھر حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کے جانے مین اتفاق نہین ہی کوئی کچھ بیان کرتا ہی اور کوئی کچھ لکھتا ہی۔ مگر ہماری رائے اس اختلاف عظیم سے یہ ہے کہ حضور انور پر صحابہ جان و دل سے فدا تھے خواہ انصار ہون یا مہاجر پھر کیونکر ممکن ہی کہ حضور کی وفات ہوجائے اور صحابہ بغیر تجہیز و تدفین خلافت کی بحث کرنے لگین معمولی تعلق پر بھی جب کبھی ایسا صدمہ ہوجاتا ہی تو وہان عقل بجا نہین رہتی پھر چہ جائے کہ صحابہ اور رسول کا عشق۔ انوار بدریہ نے جو کچھ لکھا ہی صحیح ہی بیشک بعد تجہیز و تدفین کے صحابہ سقیفہ مین جمع ہوئے تھے۔

شیعی امام اعظم طوسی کی کتاب امالی کا عجیب قصہ | حضرت[1] امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا سب سے پہلے مین خداوند تعالے کے آگے مخالفون کی خصومت کی شکایت دوزانو ہوکے کرون گا۔ اور دوزخ و جنت کی قسم کھاکے عرض کرون گا۔ کہ مجھ پر کیا مظالم توڑے گئے۔ پھر سلیم بن قیس کا بیان ہے کہ مین نے سلمان سے سنا کہ جب حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاء اعلے مین رحلت فرمائی۔ تو ابوبکر و عمر اور ابوعبیدہ آئے اور انصار سے جھگڑا کرنے لگے کہ خلافت قریشیون کا حق ہے کیونکہ رسول اللہ قریش ہین اور مہاجرین اسلیئے تم سے بہتر ہین کہ خداوند تعالی نے قرآن مجید مین تم سے پہلے اُن کا ذکر کیا ہی اور مہاجرین کو تم پر فضیلت دی ہی اور حضور انور یہ فرما گئے ہین کہ ہم قریش ہین۔ سلمان کا بیان ہی مین حضرت علی کی خدمت مین حاضر ہوا آپ سول کریم

[1] قال سمعت علی بن ابی طالب علیہ السلام یقول انا اول من یجثو بین یدی اللہ عز وجل یوم القیامۃ للخصومۃ ۱۲

کو غسل دینے مین مشغول تہی کیونکہ آنحضرت نے یہ وصیت کردی تہی کہ سوائے اہل بیت کے
کوئی غیر شخص مجھے غسل ندے مین نے عرض کیا یا امیرالمومنین آپکو غسل کرانے مین کون مدد
رہا ہی فرمایا کہ جبرائیل جب مین ایک عضو دہوچکتا ہون تو وہ دوسرا آگے کردیتے ہین۔ جب
آپ غسل اور حنوط سے فارغ ہوئے مجھے بلایا۔ اسوقت ابوذر مقداد۔ فاطمہ حسن حسین علیہم السلام
بہی آگئے تھے اُنہون نے صف باندہی اور مین اُنکے پیچھے کھڑا ہوا اور نماز پڑہی عائشہ رضہ عنہا
حجرہ مین تہی جبرائیل نے عائشہ کی آنکھین اندہی کردین تاکہ نماز کو نہ دیکھ سکین پھر حضرت امیر نے
کو رخصت دی۔ اسکے بعد دس دس صحابہ آنے شروع ہوئے اور نماز پڑھ پڑھکے باہر جانے
لگے۔ حضرت علی یہ پڑہتے جاتے تھے ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی الخ فرشتے صلوٰۃ بہیجتے ہوئے
باہر نکلتے جاتے تھے اسی طرح کل مہاجرین و انصار داخل ہوئے اور صلوٰۃ بہیجتے رہے۔ اصل نماز
تو اوّل ہی کی نماز تہی اگر ابوبکر و عمر کو معلوم ہوجاتا تو وہ اسبات کا لالچ کرتے کہ ہم امام بنکے نماز
پڑہائین۔ سلمان نے کہا کہ مین نے حضرت امیر کی خدمت مین جو کچھ اِن منافقون کی بابت
سنا تہا عرض کیا کہ حضور غسل مین مشغول تہے اور وہان یہ کارروائی ہوگئی۔ اسوقت وہ ممبر پر
بیٹھا ہی (یعنی حضرت صدیق اکبر) اور لوگ اُسکے ایک ہاتھ پر بیعت کرنیسے راضی نہین ہین بلکہ اُسکے
دونون ہاتھون پر بیعت کر رہے ہین۔ حضرت علی نے فرمایا کہ جب وہ ممبر رسول اللہ پر چڑہا
ہے تو جانتا ہی سب سے پہلے اُسکے ہاتھ پر کسنے بیعت کی تہی مین نے عرض کیا یہ تو مجھے خبر
نہین ہی لیکن سقیفہ کی بیعت کا حال تو مجھے معلوم ہی وہان پہلے بشیر بن سعد نے بیعت
کی پہر ابوعبیدہ پہر عمر پہر سالم مولی ابی حذیفہ پہر معاذ بن جبل نے حضرت علی نے فرمایا وانکا حال
مین دریافت نہین کرتا بلکہ اُس شخص کو پوچہتا ہون جس نے مسجد نبوی مین رسول کریم کے ممبر
پر پہلے بیعت کی۔ مین نے کہا یا امیرالمومنین اُسکا مجھے علم نہین ہی ہان یہ ضرور ہی کہ مین نے اِس

شخص کو دیکھا عصا کے سہارے سے چل رہا تھا اور اُسکی دونون آنکھون کے بیچ مین سجدہ کی علامت تھی اور وہ نہایت عبادت گزار معلوم ہورہا تھا جب ابوبکر ممبر پر بیٹھا پہلے وہ اوپر گیا اور رویا اور کہا الحمدللہ کہ زندگی مین مین نے تجھ اُس مقام پر دیکھ لیا۔ ہاتھ پھیلا ابوبکر نے ہاتھ پھیلایا اور اُس نے بیعت کی اور کہا آدم کے دن کے بعد آج کا دن مین نے دیکھا ہی یہ کہکے ممبر پر سے نیچے اُترآیا اور باہر چلا گیا۔ حضرت امیرالمومنین نے فرمایا کہ سلمان تو سمجھا یہ کون تھا سلمان نے کہا نہین مین مطلق نہین سمجھا ہان اُسکی باتین مجھے ناگوار ضرور گزرین اِسلئے کہ وفات رسالت مآب پر نالایم الفاظ استعمال کرتا تھا حضرت علی نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا مجھے رسول نے یہ خبر دی تھی کہ روز غدیر مین ابلیس اور اُسکے اصحاب جمع ہوئے تھے اُس روز رسول اللہ نے مجھے اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ ابلیس سے کہدیا گیا کہ یہان تیری دال نہین گلنے کی تو چلا جا کیونکہ اُمت محروم ومعصوم پر تیرا کوئی داؤن نہین چلنے کا یہ سُنکے شیطان غمگین ہوکے واپس چلا گیا پھر رسول اللہ نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد سب سے پہلے ظل بنی ساعدہ یا ابوبکر مین آکے جو ہاتھ پر بیعت کریگا وہ شیطان ہوگا۔ اُسکی صورت انتہا درجہ عابدون کی ہوگی بیعت کرکے وہ باہر چلا جائیگا اِسوقت شیاطین جمع ہونگے اُسکے آگے سجدہ کرینگے اور کہینگے تو ہمارا سید ہی تو نے ہی آدم کو بہشت مین سے نکالا تھا۔ شیطان نے کہا کونسی اُمت ہی کہ اپنے پیغمبر کے بعد گمراہ نہین ہوئی تم یہ کہا کرتے تھے کہ اُمت محمدی پر قبضہ پانا مشکل ہی دیکھا کیسا داؤن مین نے کیا ہی کہ خود اُسکے اصحاب کو اُسکا مخالف بنا دیا یہی بات ہی جو حق تعالیٰ فرماتا ہی ولقد صدق علیھم ابلیس ظنہ فاتبعوہ الا فریقا من المومنین یعنی تحقیق شیطان نے اپنا گمان اُنپر سچا پایا پس اُسکی پیروی کی مگر مومنون کا گروہ الخ۔

اس قسم کی بہت سی روایتین ہین جو شیعی معتبر کتب مین بھری پڑی ہین سخت تعجب ہوتا ہی

کہ کیون اور کیلیے یہ چڑے چڑیا کی کہانیان مذہبی کتابون مین درج کی گئین اور کیون بلاوجہ یہ تعصب برتا گیا۔ کاش معقول طور پر مخالفت کا پہلو دکھایا جاتا تو ناظر وقعت سے دیکھتا مگر اس قسم کی روائتین جو ہم نے اوپر نقل کین کچھ ایسی خلاف قیاس اور دور از عقل ہین کہ معمولی سمجھ کا بچہ بھی ہنس دیگا۔ کہان شیطان اور کہان مسجد نبوی اور پھر اُسکا رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ممبر مبارک پر چڑہنا اور پھر صدیق اکبر کے دست مبارک پر بیعت کرنا اور سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہو کہ خواہ بدیر یا بجلدی حضرت علی کا اسی ہاتھ پر بیعت کرنا ایک ایسا شرمناک امر معلوم ہوتا ہو کہ زبان سے نکالتے ہوئے شرم آتی ہو۔

سید جمال الدین کی روایت | روضۃ الاحباب مین سید جمال الدین اور کتاب ماثبت بالسنہ مین شیخ عبدالحق دہلوی نے یہ روایت بیان کی ہو کہ جب حضرت ابوبکر صدیق حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ممبر مبارک پر گئے اور محراب کو جناب اقدس خاتم النبیین سے خالی دیکھا ایک سرد آہ بھری اور بیہوش ہوکے گر پڑے۔ آپ کے گرتے ہی زاری و بکا کی صدائین بلند ہوئین اور ایک شور قیامت برپا ہوگیا۔ وفات کے دن علے الصباح حضور انور نے مسجد مین آکے خود نماز پڑھائی تھی حالانکہ شدت مرض بہت تھی لیکن بلند آواز سے جب حضور انور نے خطبہ پڑھا تو اہلبیت کی عورتین بہت خوش ہوئین اور اُنہین یقین ہوگیا کہ حضرت رسالتمآب کو صحت حاصل ہوگئی ہو اور حضرہ جاتا رہا سب نے خوشی کی اور آنکھون مین سرمہ دیا۔

یہ مختلف روایتین اسبات کی شہادت دیتی ہین کہ حضرت صدیق اکبر افضل الخلقا تھے جو روحانی تعلق آپکو اپنے ہادی برحق سے تھا اُسکی نظیر ملنی مشکل ہو بعض روایتون مین جو ہم نے شیعی معتبر کتب سے نقل کی ہین اُن سے بھی ایک خاص تعلق پایا جاتا ہو اور وہ تعلق یہ ہو کہ حضور انور کے وصل کے بعد محراب نبوی مین جو صحابی پہلے آئے وہ ابوبکر صدیق تھے یہ فخر آپ ہی کو حاصل

ہوا تھا اور اس کا اعتراف شیعہ اصحاب بھی کرتے ہین اب یہ بات کہ شیطان نے پہلے بیعت کی ایک کہانی ہے جسکی وقعت اس زمانہ کا ایک بچہ بھی جانتا ہے۔

فاطمہ زہرا کی جناب مین گستاخیان

اور معاملہ فدک وغیرہ

اس مین شک نہین کہ تعصب انسان کو کہین کا نہین رکھتا اور یہ بدبخت تعصب کی وجہ سے کہ عداً حق سے چشم پوشی کرنی پڑتی ہے۔ اس مین کلام نہین کہ مخالفت کی اخیر صدیون مین جاکے انتہا ہوگئی اور جب حکومت مین مذہب اور تعصب کی آمیزش ہوگئی تو رہا سہا معاملہ اور بھی بگڑ گیا شیعی علما نے اپنے مخالفون کو الزام دینے کے بڑے بڑے سامان کیئے رسول خدا کا دشمن بنایا منافق کہا اہل بیت کا بدخواہ ثابت کیا مگر جب اس سے بھی پیٹ نہین بھرا تو جن ائمہ پر نجات اخروی کا دارومدار سمجھا جاتا تھا انہین بھی گالیان دین اور انپر بھی خوب تبرے بازی کی۔

یہ عذر ہتھان جذب دل کیسا نکل آیا مین الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

حضرت بی بی فاطمہ زہرا خاتون محشر حضرت رسالتمآب کی صاحبزادی تھین اور شافع روز محشر کی ماں چونکہ اولاد نرینہ زندہ نہ رہی تھی اسلیئے حضور مثل بیٹون کے آپسے محبت رکھتے تھے آپ بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے تھین آپ کی بزرگی تمام مسلمان کرتے تھے اور صرف آپکے اثر کی بات تھی کہ حضرت علی کی قریش بہت ہی عزت کرتے تھے آپکے نکاح مین بی بی فاطمہ زہرا کا آنا آپکے لئے باعث فخر تھا۔ یہ بات مشہور ہے کہ حضرت علی نے محض حضرت بی بی فاطمہ زہرا کے زور پر ۶ مہینے تک حضرت صدیق سے بیعت نہین کی تھی اور جب آپ کی وفات ہوگئی تو حضرت علی کی قوت بہت کم ہوگئی اور پھر آپنے بیعت کر لی۔ اگرچہ یہ روایت بالکل غلط ہے کہ حضرت علی نے ۶ مہینے کے بعد بیعت کی تو بھی اس روایت سے اُس اثر اور عظمت کا پتہ چلتا ہے جو صحابہ آپ کی

کرتے تھے۔ آپکا ادب تا حیات مسلمانون نے کیا اور تعجب سے دیکھا ہی کہ کل موجودہ اسلامی دنیا ادب کرتی ہے اور بے انتہا باوقار مانتی ہی۔ اسلام مین ہزارون فریق ہو گئے اور صدہا جدید شاخین مذہب کی نکل آئین لیکن آجتک کسی گروہ نے خواہ وہ کسی مذہب سے علاقہ کیون نہ رکھتا ہو حضرت خاتون محشر کی شان اقدس مین کبھی بے ادبی نہین کی۔ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کرم اللہ وجہ اور کثیر امہات المومنین پر تبرے بازی ہوئی اور لوگ بُرا بھلا کہتے رہے لیکن یہ عجیب معجزہ ہی کہ آپ کی ذات والا ہمیشہ ہر فرد بشر کے گستاخانہ کلام سے مبرا رہی اور انشاء اللہ یون ہی قیامت تک مبرا رہے گی۔ آپ کو یہ شرف کم نہین ہی کہ آپ شافع روز محشر کی لخت جگر ہین۔ سرور کائنات نے بڑے لاڈ سے آپ کو پالا تھا۔ حضور انور کو اپنی اور بیٹیون سے بھی محبت تھی لیکن جو تعشق فاطمہ زہرا سے تھا اور کسی بیٹی سے نہ تھا۔ ممکن تھا اگر قاسم یا ابراہیم زندہ رہتے تو آپ کی محبت مین کمی آجاتی لیکن قدرت کو یہ منظور ہی نہ تھا وہ روز ازل سے فخر دوجہان کی پوری محبت کا حصہ حضرت فاطمہ زہرا کو دے چکی تھی اور اس بسیط محبت کی کوئی تقسیم نکر سکتا تھا۔

شیعی ادب کوئی کلام نہین کہ شیعہ حضرت خاتون محشر کا بہت ادب کرتے ہین اور اس ادب ہی کو اپنی نجات کا سبب جانتے ہین اُن کے ادب کی داد دی جاتی ہی اور اُن کے عشق کی جو انہین اہلبیت کے ساتھ ہو قدر کی جاتی ہی۔ مسلمان ہو کے جس دل مین اہل بیت کی محبت نہ ہو وہ دل پارہ پارہ ہو جائے اور کلمہ محمدی پڑھنے کے بعد جسکا ضمیر اہل بیت کے نور سے منور نہ ہو اس مین کیڑے پڑ جائین۔ شیعہ اہل بیت کے عشق پر جتنا فخر کرین کم ہی اور ہم خوشی سے دیکھتے ہین کہ وہ اہل بیت کی محبت مین ثابت قدم ہین تو بھی بعض گستاخیان جو جناب سیدہ کے حضور مین کیگئی ہین سخت کھٹکتی ہین اور تعجب ہوتا ہے کہ کیون عاشقان اہل بیت نے ایسا کیا

اور یہ ناپاک اور کریہ الفاظ جو محض اپنے مخالفون پر فرضی الزام قایم کرنے کیلیے حضرت سیدہ کی شان مین کہے ہین گوارا ہوئے۔ انسانی فطرت تو ہرگز گوارا نہین کرتی کہ جس کا ہمین ادب ہی ہو اور جس سے ہم محبت بھی کرتے ہون یہانتک کہ اُسکی محبت پر نجات اُخروی سمجھتے ہون اسکی نسبت ناشائستہ الفاظ استعمال کئے جائین وہ بھی طرح طرح کے اور نئے نئے ڈھنگ سے خدا معلوم کیا موقع تھا اور کیا بات تھی کیون ایسا کیا گیا اور کیون ایسے ناپاک الفاظ کے استعمال کرنے کی نوبت آئی۔ شیعہ اور وہ حضرت سیدہ کو گالیان دین کچھ سمجھ مین نہین آتا شیعہ تو کبھی ایسا نکرینگے یہ ضرور کسی دشمن اسلام کی چالاکی ہو کہ ظاہر تو اپنے کو مسلمان کہا اور باطناً اسلام کی جڑ کاٹی۔

ہم مناسب سمجھتے ہین کہ ان مین سے چند روایتین یہان نقل کردین اگرچہ اُن روایتونکو پڑھکے کسی مسلمان کا دل خوش نہین ہونے کا پھر بھی وہ اپنی خداداد عقل سے اسبات کو تو اچھی طرح سمجھ لیگا آیا ایسے الفاظ خواہ براہ راست ہون یا نہون کسی مسلمان کی قلم سے کبھی نہین نکل سکتے یا ایک مسلمان کا دل گوارا کرسکتا ہو کہ ان الفاظ کو ہمیشہ دہرایا جائے اور پھر مجموعون مین لہک لہک کے پڑہا جائے۔ ہم اسکا انصاف محض ناظرین پر چھوڑتے ہین اور آئندہ اسپر اپنی کچھ رائے نہین دینگے۔

حضرت فاطمہ زہرا و حسنین کا دلدل پر گشت لگانا

شیعی معتبر روایتون مین موجود ہو کہ جب حضرت صدیق اکبر خلیفہ ہوگئے اور مسلمانون نے آپکے ہاتھ پر بیعت کرلی تو حضرت علی کو سخت رنج ہوا اور آپنے چاہا مسلمانون کو ابوبکر صدیق سے توڑلیا جائے چنانچہ ارادہ کی تکمیل کے لئے آپنے حضرت بی بی فاطمہ زہرا کو دُلدل پر سوار کراکے اور حسن اور حسین کو ساتھ کرکے کہا کہ گھر گھر پھرو اور مسلمانونکو ابوبکر کے خلاف آمادہ کرو۔ چنانچہ ساری رات حضرت سیدہ

پھرتی رہین اور اسیطرح دربدر پھر کے تمام رات گزار دی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین چھوٹے چھوٹے تھے یہ ننے ننے بچے اپنی والدہ ماجدہ کیساتھ شب بھر دربدر پھرتے رہے۔

حضرت فاطمہ نے مجمع مین حضرت عمر کا گریبان پکڑا

جب حضرت فاطمہ نے یہ سنا کہ تجہیز و تدفین کے بعد مسجد مین اصحاب کا مجمع ہوا ہی آپ فوراً مجمع مین تشریف لے آئین اور زمین فدک کا مطالبہ کیا اور مطالبہ نہایت سختی کیساتھ کیا گیا اسی اثنا مین گفتگو زیادہ بڑھ گئی جناب سیدہ نے حضرت عمر کے گریبان مین ہاتھ ڈالدیا اور جھٹکے دیئے اور ساتھ ہی خوب کھینچا تانی ہوئی تعجب ہی کہ شیعون کی اصح الکتب مین یہ روایت موجود ہی۔

کتاب کامل مین ایک شرمناک روایت

عام طور پر اس روایت کو تسلیم کیا گیا ہی کہ شیخین نے اپنا گھر بار چھوڑ کے جو سول کریم کیساتھ مدینہ مین ہجرت کی تھی اسکا سبب یہ تھا کہ ابوبکر و عمر دونون حضرت بتول یعنی فاطمہ زہرا کے پرتنویر جمال پر فریفتہ ہو گئے تھے اور ان ہی کے عشق مین مدینہ تک چلے آئے تھے ورنہ سوا اسکے شیخین کے آنے کی کوئی وجہ نہ تھی یہ اخیر زمانہ تک اسی تاک مین رہے اور اخیر مین دشمن ہو گئے۔

حضرت سیدہ کا خواب

فاضل باقر مجلسی کتاب اسمار والعالم اور تفسیر اہل بیت مین علی ابن ابرہیم قمی اور کتاب ترجمۃ الخواص کا مصنف یہ بیان کرتا ہی۔ جناب سید النسا نے خواب مین دیکھا حضرت رسالتمآب آل عبا کو مدینہ کے باہر اپنے ہمراہ لے گئے ایک ایسی موقع پر پہنچے جہان چشمے بہ رہے تھے اور خرمے کے درخت لگے ہوئے تھے ایک بکری خریدی اور اُسکے کباب کر کے کھائے اور سب کا انتقال ہو گیا۔ یہ خواب دیکھکے حضرت فاطمہ زہرا چونک پڑین اور اُنہین سخت حزن و ملال ہوا علی الصباح حضرت رسالتمآب تشریف لائے اور اپنے سب بال بچون کو ساتھ لیا یعنی بی بی فاطمہ حسن حسین اور علی اس طرح ایک چشمہ پر گئے اور

ایک بکری خریدی اور اُسکے کباب بنائے حضرت فاطمہ زہرا نے دیکھا کہ یہ تو پوری پوری خواب کی تعبیر ہو رہی ہو آپ بہت ڈرین اور خوف کے مارے وہان سے اُٹھ کے ایک مقام مین چلی گئین اور رونا شروع کیا۔ جب کباب وغیرہ تیار ہو گئے تو حضرت رسالت مآب نے اپنی پیاری صاحبزادی کو دیکھا وہان پتہ نہ تہا حضرت بی بی فاطمہ کو یقین ہو گیا تہا کہ بکری کے کباب کھانے ہی سب مرجائین گے اِسلیئے آپ بیتاب ہو ہو کے رو رہی تہین۔ اخیر حضرت رسالتمآب پہنچے دیکھا کہ آپ کی یہ کیفیت ہو آپنے اپنے پدر بزرگوار فخر کائنات سے پوری پوری کیفیت بیان کی شافع روز محشر مناجات باری تعالیٰ مین مشغول ہوئے اتنے مین حضرت جبرائیل علیہ السلام پہنچے اور جس نے بی بی فاطمہ کو خواب مین ڈرایا تہا وہ اصل مین شیطان تہا۔ اُسے گرفتار کر کے حاضر کیا۔ اور اُسے سزا دی۔

حضرت فاطمہ زہرا کے مکان کو حضرت فاروق کے آگ لگانے کی حکایت

رسالہ طعن الرماح اور ابرام مطاعن خلفا مین تاسی کنتوری لکھتا ہے کہ حضرت فاروق یعنی حضرت عمر نے جب وہ علی کو پکڑنے گئے اور وہ نہ نکلے تو گہر مین آگ لگا دی اور جلتا ہوا دروازہ حضرت فاطمہ پر گر پڑا اس سے حمل ساقط ہو گیا۔ دوسری روایت یہ ہو کہ حضرت عمر نے آگ لگانے کی دہمکی دی تہی لیکن آگ نہین لگائی اِس سے زیادہ حضرت بی بی فاطمہ کی ایک اور بہی فحش روایت ہو جو مین ہرگز بیان نہین کرون گا کیونکہ میرا کلیجہ کانپا جاتا ہو اور وہ غلیظ اور شرمناک الفاظ میرے قلم سے نہین نکلتے۔

علل الشرایع مین شیعی شیخ المشائخ نے لکھا ہو جب حضرت عمر کو فاطمہ زہرا کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ ابوبکر کے ساتھ حضرت علی کے پاس تعزیت کے لیئے آئے اور خوب روئے اور حضرت سے کہا آپنے ہمین جنازہ فاطمی پر اِسی طرح نہین بلایا جسطرح آپنے حضرت رسالتمآب

کے وقت نہین بلایا تہا اور تونے یون ہی ٹالدیا تہا اور ابوبکر سے کہا تہا کہ ممبر غیر سے تجھے کیا تعلق اِن ساری باتون سے پایا جاتا ہو کہ تیرے دل مین ہماری طرف سے کدورت وغبار بڑہا ہوا ہو۔ حضرت علی نے جواب دیا اگر مین شرعی قسم کہاؤن گا تو تم یقین کرلوگے ابوبکر و عمر نے کہا ہان یقین کرلینگے۔ حضرت امیر مسجد مین آگئے اور کہا کہ دو امر مانع تھے جسنے مین نے تمہین نہین بلایا اول تو یہ حضرت رسالتمآب نے وصیت کردی تہی کہ میرے غسل مین غیر کا ہاتھ نہ لگے اور دوسرے حضرت بی بی فاطمہ اپنے جنازہ کی نماز کی بابت کہگئی تہین کہ غیر شخص میرے جنازہ کی نماز نہ پڑہائے اور یہ جو حسین نے حرکت کی کہ تیرا (یعنی صدیق اکبر) دامن پکڑکے ممبر پر سے گھسیٹ لیا اِس کی وجہ یہ تہی کہ حضرت رسالتمآب اِس سے محبت بہت کیا کرتے تہے اور یہ آپکے کندہون پر نماز کے وقت چڑہ جاتا تہا اِس سبب سے اِس نے ایسا کیا۔ دونون نے حضرت علی کی باتون کو مہلات سے شمار کیا اور دونون نے یہ صلاح کی کہ قبر فاطمہ پر نماز پڑہنے کے لئے چلو۔ حضرت علی کو اِن باتون پر غصہ آیا کہ جب مین شرعی قسم کہا چکا پہر کیا وجہ جو اِن دونون نے نہ مانی۔ ذوالفقار حیدر نیام سے نکلنے ہی کو تہی کہ اور صحابہ بیچ مین آگئے ورنہ حیدر کرار عمر فاروق کی گردن اُڑا دیتے اور مقاتلہ عظیم صحابہ مین پڑجاتا۔

حضرت عمر کی فاروق کے ہاتہ سے جرأت اور استقلال

مجتہد جالسی ذوالفقار مین یہ عجیب روایت بیان کرتا ہو کہ فاروق[1] علی کے مکان پر آئے اُنہین باہر نکلنے کو کہا وہ نہ نکلے دروازہ جلاکے اندر گھسگئے اور علی کو پکڑکے لے آئے یہ دیکہہ کے بی بی فاطمہ بہی باہر چلی آئین وہ حمل سے

[1] حیث قال وبعث الی بیت امیر المؤمنین علیہ السلام لما امتنع من البیعۃ فاضرم فیہ النار وفی فاطما وجماعۃ بنی ہاشم واخرجوا علیا کرہا وکان معہ الزبیر فی البیت فکسر اسیفہ واخرجوا من الدار من اخرجوا وضربت فاطمۃ علیہا السلام فالقت جنینا اسمہ محسن ۱۲

تھین اور اُنکے شکم مبارک مین محسن تہا ضرب سے حمل ساقط ہوگیا اور محسن پیٹ سے نکل پڑا پھر کتاب اثبات الحق والا اِس روایت پر یہ اور زیادہ کرتا ہی کہ عمر فاروق نے حضرت بی بی فاطمہ کے پہلو کی ہڈیان توڑ ڈالی تھین پھر کتاب تجہیز بحیش مین لکھا ہی کہ عمر فاروق نے خانہ زہرا مین آگ لگادی اور نہایت رُسوائی سے حضرت امیر کو باہر نکال دیا۔ مگر شیخ چلپی کتاب کشف الحق مین آگ لگنے سے صاف انکار کرتا ہی بلکہ یہ کہتا ہی کہ آگ لگانے کی تجویز کیگئی تہی۔ کتاب عماد الاسلام مین فاضل جالسی نے سکوت کیا ہی۔

اِس واقعہ کے متعلق ایک اور روایت

ابو منصور طبرسی صاحب احتجاج کی روایت کتاب بحار مین یہ بیان ہوئی ہی کہ جب خلیفہ ثانی نے بلند آواز سے کہا کہ اگر امیر المومنین گھر سے باہر نہ نکلے تو مین اُنکا گھر جلادونگا صحابہ کا رنگ یہ بات سُنکے تبدیل ہوگیا خلیفہ ثانی نے کہا شاید تم نے یہ گمان کیا کہ میرا ایسا کرنے کا ارادہ ہی حالانکہ میرا یہ مقصود نہین تہا صرف تہدید کے طور پر مین نے یہ کہا تہا۔ پھر حضرت علی نے ایک شخص کی معرفت حضرت عمر کے پاس پیغام بہیجا کہ مین قرآن مجید کی آیتین جمع کر رہا ہون اور کچھ مجھ تالیف بہی کرنا ہی اور مین نے قسم کہائی ہی کہ جبتک یہ کام پورا نہ کرلونگا باہر نہین نکلنے کا نہ کوئی دوسرا کام کرونگا۔

آگ لگانے کی نسبت اور بہی بہت سی روایتین ہین جو عمداً قلم انداز کردیگئی ہین کیونکہ اُن روایتون سے حضرت بی بی فاطمہ زہرا کی اور توہین ہوتی ہی نمونہ کیلئے صرف دو چار روایتین کافی ہین تاکہ ہر شخص پورا اندازہ کرسکے کہ ان روایتون کی عقل کے نزدیک کیا وقعت ہی اور انہین دنیا مین کون مان سکتا ہی۔ سوا اسکے اور کچھ بہی نہین کہ باہمی دشمنی نے ایسی روایتون کی تصنیف کا موقع دیدیا اور جب سلطنت مین ایسی ہی روایتون سے رسوخ ہو تو پھر خود بخود دماغ سے تراشی جائینگی۔

معاملہ فدک | فدک کے قصہ کو اسقدر چمکایا ہی کہ اُسکی کوئی انتہا نہین رہی وہ وہ جدید باتین پیدا ہوئی ہین کہ تعجب ہوتا ہی۔ یہان طرفین سے جواب دہی مین جو موشگافیان کیگئی ہین اُنکی کوئی حد نہین رہی اور اس معمولی بات کیلیے سنّی اور شیعی کتابون کے صفحے کے صفحے سیاہ ہین ایک چھوٹے سے قطع زمین پر یہ سارا جھگڑا ہی۔ ممکن ہو کہ حضرت بی بی فاطمہ نے اپنے پدر بزرگوار کا سمجھکے اسکو اپنے قبضہ مین لانا چاہا ہو اور حضرت ابوبکر صدیق نے اس بنا پر انکار کردیا ہو کہ انبیا علیہم السلام کی میراث نہین بٹا کرتی اتنا تو قرین قیاس معلوم ہوتا ہی باقی جسقدر ہی وہ کہانی ہی۔ یہ ہمارا ایمان ہی اور تمام عربی تاریخین جن مین حضرت فاطمہ زہرا کا حال ہی اسبات کی شاہد ہین کہ آپ عالی ظرف بی بی تہین اور آپسے زیادہ فیاض اور سخی خواتین اسلام مین مشکل سے نکلین گی۔ آپنے بعض شیعی روایتون کے بموجب چکی پیس پیسکے بھوکو نا کھلایا ہی۔ تمام دنیا کی دولت اُن کیلیے موجود تھی اگر وہ ذرا بھی اُن کی خواہش کرتین شیعی قول کے موافق حضرت جبرائیل بھی آپکے پاس آیا کرتے تھے۔ آپسے زیادہ صابر و شاکر۔ فیاض عالی حوصلہ سخی دنیا مین مشکل سے نکلیگا۔ آپ کی والا صفات ذات سے یہ ساری باتین بعید ہین آپ ایک قطع زمین پر لو فرضنا وہ آپسے بجبر چھینا گیا ہرگز پریشان ہونے والی نہین اس جیسے دس قطعونکی بھی آپکو پروا نہ تھی۔ آپ کو اپنے باپ سرور دوجہان سے کامل عشق تھا وفات کے بعد آپ بہت کم زمانہ حیات رہین اور اسی غم مین عالم جاودانی کو سدھار گئین۔ آپکی ہرگز یہ آرزو نہ تھی کہ میرا باپ مرجائے اور مین اُسکے مال پر اُسکے صحابہ سے جھگڑا کرون۔ غم واندوہ سے آپکو فرصت ہی کہان تھی کہ اور خیالات لینے دینے کے آتے کوئی شبہ نہین جب ہم تاریخی حیثیت سے آپکے حالات زندگی کو دیکھتے ہین تو جو باتین آپکی نسبت مشہور کی گئی ہین وہ بالکل فرضی ہین اور آپ کی معاشرت کے ساتھ ہرگز چسپاں نہین ہوتیں

ہوسکتین۔ مذہبی روایتین اور اُنکے عقاید خواہ کچھ ہی کیون نہ ہون لیکن ذاتی حالات تقدس اور بے مثال بزرگی۔ عظمت اور دبدبہ۔ عالی ظرفی اور دریا دلی اور سابقہ ہی بنت رسول مقبول ہونا اس امر کی شہادت نہین دیتا کہ آپسے ایسی باتین سرزد ہون۔ حاشا وکلا ایسا کبھی نہین ہوا اور نہ ہوسکتا تھا۔ ہم ہر قوم یا اُسکے ہر فرد کے حالات مروبوم محسوسات قومی قومی تمدن اور قومی معاشرت سے جانچینگے اور وہ باتین جو اہل ہند کی ذات کے سابقہ چسپان ہوتی ہین اُن کو کسی مذہبی پیشوا نے اگر اہل عرب کے سابقہ نسبت دیدیا تو ہرگز نہین تسلیم کرینگے خواہ اُن روایتون کا قائل کیسا ہی مقدس اور سچّا گنا جاتا ہو۔ اب بھی عرب مین یہ کیفیت موجود ہی کہ ایک غریب بدو اپنے مہمان کے لیئے اپنا ذبح کردے گا اور اُسے خوشی ہوگی کہ مین نے بہت بڑا فرض ادا کیا۔ اُنکے جوش حمیت کی بھی وہی کیفیت ہی اور اُن کی غیرت اور شجاعت بھی جون کی تون موجود ہی۔ ان بدیہی باتون سے کون انکار کرسکتا ہی اور ان روزمرہ کے مشاہدون کو کون جھٹلا سکتا ہی۔ پھر بھلا جب کوئی روایت حضرت علی شیر دل بہادر کی نامردی اور بے حمیتی کی پائی جائے تو کیونکر یقین کرلیا جائے کہ وہ روایت حضرت علی کی نسبت صحیح ہوگی۔ یہ قیامت تک ممکن نہین ہوسکتا کہ حضرت عمر نہایت ذلت وخواری سے حضرت علی کو مکان مین سے گھسیٹتے ہوئے لائین اور حضرت بی بی فاطمہ کا شیعی روایت کے بموجب معاذ اللہ حمل ساقط ہوجائے اور پھر حضرت علی کچھ نکرسکین ایسے موقع پر کہ اُسکی زوجہ محترمہ کی ایسی بے عزتی ہو نامرد سے نامرد اور بے غیرت سے بے غیرت شخص بھی کم سے کم اپنی جان تو ضرور دیدیگا چہ جائے کہ شیر خدا ان تمام ذلتون اور خواریون کو برداشت کرلے اور ہون تک نکرے۔ این خیال است و محال است و جنون۔

دوسرے بہت بڑی بات یہ دیکھنے کی ہی کہ حضرت علی اور بنت رسول مقبول کی یہ بیعزتی ہو

اور ہزارون مسلمانون مین ایک شخص کو بھی یہ خیال نہ آئے اور وہ حضرت عمر کو یہ ظالمانہ حرکت کرنے دے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ سوائے حضرت علی کے ایک شخص بھی مسلمان نہ تھا اور اگر یہ روایت صحیح مان لین تو پھر حضرت علی کے بھی مسلمان ہونے مین شک ہو کیون کہ اُنھون نے باوجود ذوالفقار ہونیکے بنت رسول اللہ کی مطلق حفاظت نہین کی اور خاتون محشر کو یہ صدمہ عظیم پہنچنے دیا۔ ان سب باتون پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ ایسے واقع کا وقوع ہی ناممکن تھا اور یہ تمام روایتین اُس عظیم دشمنی کا پتہ دیتی ہین جو بعد ازان شیعہ سنیون مین پیدا ہوگئی تھی۔ اور جن روایتون مین جنون۔ بدحواسی۔ دلی دشمنی اور تعصب پایا جاتا ہو۔

معاملہ فدک | فدک کے جھگڑے مین بھی دفتر کے دفتر سیاہ ہین۔ طرفین سے فدک کے غصب کرنے اور نہ کرنے کی بہت سی دلیلین دی گئی ہین ان کل اعتراضون اور اُن کے جوابون کو قلم انداز کرکے جب ہم فدک کی اصلیت کی طرف دیکھتے ہین تو ہمین مطلق پتہ نہین لگتا کہ فدک کیا چیز تھا اور آیا اسکی کوئی اصلیت تھی بھی یا یہ بھی مثل اور روایتون کے کوئی فرضی چیز ہو۔ چنانچہ کلینی اور مجالس شوستری وغیرہ مین فدک کو اختلاف سے بیان کیا ہو۔ کسی روایت مین فدک کو باغ قرار دیا گیا ہو اور کسی مین فدک کو گاؤن مانا گیا ہو کسی مین فدک زمین مزروعہ قرار دیگئی ہے کسی مین بڑا شہر فدک کو بنایا گیا ہو جب ایک ہی معاملہ مین اختلاف روایت کی یہ صورت ہے تو ہرگز نہین سمجھ مین آتا کہ فدک کوئی چیز بھی تھا یا نہین جب ایک ہی بات پر اتنا اختلاف ہے تو وہ بات ہی سرے سے غلط ہو۔ جب تک کوئی خاص چیز متعین نہ کی جائے اسپر بحث کرنی فضول ہو۔

یہ بحث کرنی کہ انبیا کی چیزون یا جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کی وراثت کسے پہنچ سکتی ہو

ایک غیر ضروری سی معلوم ہوتی ہی۔ تھوڑی دیر کے لیے اگر ہم اسے تسلیم کرلین کہ فدک ایک باغ تہا اور علاوہ فدک کے خیبر مین بہی حضرت رسالتمآب کی کچھ زمینین تہین اور یہ بہی فرض کرلین کہ حضرت رسالتماب کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کی وارث آپکی اولاد تہی تو پہر سوال یہ پیدا ہوتا ہی کہ حضرت بی بی فاطمہ زہرا اس جائداد سے محروم کیونکر کیگئین۔ کوئی ثبوت ٹہیک طور پر اس کا نہین ملتا کہ خاتون محشر نے حضرت ابو بکر سے کبہی فدک کا مطالبہ کیا ہو اور آپنے دینے سے انکار کیا ہو شیعی معتبر روایتون سے اتنا پتہ چلتا ہی کہ حضرت فاطمہ زہرا نے ابو بکر سے گرم ہوکے یہ کہا تہا اے ابو قحافہ کے بیٹے کیا یہی انصاف ہی کہ تو تو اپنے باپ کی میراث لے اور مین اپنے باپ کی میراث سے محروم کردی جاؤن۔ کون اسوقت بیٹہا تہا جس نے حضرت خاتون محشر کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے کوئی روایت ایسی نہین معلوم ہوئی کہ آیا حضرت بی بی فاطمہ زہرا نے یہ الفاظ بہرے مجمع مین کہے تھے یا ابو قحافہ کے بیٹے یعنی ابو بکر کے گھر جاکے یہ پتہ چلتا ہی کہ آپکے اس کہنے پر اور صحابہ کی کیا رائے ہوئی تہی اور کیونکر اس دعوے کا فیصلہ ہوا تہا عقل باور نہین کرتی جب حضرت عمر کے ہاتھ سے شیعی معتبر روایتون کے مطابق حضرت خاتون محشر کو یہ صدمہ عظیم پہنچ چکا تہا پہر وہ کس امید پر حضرت ابو بکر سے یہ تقاضا کرنے گئین۔ اور اگر وہ تشریف بہی لے گئین تو حضرت علی نے ایسے سخت دشمنو کے پاس آپکو کیون جانے دیا۔ یہ ساری روایتین اپنے غلط ہونے کی آپ شہادت دے رہی ہین اور ان پر جرح قدح کرنے کی کوئی ضرورت نہین معلوم ہوتی۔

شیخین اور حضرت علی

تمام تاریخی شہادتین اسپر اتفاق کرتی ہین کہ شیخین یعنی حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت علی مین بہت بڑا اتحاد تہا اور اکثر امور سلطنت بغیر حضرت علی کے مشورہ طے نہوتے

تھے۔ حضرت عمر کے وقت مین تو حضرت علی بطور میر منشی۔ صدر اعظم یا وزیر اعظم کے کام کرتے تھے اور جب حضرت عمر بیت المقدس تشریف لیگئے ہین تو گورنمنٹ مدینہ کا چارج حضرت علی کو دیگئے تھے۔ آپ ہی کل امور سلطنت کی انجام دہی فرماتے تھے اور آپ ہی پر تمام معاملات سلطنت کا دارومدار تھا۔ حضرت عمر کے جوان صاحبزادے بھی موجود تھے لیکن اُنکو سلطنت مین مطلق درک نہین دیا اور حضرت علی کے ہوتے کسی دوسرے کو اپنا جانشین نہین بنایا کسی تاریخ سے نہین پایا جاتا کہ حضرت علی اور شیخین مین کبھی کوئی جھگڑا فساد ہوا ہو اور اُس سے باہم بدمزگی تک نوبت پہنچگئی ہو۔ حاشا و کلا کسی روایت مین ایسا نہین دیکھا اور بات یہ بھی ہے کہ ایسا ہو بھی نہ سکتا تھا۔ حضرت علی شیخین کی ہمیشہ مدح کیا کرتے تھے اور شیخین حضرت علی کی۔ یہ تینون باہم شیر و شکر تھے اور اِن مین کبھی کسی قسم کا اختلاف نہ تھا ہمین شیعون کی معتبر کتابون مین جہان باہمی دشمنی کی روایتین ملتی ہین وہان دوستی کی روایتون کا بھی پتہ لگتا ہے۔ شیخین کی مدح مین حضرت علی کے الفاظ پاتے ہین جن سے ہم یہ اندازہ کرسکتے ہین کہ پہلے شیعی مذہب کا یہ رنگ تھا کہ وہ کسی صحابی کو برا نہ کہتے تھے بلکہ حضرت علی کو سب سے افضل جانتے تھے جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہین مگر جون جون زمانہ گزرتا گیا اور اسلامی یک جہتی اور انصاف کا پیرہن چاک ہوتا گیا قومی دشمنی بڑہتی گئی اور بڑہتے بڑہتے اِس نے سخت تعصب کا جامہ پہنکے ہزارہا طوفان بپا کے کھڑے کردیئے ایک ہی کتاب مین ایک جگہ حضرت علی کی زبان سے شیخین کی تعریف ہو رہی ہے اور اسی کتاب مین دوسری جگہ حضرت سے گالیان دلوائی جارہی ہین۔ یہ عجیب گومگو کا معاملہ ہے گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔

ہم خاص شیعی کتب دینیات سے اِن چند روایتون کا انتخاب کردیتے ہین جو حضرت حیدر کرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شیخین کی تعریف مین بیان فرمائی ہین تاکہ معلوم ہوجائے

کہ قدیم شیعی راوی کیسے ایماندار تھے اور اُنہین سچی روایتین کیسے بہم پہنچ جاتی تہین ان دونون کا زمانہ وہ ہی کہ جب نہ لفظ "سنی" ایجاد ہوا تہا اور نہ لفظ شیعہ تراشا گیا تہا سنی کا لفظ پانچوین صدی نبوی کے اختتام پر ایجاد ہوا ہی اور شیعہ کا لفظ چھٹی صدی نبوی کے آغاز مین اس سے پہلے اگرچہ ان مین ملکی لڑائیان ہوچکی تہین لیکن باہم مذہبی دشمنی نہ پیدا ہوئی تہی۔ عام طور پر خلفائے بنی اُمیہ کو غاصب خیال کیا جاتا تہا لیکن دائرہ اسلام سے کسی کو بہی خارج نہین کیا تہا۔ یزید کے بدکار۔ شرابی۔ فاسق اور ظالم ہونے مین شبہ نہین

حضرت امام حسین

لیکن حضرت سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُسے بہی تو کافر کے لفظ سے نہین پکارا۔ ہان یہ ضرور تہا کہ کربلا جانے سے پہلے مدینہ منورہ مین آپ اُسکے چال چلن کی برائیان کیا کرتے تہے۔ اور آپ کو اس کی یہ شرمناک معاشرت سخت بُری معلوم ہوتی تہی۔ ایک دن حضرت امام حسین علیہ السلام بہرے مجمع مین اُسکی بُرائی فرما رہے تہے کہ ایک شخص نے کہڑے ہوکے کہا حسین مین نے یزید کو ہمیشہ آپ کی تعریف کرتے سنا ہی اور آپ اُسکی بُرائی کیا کرتے ہین تو آپنے بیساختہ یہ جواب دیا جیسا وہ ہی مین اُسکی نسبت کہتا ہون اور جیسا مین ہون وہ میری نسبت کہتا ہی یہ ایسا لطیف اور منطقی جملہ تہا کہ حاضرین جواب سنکے بہت خوش ہوئے امیر معاویہ نے باوجودیکہ کئی ہزار درہم کا قرض اُن کا امام حسن پر تہا پہر بہی جب وہ مدینہ آیا کرتے تہے تو علاوہ ہدیون کے ہزارون اشرفیان حضرت امام حسن کو دیجاتے تہے۔ سلطنت کے معاملہ مین لڑائی ہونی کچہہ ان ہی مین نئی بات نہ تہی۔ دنیا کی بڑی بڑی متمدن قومین جو اُس وقت موجود تہین اور جو پہلے گزر چکی تہین سلطنت کے معاملہ مین خوب لڑچکی تہین اور اسکو تمدن کا لازمی نتیجہ جانتی تہین۔ اب بہی یہی کیفیت ہی متمدن اور مہذب یورپ ملک گیری کے خیال مین لاکہون بندگان خدا کا خون بہانا کوئی وحشیانہ خلاف انسانیت تمدن

حرکت نہین سمجھتا یہ انسانی ذات مین ودیعت ہوا ہو کہ دوسرون پر حکومت کرے اور خود کبھی محکوم بنکے نہ رہو اس انسانی مادّہ نے بہت کچھ خون کی ندیان بہائی ہین اور لاکھون گھر بے چراغ کئے ہین۔ اخیر صحابہ بھی آدمی تھے اور اُنہین بھی وہی اتفاقات پیش آئے تھے جو ہمیشہ اولوالعزم انسانون کو اپنی زندگی مین پیش آیا کرتے ہین جو کچھ اورون نے کیا وہی اُنہون نے کیا اور بحیثیت انسان ہونیکے اُنہین ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔ اس مین کوئی شبہ نہین کہ حضرت امام حسن نے ایک عظیم سلطنت پر جو کسریٰ اور قیصر کی سلطنتون سے بھی بڑی تھی لات مار کے گوشۂ نشینی اختیار کرلی تھی اور امیر معاویہ کو کل سلطنت سونپ دی تھی لیکن سب کی طبیعت یکسان نہین ہوتی حضرت امام حسین نے اپنے بڑے بھائی کی اس حکمت عملی کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور خود اپنے باپ کی خلافت حاصل کرنی چاہی چونکہ آپ کا طریقہ حصول خلافت خلاف مصلحت تھا اور بغیر رشتہ داروں کے مشورہ اور صلاح کے اپنی اکیلی رائے پر نہایت ضد سے ایک معاملہ کیا آپ اُس مین کامیاب نہین ہوئے اور دوسرے دعویداران سلطنت کی مقابلہ مین وطن سے دور نہایت بیکسی کی حالت مین شہید ہوگئے۔ آپکی شہادت وہ مردانہ شہادت ہوئی ہو جو قیامت تک یادگار زمانہ رہے گی اور جبتک ایک فرد بھی اسلام کا موجود ہو آپکی شجاعت کی دھاک دنیا مین ہمیشہ شجاعان عالم کو نیا سبق پڑھاتی رہیگی۔

حضرت امام حسین اول درجہ کے بہادر صادق الوعد اپنی بات کے پورے اور دنیا کے بہادرون کے سرتاج تھے آپ کو اپنے والد کی جنگجو روح کا پورا حصہ ملا تھا لیکن آپ کو اپنے پدر بزرگوار کی طرح معاملات سیاسی مین زیادہ تجربہ نہ تھا آپ سوائے مختلف جنگون مین شریک ہونیکے اپنی زندگی مین کہین کے عامل بنا کے نہین بھیجے گئے۔ معاملات سیاسی کے تجربہ حاصل کرنے کا آپکو کبھی موقع نہ ملا تھا۔ آپ انتہا درجہ سعادتمند اور فرمانبردار فرزند

تھے۔ جب حضرت عثمان کی محلسرے کو باغیون نے گھیر لیا ہی تو آپ اپنے بڑے بھائی امام حسن علیہ السلام کے ساتھ حضرت عثمان کی حفاظت کیلئے بھیجدیئے گئے تھے حضرت علی نے حکم دیا تھا کہ دروازہ مین سے کسی کو داخل نہونے دین کئی بار مفسدون کو غول کے غول آپ پر حملہ آور ہوئے لیکن کسی کی مجال نہین ہوئی جو ایک قدم بھی آگے بڑھا سکتا اس کشمکش مین آپ مجروح بھی ہوگئے لیکن کسی کو ایک قدم آگے نہ بڑھنے دیا۔ یہ تھی شجاعت اور یہ تھی اطاعت جسکی مثال دنیا کی تاریخ مین بہت کم ملتی ہی اگر آپکا سیاسی دماغ بھی ایسا ہی زبردست ہوتا تو ضرور آپ کامیاب ہوجاتے اور یقیناً یزید معزول کردیا جاتا۔ کاش آپ اپنے بھائیون کا مشورہ مان لیتے تو یہ حادثہ عظیم کبھی واقع نہوتا اور نہ اسلامی دنیا صدیون تک آپکی بے بسانہ شہادت کا ماتم کرتی یہی حضرت علی کی بھی کیفیت تھی اگرچہ آپ حضرت عمرؓ کے وزیر اعظم رہچکے تھے لیکن جوش شجاعت نے کبھی آپ کو معاملات سیاسی کے اہم مسایل مین غور وخوض کرنے کا موقع نہین دیا۔ آپ اپنی ذوالفقار پر بھروسہ کرتے تھے اور اس بھروسہ مین آپنے ہمیشہ معرکہ جنگ مین کامیابی حاصل کی لیکن سلطنت کی اندرونی حالت خراب ہوتی رہی اور ہوتے ہوتے یہانتک نوبت پہنچی کہ اکثر صوبے خودمختار ہوگئے اور جسوقت آپ شہید ہوئے ہین آپ کی حکومت بہت ہی محدود رہگئی تھی اور شاید حجاز کے سوا اور کہین بھی آپکا رعب نہین تسلیم کیا جاتا تھا۔ خود آپکے بھائیون نے جنہین آپنے گورنر بناکے مختلف صوبجات مین روانہ کیا تھا آپسے سرکشی کی اور لوگون کو لوٹنا شروع کردیا جنہین آپنے پے درپے سخت خطوط لکھے اور اخیر مین یہ لکھدیا کہ اگر تم اپنی بداعمالی سے باز نہ آؤگے تو مین تمپر جہاد کرونگا۔ اور میری ذوالفقار تمہاری ان بے عنوانیون کا فیصلہ کردیگی۔

حضرت ہی کا خط اپنے چچازاد بھائی کے نام نہج البلاغۃ جیسی مستند اور معتبر کتاب مین جو شیعی مذہب مین خود

حضرت علی کی تصنیف سے اور مثل قرآن بلکہ افضل از قرآن مانی جاتی ہو بہت سے خطوط حضرت علی کے نقل ہوئے ہین جن مین سے بعض یہان ہم نقل کرتے ہین۔ چنانچہ حضرت علی لکھتے ہین "میں نے تجھ اپنی امانت مین شریک کیا تھا اور تجھ اپنا جامہ و ستر لباس بنایا تھا مین اپنے کنبہ مین تجھسے زیادہ معتمد نہین جانتا تھا کہ تو میرا غمگسار اور رفیق ہوگا اور میری امانت ادا کریگا پھر دوسرے خط مین حضرت امیر فرماتے ہین" جب تجھ نے دیکھا کہ میرا چچازاد بھائی

---

۱ اما بعد فانی اشرکتک فی امانتی وجعلتک شعاری وبطانی ولم یکن فی اھلی رجل اوثق منک فی نفسی اواساتی وموازرتی واداء الامانۃ ۲ فلما رأت زمان علی ابن عمک قد کلب والعدو قد ربض والامانۃ الناس قد ضربت وھذہ الامۃ قتلت شعرت قلبت لابن عمک ظھر المجن ففارقت مع المفارقین وخذلت مع الخاذلین وخنت مع الخائنین فلا ابن عمک والیوم ولا الامانۃ ادیت وکان لم یکن اللہ ترید بجھادک وکان لم تکن علی نیۃ من ربک وکانک تکید ھذہ الامۃ عن نیاھم وتنوی عن عزتھم عن فیئھم فلما امکنتک السرۃ فی خیانۃ الامۃ اسرعت الکرۃ وعاجلۃ الوثبۃ واختطفت ما قدرت علیہ من اموالھم المصونۃ لارامل ھم وایتامھم اختطاف الذئب الازل وامیۃ المغزی الکبیرۃ فحملت الی الحجاز وجبت الصدر تحمل غیر تنا ثم مضیت کانک لا بالک احرزت الی اھلک تراثک من ابیک وامک فسبحان اللہ اوما تؤمن بالمعاد اوما یخاف من نقاش الحساب ایھا المعدود ممن کان عندنا من ذوی الالباب کیف تسیغ طعاما وشرابا وانت تعلم انک تاکل حراما وتشرب حراما وتبتاع الاماء وتنکح النساء من اموال الیتامی والمساکین والمومنین والمجاھدین الذی افاء اللہ علیھم ھذہ الاموال واحرزھم ھذہ البلاد فاتق اللہ وارد الی ھؤلاء القوم اموالھم وانک ان لم تفعل فامکنی اللہ منک لاعذرن الی اللہ فیک ولا ضربنک بسیفی الذین ما ضربت بہ احدا الا دخل النار ۱۲

(یعنی حضرت علی) مصیبت مین شوریدہ سر ہو اور دشمن ہنسنے ہونے کیلئے آمادہ ہے اور آدمیون کی امانت مین خرابی واقع ہوگئی ہے اور یہ اُمت خونریزی مین پڑگئی ہو تو تونے مصیبت مین اپنے چچازاد بھائی سے پیٹھ پھیرلی اور جدا ہونے والون کے ساتھ تو بھی جدا ہوگیا اور چھوڑنے والون کے ساتھ تونے بھی اُسے چھوڑدیا اور اُسکے ساتھ دغا کرنے والون کی ہمراہی مین تونے بھی دغا کی پس تونے اپنے چچازاد بھائی (یعنی حضرت علی) سے غمخواری کی اور نہ امانت ادا کی گویا تجھکو کبھی مرنا ہی نہین اور نہ خدا کو منہ دکھانا ہو اور گویا تو اِس اُمت کو فریب دے رہا ہو اور تیری نیت ہو کہ اُن کی غفلت سے فائدہ اُٹھاکے اُنکا مال غنت ربودکرلون۔ اِس بناپر تونے محض دغابازی سے حملہ کیا اور تونے اُن پر تاخت وتاراج کرکے جو کچھہ تیرا قابو چڑھا لے اُڑا جو مال تونے اُڑایا ہو وہ اُمت مرحومہ کی، رانڈون اور یتیمونکے لئے رکھا تھا۔ تونے مال اِسطرح لیا ہے جیسا بھیڑیا اُستخوان شکستہ اور خون آلود بکریون کو لیجاتا ہو۔ تو یہ مال خوشی خوشی حجاز کی طرف لئے جاتا ہو۔ تجھکو گناہ کا کچھہ خوف نہین ہو۔ یہ مال تونے اِسطرح سے گھر مین لیجاکے رکھا ہو۔ گویا تجھے اپنے مادر پدر کی میراث ملی ہو۔ پاکی اللہ ہی کیلئے سزاوار ہو مین پوچھتا ہون آیا آخرت پر تیرا ایمان نہین ہو اور آیا تو حساب کنندہ سے نہین ڈرتا۔ لقمے اُڑائے جاتا ہو اور یہ نہین سمجھتا کہ حرام کا مال کھا رہا ہون۔ لونڈیان دھڑاکے سے خرید رہا ہو اور نئے نئے نکاح کررہا ہو اور اِس عیاشی مین یتیمون مسکینون اور مسلمانون کا مال اُڑاتا ہو۔ یہ مال اُنکا ہو جنکے لئے خدا نے شہرون کو آباد کیا ہو۔ خدا سے ڈر اور جن لوگون سے بجبر تونے مال لیا ہو اُن کا مال واپس دیدے اگر تونے ایسا نہ کیا تو مین تجھپر حملہ کرون گا اور پھر میری کوئی ذمہ داری نہین رہنے کی مین اپنی تلوار سے تیری گردن اُڑاؤن گا اور میری تلوار جس کی گردن پر چلتی ہو وہ فی النار ہوجاتا ہو۔"

اور بھی کئی اس قسم کے رقعے ہین جو ہم نے عمداً قلم انداز کر دیے ہین۔ اس قسم کے خطون سے حضرت علی کی ایک قسم کی مجبوری۔ افسوس اور پریشانی پائی جاتی ہی۔ آپ نے خلیفہ ہوتے ہی نہایت فیاضی سے صوبون کی گورنری تو اپنے بہانجے بھتیجون کو سونپ دی لیکن بعد ازان آپکو بچتانا پڑا کہ اُن لوگون نے صوبہ مین غدر مچادیا لوگون کا مال مارنا شروع کر دیا اور عیاشی کرنے لگے۔ اگر آپ مین جہانداری کی پوری قوت ہوتی تو ایک معاویہ کیا سو معاویہ مطیع ہوجاتے اور بھائیون کی اگر وہ گورنر بھی بنائے جاتے کیا مجال تھی کہ سرکشی کر سکتے آپ کی خلافت کا زمانہ تقدیر سے پرآشوب اول ہی دن سے تھا اس صورت مین محض ایک خالی شجاعت کام نہین دے سکتی تھی ایک بہت بڑی عالی تدبیر کی ضرورت تھی کاش غلبہ شجاعت آپ پر اتنا نہ ہوتا تو ضرور آپ مین ملک داری کے جوہر آجاتے اور یہ خونریزی جو آپکی خلافت مین خاص صحابہ کی ہوئی کبھی نہ ہوتی اور مسلمان اُسی زمانہ مین یورپ تک چلے جاتے۔ تو بھی اس کہنے سے ہم باز نہین رہ سکتے کہ آپ اعلےٰ درجہ کے عادل اور اُمت مرحومہ کے خیرخواہ تھے اور آپ خود اس بدنصیب فساد پر افسوس فرمایا کرتے تھے آپ کو شیخین سے ایک خاص تعلق تھا اگرچہ یہ ماننا پڑے گا کہ سب سے پہلے آپکی خواہش خلیفہ بننے کی تھی تو بھی آپ دل آزردہ نہین ہوئے آپ قوم کی پسندیدگی پر راضی ہوگئے اور آپنے بھی بطیب خاطر حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت ہی نہین کی بلکہ اُن کے بہت سے کام کو بھی سنبھال لیا۔ آپ ہمیشہ شیخین پر جان فدا کرتے تھے اور جب حضرت عمر بیت المقدس جانے لگے ہین تو آپنے بہت روکا تھا اور جب وہ روانہ ہوئے ہین تو آپ بہت دور تک روتے ہوئے آئے تھے۔

حضرت علی شیخین کی فضیلت بیان کرتے ہین

کتاب قرۃ العینین مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول درج ہی جو آپنے خطبہ مین فرمایا تھا

آپنے ارشاد کیا اِس وقت جب آپ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیرالناس ابوبکر ہین پھر عمر ہین۔ اِس جملہ سے پایا جاتا ہے کہ آپ کو شیخین سے کتنی محبت تھی اور آپ اُنھین کتنا بزرگ سمجھتے تھے جتنی روایتین باہمی دشمنی کی بیان کی گئی ہین یہ سب فرقہ مخالف کی بعد ازان کی تراشی ہوئی ہین ان بزرگون مین دشمنی کا نام نہ تھا اور وہ آپس مین سگے بھائیون کی طرح زندگی بسر کرتے تھے اُن کی مثال دنیا مین ملنی ناممکن ہے بہت سی روایتین مستند کتب تواریخ مین اُنکے باہمی اتحاد کی ملتی ہین جنسے ہم اندازہ کرسکتے ہین کہ وہ ایک دوسرے کیلئے فدائی تھے۔

حضرت شہربانو کا حضرت امام حسین سے نکاح

کامل بہائی کی روایت کے بموجب جب شہربانو مدینہ مین داخل ہوئین تو حضرت عمر نے حکم دیا کہ شہربانو کو رستہ مین بٹھادین اور کل مہاجرین و انصار بانو کے آگے سے گزرین جنھین بانو پسند کرین وہی اُن کا شوہر بنجائے۔ سب سے پہلے عمر گزرے بانو نے پوچھا یہ کون ہے جواب دیا یہ خلیفہ وقت ہے کہا بوڑھا ہے مین اسے پسند نہین کرتی۔ پھر کئی آدمیون کے بعد حضرت امیر علی ابن ابی طالب گزرے شہربانو نے پوچھا یہ کون ہے جواب دیا گیا کہ شوہر فاطمہ دختر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جواب دیا کہ وہ میرے لائق تو ضرور ہے لیکن فاطمہ کے آگے قیامت کے دن مین کیا منہ لیکے جاؤن گی پھر حسن گزرے کہا یہ کون ہے جواب دیا

۱؎ وعن ابراهيم النخعي قال ضرب علقمة بن قيس هذا المنبر وقال خطبنا علي على هذا المنبر محمد الله واثنى عليه وذكر ماشاء الله ان يذكر وقال ان خير الناس بعد رسول الله صلى الله عليه واله وسلم ابو بكر عمر ثم احدثنا بعدهما احداثا الله فيها اخرجه ۱۲

گیا حضرت امیر کے بڑے صاحبزادے حسن ہین بانو نے کہا اسے مین پسند نہین کرتی کیونکہ اسے زیادہ عورتین کرنے کا شوق ہی۔ پھر حضرت امام حسین آئے شہر بانو نے اُنہین پسند کیا اور کہا کہ اِس جوان سے مین شادی کرلونگی۔ حضرت عمر اِس انتخاب سے بہت خوش ہوئے اور آپنے حکم دیا کہ مدینہ کی آئنہ بندی کی جائے اور جابجا نشان اُڑائے جائین۔ پھر حضرت امام حسین کو گھوڑے پر سوار کیا اور عمر نے غاشیہ حسین اپنے کندھے پر رکھکے سارے مدینہ کا چکر لگایا تین روز تک مدینہ مین خوب جشن ہوتا رہا اور اِسکے بعد نکاح ہوگیا۔

اِس سے زیادہ اتحاد کا ہونا ممکن نہین کہ خلیفہ وقت سلطان بحر و بر غاشیہ حسین کندھے پر رکھ کے تمام مدینہ کا چکر لگائے اور خوشی مین تمام شہر کی آئنہ بندی کرائے یہ مثالین دنیا کی تاریخ مین نہین ملتین یہ اتحاد اور محبت جو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مین تھا دنیا مین کہین دوسری جگہ اُسکا پتہ نہین چلتا۔

حضرت امیر کی زرہ اور اُنکی شہادت کا ماتم

حضرت امیر نے ضرورت کیوقت اپنی زرہ کے عوض ایک یہودی سے کچھ روپے لیلئے تھے اور کوئی موقع آپکو ایسا نہ ملتا تھا کہ اُس زرہ کی قیمت دیکے یہودی سے لیلین لیکن حضرت ذی النورین یعنی حضرت عثمان غنی نے اپنے پاس سے قیمت دیکے اُس زرہ کو خرید لیا اور پھر وہ زرہ حضرت علی کو دیدی حضرت امیر زرہ دیکھکے بہت خوش ہوئے اور حضرت عثمان کے بہت ہی ممنون ہوئے۔

جب سعد وقاص فاتح ایران کو حضرت علی کی شہادت کی خبر پہنچی ہی تو اُنہون نے سخت ماتم کیا اور کہا مجھے سخت شرمندگی ہی کہ مین اُس وقت علی کیساتھ کیون نہوا اپنا گریبان چاک کرڈالا اور اپنا منہ پوچ لیا۔ یہ تمام روایتین ہین نہج البلاغۃ جلاء العیون اور بحار الانوار جیسی معتبر اور مستند کتابون مین ملتی ہین۔ اسیطرح حضرت علی بھی کل صحابہ پر جان فدا کرتے تھے اور بالخصوص

شیخین سے تو آپکا خاص تعلق تہا۔ چنانچہ حدیث محمد بن حنفیہ و ابی جحیفہ و حدیث علقمہ و حدیث عبدالملک بن میسرہ و حدیث عبداللہ بن سلمہ اور اسیطرح شیعی راویون کی اور بہت سی حدیثین صاف طور پر شہادت دیرہی ہین کہ حضرت امیر کے دل مین صحابہ کی کتنی وقعت تہی چنانچہ ان راویون کی روایت کے بموجب جب حضرت علی کے کان مین یہ آوازین پہنچین کہ بعض لوگ آپکو شیخین یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے افضل سمجہتے ہین تو آپ بہت ہی ناراض ہوئے غصہ مین آپ کا رنگ تمتما گیا۔ فوراً آپ مسجد نبوی مین آئے۔ اور مسلمانون کو جمع کرکے خطبہ پڑہا اور نہایت جوش مین کہا جس شخص نے مجہپر یہ افترا باندہا اُس کی خبر مین دُرے سے لونگا مین شیخین سے ہرگز افضل نہین ہون میری خوشی اسی مین ہی کہ مجہے خلیفہ چہارم کہا جائے اور بس۔ دوسری شیعی روایت مین ہی کہ حضرت علی نے حضرت صدیق اکبر کی شجاعت کی بہت تعریف کی اور کہا کہ جنگ بدر مین مین رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے سایہ سایہ تہا اور ابوبکر آگے بڑہ بڑہ کے کفار پر حملے کرتے تھے۔ اسی طرح جنگ اُحد مین بہی آپ نے بہی شجاعت دکہائی۔

حضرت امام باقر کا قول صحابہ کرام کی نسبت

شیعی محدثین کی ایک جماعت کی جماعت یہ روایت بیان کرتی ہی کہ ایک شخص نے جناب امام سے دریافت کیا کہ شیخین کی نسبت آپکی کیا رائے ہے آپنے ارشاد کیا کہ مین اُنہین دوست رکہتا ہون سائل نے جواب دیا کہ آپکی نسبت لوگون کا یہ خیال ہی کہ آپ محض خوف سے تقیہ کرتے ہین اور ڈر کے مارے شیخین کی تعریف کرتے ہین حضرت امام نے جوش مین آکے جواب دیا کہ زندگی سے ڈرنا چاہیئے موت سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہین ہی پہر آپ ہشام بن عبدالملک کو جو خلیفہ وقت تہا برا بہلا کہنے لگے اور فرمایا اگر مین خوف کرتا تو اس شخص سے کرتا جو صاحب حکومت ہی یہ شخص اہل بیت کا قائل ہی جب

مین اُسے برملا کہرہا ہون تو شیخین سے جنکی وفات ہوچکی ہی کیا تقیہ کرونگا۔

محمد بن حنفیہ کا قول بابت حضرت عثمان کے

محمد بن حنفیہ کے آگے ایک جماعت حضرت عثمان کی بُرائی کرنے لگی۔ محمد نے جواب دیا تم ایسا نکھو پھر ابن عباس کی طرف خطاب کرکے کہا کہ تجھے یاد ہوگا جنگ جمل مین مین حضرت امیر کے دائین جانب تہا اور تو بائین جانب جب عین معرکۂ جنگ مین یہ خبر آئی کہ اُم المومنین عائشہ قاتل عثمان پر لعنت بھیج رہی تہین حضرت علی نے سنتے ہی کہا مین بہی قاتل عثمان پر خواہ وہ کہین ہو لعنت بھیجتا ہون۔ ابن عباس نے یہ سنکے محمد کی تصدیق کی

یہ کل روایتین ہمنے شیعون کی معتبر کتابون سے نقل کی ہین سنیونکی کتابون کی روایتین ابہی باقی ہین جو ہم آئندہ نقل کرینگے۔ تمام معتبر شیعی کتب مین ایک عجیب لطف پایا جاتا ہی ایک ہی کتاب مین کہین مناقب شیخین درج ہین اور کہین شیخین کو گالیان دی گئی ہین۔ روایتونکے اس اختلاف عظیم سے زمانہ کی نیرنگی اور عقائد کی گوناگونی پائی جاتی ہی۔ اور یہ پتہ لگتا ہی کہ شیعون نے موجودہ عقاید پر کس صورت سے ترقی کی اور وہ اول کیا تہا اور کتنے زینے طے کرنیکے بعد یہانتک پہنچے ہین۔ ہم لکھ چکے ہین کہ سب سے پہلے اُنکا یہ عقیدہ تہا کہ حضرت علی شیخین پر فضیلت رکھتے ہین۔ اسی اثنا مین اس قسم کے سوال ہونے لگے تھے اور لوگ سرگوشی کرنے لگے تھے کہ آیا حضرت علی افضل ہین یا نہین۔ حضرت امام باقر سے یہ سوال کرنا کہ آپ فضیلت شیخین کے بیان کرنے مین تقیہ تو نہین کرتے اسبات کی شہادت دیتا ہی کہ بتدریج شیخین کی بُرائی کے خیالات لوگون مین پیدا ہوتے جاتے تھے اور وہ پریشان سوال کرنے لگے تھے۔ مگر آفرین ہی حضرت امام باقر کہ اُنہون نے ان خیالات اور ان مغویانہ حرکات کی زور سے تردید کی اور برملا ہشام بن عبدالملک کو بُرا کہا اور کہا کہ جب مین اس سے نہین ڈرتا تو شیخین سے جنکی وفات ہوچکی ہی کیا ڈرونگا۔

اسمین ہرگز کلام نہین کہ ائمہ نے بہتیرا چاہا کہ صحابہ ثلاثہ کے نقائص کے خیالات کو ترقی نہ ہو

لیکن یہ امر اُن کی قدرت سے باہر تھا کیونکہ ایک طرف خارجیون کا گروہ حضرت علی اور حضرت حسنین کو برملا گالیان دے رہا ہی اور اُس نے اپنے مذہب کی یہی نشانی قرار دے لی تھی کہ حضرت علی پر مساجد مین تبرا کہا جائے - دوسرے فریق کے خیالات مین اشتعال پیدا ہوہی تھی اور وہ خارجیون کا کلہ بکلہ جواب دینے کیلیے صحابائے ثلاثہ پر نکتہ چینی کرنے لگے تھے گو ابھی یہ نکتہ چینی نہایت تہذیب کے پیرایہ مین کی جاتی تھی لیکن قرن پر قرن گزرنے سے اِس نکتہ چینی مین تعصب کا رنگ ملنے لگا اور ہوتے ہوتے یہانتک نوبت پہنچی کہ وہ نکتہ چینی نہ رہی بلکہ اِسکی جگہ تبرے بازی اور لعن طعن نے لیلی اور پھر کئی صدی کے بعد یہ لعن طعن بازاری گالیونکی صورت مین آگیا اور اب تو افسوس سے دیکھا جاتا ہی کہ گالیان ہی نہین رہین اُن سے بھی ایک درجہ بڑھگیا اور وہ درجہ ایسا ہی کہ اُسکے نام رکھنے کیلیے ہمارے پاس کوئی لفظ نہین ہی -

جب تعصب اپنی حد سے بھی آگے بڑھ گیا تو اور جدید جدید گروہ پیدا ہوئے اور اُنھون نے اپنا اپنا نیا طریقہ ایجاد کیا اِن مین سے ایک گروہ سب سے جدا ہوگیا اور وہ اپنے قدیم مسلک پر آگیا اور بعد اُن اُس گروہ کا نام تفضیلیہ کہا گیا یعنی اِس نے اصحاب ثلاثہ کو بُرا کہنا چھوڑ دیا اور حضرت علی کے افضل ہونے ہی پر قناعت کی - اِس مین ہرگز شک نہین کہ اسلام کو اِن فاسد خیالات نے بہت ہی صدمہ پہنچایا اسلام کے تمام اوامر و نواہی بالائے طاق رکھدیے گئے اور اسلام اصحاب ثلاثہ کے گالیان دینے کے تاریک اور غلیظ دائرہ مین محدود کر دیا گیا - عام طور پر حکم لگایا گیا کہ خواہ کتنی ہی عبادت کی جائے اور کیسا ہی اتقا ہو وہ شخص جہنمی ہی جسکے دل مین صحابائے ثلاثہ کی عداوت نہ ہو اور صبح شام اُن پر تبرا نہ بھیجتا ہو - یہ برباد کن خیالات بڑے غضبناک تھے اُنھون نے نفس اسلام ہی کو صدمہ نہین پہنچایا بلکہ اِس گروہ کے اخلاق کو بھی کھو دیا اور ایسا کھویا کہ تمام دنیا کی مذہبی علما اچھی نظرون سے نہین دیکھتے -

حضرت زین العابدین کی رائے خلفائے ثلاثہ کی نسبت

شیعی معتبر روایت کے بموجب خلفائے ثلاثہ کی نسبت حضرت زین العابدین سے سوال کیا آپنے ارشاد کیا مجھسے کیا پوچھتے ہو خداوند تعالیٰ اپنے کلام پاک مین آپکی تعریف فرماتا ہی کیا تم یہ نہین دیکھتے کہ صحابائے ثلاثہ نے محض اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے اپنا وطن اپنا مال اور اپنے اقربا چھوڑ دیئے تھے خدا تعالیٰ اُنہین کی نسبت ارشاد کرتا ہی اولئک ھم الصادقون لوگون نے کہا پھر انصار کی بابت آپکی کیا رائے ہی جنھون نے اپنے ہان اُتارا اور ہر طرح سے مہاجرین کی امداد کی کہا مین اُنکی بھی تعریف کرتا ہون اور انکی نسبت کلام باری مین ارشاد ہوا ہی اولئک ھم المفلحون مین اُن لوگون کو اچھا سمجھتا ہون جو ان دونون جماعتون رحمت بھیجین اور مہاجرین و انصار کی عداوت اور کینہ سے پاک رہین۔ اسکے خلاف جو کوئی ہوگا گویا اُس نے گمراہی کا رستہ اختیار کیا۔

امام محمد باقر امام صدیق کی زبانی حضرت صدیق کی نسبت یہ رائے نقل کرتے ہین

ایک شخص امام زین العابدین کے پاس آیا کہ مجھسے ابوبکر کی نسبت کچھ بیان کر حضرت امام صاحب نے فرمایا کیا تو صدیق کی بابت مجھسے کچھ پوچھنا چاہتا ہی سائل نے کہا ہان تو اُسے صدیق کے لفظ سے یاد کرتا ہی آپنے فرمایا کہ تیری ماں تجھپر روئے خود حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور کل مہاجرین و انصار نے اُسے ہمیشہ اسی لقب سے خطاب کیا ہی۔ جو شخص اُسے صدیق نہین جانتے کا حق تعالیٰ دنیا و آخرت مین اُسکی تصدیق نہین کریگا۔ تیرا اور ہر مسلمان کا فرض ہی کہ شیخین کا دوست بنے۔

کثیر کا قول

کثیر نے بیان کیا کہ مین نے امام باقر سے کہا آیا شیخین نے کوئی چیز تمہارے حقوق مین سے غصب کی فرمایا اُس ذات کی قسم ہی جس نے قرآن مجید اپنے بندہ محمد پر نازل کیا کہ ذرہ خردل کے برابر بھی ہمارے حقوق سے کوئی چیز غصب نہین کی۔ مین نے کہا مین تجھپر سے قربان ہوجاؤن تو اُنہین دوست رکھتا ہی فرمایا ہان پھر مجھے حکم دیا تو بھی اُنہین دوست رکھیو اور پھر

اپنا ہاتھ اپنی گردن پر رکھا اور کہا کہ اُنکی دوستی سے اگر عاقبت مین تجھپر کوئی عذاب ہو تو وہ میری گردن پر ہی۔ خدا اور رسول مغیرہ بن سعید دنبان سے سخت ناراض ہین کہ شیخین کی مخالفت کا اتہام وہ ہمپر لگاتے ہین کہ لوگون کو ہم سے بدگمانی پیدا ہو۔

حضرت امام باقر کا دوسرا قول | کسی شخص نے آپسے دریافت کیا آیت وزرعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین حق شیخین اور علی مین نازل ہوئی ہی ارشاد کیا ہان۔ سائل نے پوچھا کہ وہ کینہ کیا تھا فرمایا کینہ جاہلیت۔ اولاد تیم۔ وعدی اور ہاشم مین پہلے عداوت تھی لیکن اسلام لانیکے بعد وہ ساری عداوت جاتی رہی اور سب ایک دل ہوگئے۔

عبدالجبار ہمدانی | فاضل عبدالجبار ہمدانی کا بیان ہی کہ حضرت امام صادق ایک گروہ کو رخصت کرنے کیلئے تشریف لائے یہ گروہ مدینہ جاتا تھا آپ ارشاد کرنے لگے کہ اہل مصر کو یہ پیغام پہنچا دینا کہ اُن مین سے جسکا یہ گمان ہو گا کہ مین شیخین سے ناراض ہون گویا اُس نے مجھ اپنا مخالف بنا لیا مین ایسے شخص کو جو میری نسبت یہ گمان رکھے شقی اور مردود سمجھتا ہون۔

محدث طبرانی | فاضل محدث اس امام عالی مقام سے روایت کرتا ہی کہ جب شیخین کی بابت حضرت امام زمان سے دریافت کیا گیا تو آپنے ارشاد کیا مین اُس شخص سے بیزار ہون جو شیخین کو برائی سے یاد کرے اور مین اُسے دوست رکھتا ہون جو شیخین کا دوست ہو۔ دریافت کرنیوالون نے کہا کہ شاید تو تقیہ کی رو سے یہ کہتا ہی اس صورت سے تو مین زمرۂ مشرکین مین ہوا اور تیرے نانا کی شفاعت بھی روز آخر مجھے نصیب نہین ہونے کی آپنے فرمایا اس مین کوئی شک نہین مین تقیہ سے نہین کہتا اگر تیرے دل مین اُنکی عداوت ہو گی تو تو کبھی نہ بخشا جائیگا۔

امام اعظم امام ابوحنیفہ کے شیعی ہونیکے بموجب | امام ابوحنیفہ مدینہ منورہ مین گئے اور امام باقر علیہ السلام کی خدمت مین حاضر ہوئے امام کا بیان ہی مین نے دیکھا کہ آپ اہل عراق کی طرف سے

کہکہ کبیدہ خاطر معلوم ہوتے ہین مجھے حکم دیا کہ تو میرے پاس نہ بیٹھ لیکن مین چونکہ ایک خاص ضرورت کیلئے آپکی خدمت مین حاضر ہوا تہا اسلئے منع کرنے پر بہی بیٹھ گیا اور مین نے سوال کیا کہ شیخین کی نسبت آپکا کیا خیال ہی آپنے فرمایا خدا اُن پر رحم فرمائے۔ مین نے کہا اہل عراق یہ کہتے ہین کہ تو اُن سے بیزار ہی حضرت امام زمان نے جواب دیا کہ یہ محض غلط ہی مجھپر جہوٹا الزام لگایا ہی پہر اُم کلثوم کا قصہ بیان کیا کہ جناب مرتضوی نے بخوشی و خرمی اپنی بیٹی حضرت عمر کے نکاح مین دی تہی۔ مین نے عرض کیا کاش اس مضمون کا ایک خط حضور اپنے دست مبارک سے لکہکے اہل عراق کو بہیجدین تو بہت اچہا ہو جائے امام صاحب نے جواب دیا وہ میری اطاعت نہین کرتے کہ میرے رقعہ کو مانینگے۔

منہام حیری کی روایت | فاضل حیری کہتا ہی مین نے امام باقر سے دریافت کیا کہ تو شیخین کے حق مین کیا کہتا ہی ارشاد کیا خدا کی قسم مین اُنہین دوست رکہتا ہون اور اُن کیلئے استغفار کرتا رہتا ہون کوئی اہلبیت کا شخص ایسا نہین ہی جو شیخین کو بُرا کہتا ہو۔

باقر العلوم کی روایت | فاضل باقر العلوم کا بیان ہی کہ کسی نے امام محمد باقر سے دریافت کیا کہ ایک شخص اہلبیت مین سے مین نے دیکہا کہ شیخین کو بُرا کہہ رہے تہے فرمایا نہین ہائین ایسا نہو معاذ اللہ اہلبیت مین سے ایک شخص بہی ایسا نہین ہی جو شیخین کو بُرا کہتا ہو سب اہل بیت کو اُن سے محبت ہی اور سب نے اُن پر رحم کہایا ہی۔

دوسری روایت | امام باقر علیہ السلام نے عبد اللہ کے جواب مین فرمایا کہ حاجیہ سیف کا کچہہ ڈر نہین ہی کیونکہ ابوبکر صدیق سے اسکا ثبوت ملتا ہی راوی نے کہا تو اسے صدیق کہتا ہی آپنے مکرر فرمایا کہ ہان وہ صدیق ہی جو شخص ایسا اعتقاد نرکہے حق تعالیٰ کو مین مین اُسکی تصدیق نہین فرمائیگا۔

حضرت امام باقر کی رائے حضرت امام جعفر کی زبانی | امام جعفر فرماتے ہین مجھسے امام باقر نے یہ کہا کہ سیدہ النساء فاطمہ زہرا

کی اولاد شیخ کی حسن سیرت اور بزرگی کے قابل ہے اہل بیت مین سے ایک شخص نے اِس سے مخالفت نہین کی ہی۔

سالم بن حفصہ کی روایت

سالم بن حفصہ کہتے ہین کہ مین نے امام باقر اور اُنکے صاحبزادے امام جعفر صادق سے پوچھا تو ہر ایک نے مجھ یہ جواب دیا کہ اے سالم ہم اُنسے محبت رکھتے ہین اور جو اُن سے محبت نہین کرتا ہم اُس سے بیزار ہین وہ ہدایت اور ارشاد کے امام تھے۔

اِسی قسم کی اور بہت سی روایتین ہین جو اصحاب شیعہ کی معتبر کتابون مین ہم ابھی لکھ چکے ہین اِس قسم کی سرگوشیان اُسی زمانہ مین شروع ہوگئی تھین اور یہ سوالات اور سازشین خلفائے ثلاثہ کے خلاف اہلبیت کی کمزوری کی وجہ سے ترقی پذیر ہوگئین اگر اہل بیت صاحب حکومت اور صاحب فوج ہوتے تو اِن مخالفانہ خیالات کی اتنی اشاعت نہوتی غضب یہ ہوا کہ اہل بیت کے حیات ہی مین امامون کی نسبت غلط باتین شایع ہونے لگین جب امامونکی وفات ہوگئی تو گروہ مخالف کو اور بھی ترقی ہوئی لیکن وقت یہ تھی کہ اِدہر تو وہ جھوٹی روایتین اُنکی نسبت مشہور کرتے رہے اور اُدہر سچی روایتون کا انبار نکل آیا جو فضیلت شیخین مین تھی تو اب اُنہین وقت ہوئی کہ اِن متضاد باتون کو کہانتک نبھایا جائے فوراً اُنہون نے اپنی چالبکی سے یہ بیان کرنا شروع کیا کہ یہ کل امام تقیہ کرتے تھے یعنی مروانی خلفا کے ڈر سے جھوٹ بولتے تھے دِل مین اُنکے کچھ تھا اور کہتے کچھ تھے جب اسپر بھی کامیاب نہین ہوئے تو ایسی بے بنیاد روایتین اُنکے نام سے ایجاد کین جنکی وقعت چڑے چڑیا کی کہانی سے زیادہ ہرگز نہین ہوسکتی کاش ایسی روایتین کسی جھوٹے قصہ مین ہوتین تو زیادہ موزون تھین۔ ہم خود ہی اِن روایتونکو مہمل ہونے پر اعتراض نہین کرتے بلکہ جو شخص دیکھے گا خود بول اُٹھے گا کہ ہم غلطی پر ہین یا صحت پر وقت صرف یہ ہی کہ ہم حضرت علی یا اور امامونکو بزدل نہین سمجھتے کیونکہ تاریخی شہادتین ہمارے

پاس ہست ہین اور اگر شہادتین بھی ہون تو کیا اتنا کافی نہین ہوسکتا کہ خود حضرت علی شیر خدا فاتح خیبر اور آپکے بیٹے سب اہل بیت مین سے ہین شجاعت کی سند اس رشتہ سے خود بخود ملسکتی ہے۔ خیر کوئی ضعیف سا ضعیف پہلو بھی ایسا ہی جس سے یہ معلوم ہو کہ حضرت علی اور دوسرے امام نامرد تھے جیسا کہ ہمارے بھائی شیعون کا خیال ہی۔ اگر اہل بیت مین یہ بات نہو کہ وہ جان حق پر قربان کردین اور ننگی تلوارون کے سایہ مین بھی جھوٹ نہ بولین تو پھر صفت اور کس مین ہوسکتی ہی اور مومنون کو جانے دو خود اسلام ہی مین ہزارون بلکہ لاکھون خدا کے بندے ایسے گزرے ہین جو شہنشاہ کے آگے بھی جھوٹ نہین بولے ہین۔ گردنین دیدی ہین لیکن کیا مجال ہی جو خلاف حق ایک لفظ بھی نکلا ہو۔ اس مین شک نہین اُن اماموں کی نسبت بے ایمانی اور دروغ حلفی کا الزام کہنا عقل اور انصاف سے دور ہی اُنہی کے نام لیوا ہوکے اُن ہی کو گالیان دین یہ شان اسلام اور شرافت سے بعید ہی۔ کون شبہ کرسکتا ہی کہ حضرت علی شیر خدا تھے اور کوئی انکار کرسکتا ہی کہ حضرت زین العابدین۔ حضرت محمد باقر اور حضرت امام صادق اور اسیطرح اور امام بھی بڑے ہی بہادر اور غیرتمند تھے اور اُنکی نظیر کم سے کم اسلامی گزشتہ موجودہ دنیا مین تو نہین ملنے کی۔ ہمارا ایمان ہی کہ اُنہون نے کبھی جھوٹ نہین بولا جھوٹ بولنا تو کیسا اُنہین اسکا وہم بھی نہ گزرتا تھا۔

ناظر کو تعجب ہوگا کہ جس کتاب یا کتابون مین سے شیخین کی یہ مدح انتخاب کی گئی ہی اُنہین کتابون مین بے انتہا گالیان بھی بھری ہوئی ہین اور گالیان ایسی فحش ہین کہ تعجب ہوتا ہی اس قسم کی باتین کیون ایسی اعلے درجہ کی کتابون مین درج کیگئی ہین اور بلا سبب کیون اُن معتبر اور پاک کتابون کو بگاڑا گیا جو بعد اُن مثل قرآن سمجھی گئی ہین۔ ہم چاہتے ہین کہ جہان ہم نے ایک ہی قسم کی روایتون کا رنگ کہا یا ہی وہان دوسری قسم کی اختلافی حکایتون کو بھی ناظر کے آگے پیش کردین تاکہ وہ اندازہ کرے کہ بتدریج تعصب مذہبی مین کتنی ترقی ہوئی ہی کہ فاضل مصنفون کو اس کا مطلق خیال نہ رہا

کہ ابھی ہم کیا لکھ چکے ہین اور اب کیا لکھ رہے ہین۔

مامون رشید کا قول بابت شیخین

ایک شخص نے کہا ابوبکر کی افضلیت متفق علیہ روایتون سے مدلل ہی اسلیئے امر نبوی تمامی اُمت پر اقتدائے شیخین کیلئے جبتک فضلیت نہو نہین ہوسکتا یعنی خلافت اور پھر اُمت کا اقتدار کرنا اسی شخص کو سزاوار ہی جو افضل ہو۔ مامون نے جوابدیا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ہزارون روایتین اور حدیثین مروی ہین لیکن ان کل روایتون اور حدیثون مین تین شقین ضرور ہونی چاہئین نہ وہ ان تین شقون سے خالی ہوسکتی ہین کیا وہ کل کی کل حق ہونگی یا کل کی کل باطل یا بعض باطل اور بعض حق۔ اگر وہ کل کی کل حق ہوین تو لازم آتا ہی کہ اپنے تعارض اور تناقص کی وجہ سے باطل ہون اور جب وہ سب باطل ہوئین تو پھر دین کی خرابی لازم آئی اور ملت سید المرسلین برباد ہوا پس ضرورت کیلئے شق ثالث کا قایل ہونا پڑتا ہی۔ غالبًا یہ لازم ہوگا کہ روایت کی حقیقت کا مدار معارضت دلیل عقلی پر ہوا اور جو کچھ تونے ابوبکر کی افضلیت پر استدلال کیا ہے باطل ہی اور ہرگز عقل اُسے باور نہین کرتی۔ اور حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ احکم الحکماء اور بہترین انبیا تھے نہایت بعید ہی کہ اپنی اُمت کو ہر ایک امر محال کا حکم کرین جب لازم باطل ہو تو ملزوم خود بخود باطل ہوگیا۔ اسکی کیفیت یہ ہی کہ شیخین من جمیع الوجوہ متفق تھے یا مختلف تقدیر اول مین چاہیئے کہ جسم وصورت مین بھی متفق ہون اور یہ محال ہی کہ دو فرد انسان اعیان خارجہ مین من جمیع الجہات وبجمیعیات موافق ہون اسلیئے اُن کی اطاعت کرنی تکلیف مالایطاق ہوگی کیونکہ اگر ایک کا اقتدار کرتے ہین تو دوسرے کی مخالفت کرنی پڑے گی اور اُنکے اختلاف پر یہ دلیل ہے کہ ابوبکر سبی اور اہل ردت کے قتل پر متوجہ ہوئے اور عمر رضی اللہ عنہ نے اِسکے خلاف فتوی دیا۔ عمر یہ چاہتے تھے کہ ابوبکر خالد کو قتل مالک بن نویرہ پر معزول کردین لیکن ابوبکر نے اُسے معزول نہین کیا۔ عمر نے متعۃ النساء ومتعۃ الحج کو حرام کردیا لیکن ابوبکر نے ایسا نہین کیا عمر نے دیوان عطا

مقرر کیا لیکن ابو بکر کی خلافت مین اِسکا وجود ہی نہ تہا۔ ابو بکر نے وقت رحلت اپنا خلیفہ آپ نامزد کیا اور عمر نے خلافت کا دارومدار شوریٰ پر رکہا اِسی طرح بہت سی باتون مین عمر نے ابو بکر کی مخالفت کی۔ یہ ہو مامون رشید کی بوسیدہ منطق اور یہ ہو شیخین مین اختلاف۔ جو شخص کچہہ بہی دماغ اور دماغ مین عقل رکہتا ہو وہ جان سکتا ہو کہ یہ اختلاف امور جہانداری اور مصلحت قومی مین تہا اور قدرتاً ایسے اختلاف کا ہونا ہر فرد بشر مین ضروری ہو۔ یہ انتظامی اختلاف دنیا کی کل متمدن سلطنتون مین روز اول سے پایا جاتا ہو۔ ایک زمانہ وہ تہا کہ عرب مدینہ یا اُس سے زیادہ حجاز کی چار دیواری مین مقید تھے اُسوقت اُنکی قانونی اور انتظامی وسعت بہت ہی محدود تہی ایک زمانہ وہ آیا کہ مسلمان کسریٰ اور قیصر کی سلطنتون کو ہڑپ کر گئے اب بمقتضائے جہانداری اُنہین اپنے قوانین مین وسعت دینی پڑی نئے نئے محکمے بنانے پڑے اور نئی نئی عدالتین قایم کرنی پڑین۔ تو کیا اِس وسعت انتظام سے یہ لازم آئیگا کہ ان مسلمانون نے خلفائے راشدین اور معاذ اللہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت کی۔ حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کو اپنا خلیفہ بنایا کیونکہ ابتدا ہی مین وہ آپ کو منتخب کر چکے تھے اور سعد بن سقیفہ مین حضرت ابو بکر نے سب سے پہلے حضرت عمر کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے ہاتھ بڑہایا تہا۔ آپ کی قلیل مدت خلافت مین حضرت عمرؓ ہی امور خلافت کی انجام دہی کرتے تھے اور آپ بطور وزیر اعظم کے تھے۔ مگر حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت یا اپنی حیات مین اپنے جانشین کا انتخاب نہین کیا تہا کیونکہ آپ اچھے گرانڈیل تھے اور آپکے وقت مین چونکہ سلطنت کو وسعت زیادہ ہو گئی تہی اِسلئے آپکو امور سلطنت کے انجام دینے مین بہت کم فرصت ملتی تہی اور آپکی جسمانی طاقت اور صحت اِس امر کی کافی ضامن تہی کہ اگر کوئی اتفاقی حادثہ نہ پڑا تو آپ پندرہ بیس سال اور بہی زندہ رہ سکتے تھے دوسرے سلطنت کی زیادہ وسعت اِس امر پر مصر تہی کہ آپ اپنی طرف سے اپنا کوئی خلیفہ نامزد نکرین بلکہ اہم

امر کو چھوڑ دین اس مدبر اعلے کی یہ بہت بڑی حکمت عملی تہی کہ اسلام مین جمہوری سلطنت قایم کرنا چاہتا تہا اگر یہی طریقہ بعد ازان اسلام مین جاری ہو جاتا تو آج تمام دنیا مین اسلام ہی اسلام نظر آتا۔ اگر اس جدید نظام کا نام کوئی مذہبی اختلاف ہو تو بس سب کچھ بہر بابا پہر ایک ہی مسلمان دنیا مین ایسا نہین نکلے گا جس نے اپنے کامون مین رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے مخالفت نہ کی ہو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو اپنا پائے تخت بنالیا لیکن حضرت علی نے کوفہ کو اسیطرح تمام امور جہانداری مین برابر مخالفت ہوتی چلی گئی۔ اس قسم کی باتین معاملات دنیاوی اور انتظام جہانداری سے تعلق رکھتی ہین ان مین اختلاف کا ہونا لازمی ہے جو حکمت عملی حضرت علی کی تہی وہ حضرت امام حسن کی نہین رہی اور جو حضرت امام حسن کی تہی وہ حضرت امام حسین کی نہین رہی۔ اور وہ بہی کیونکر سکتی ہے جب خداوند تعالے نے سب کے قوائے عقلی یکسان نہین بنائے دوسرے شخص کے زمانہ مین نئی نئی صورتین اور تازہ تازہ واقعات پیش آتے ہین کبہی ممکن نہین ہو سکتا کہ ایک بادشاہ یا خلیفہ کا جانشین لکیر کا فقیر ہو کے بیٹھ رہے اور اپنی خداداد عقل سے مطلق کام نہ لے۔ اور اگر کوئی اختلاف بہی قایم کیا جائے تو اسکا جواب حضرت امام جعفر صادق نے بہت اچہا دیا ہے جسے کلینی نے بروایت علی ابن ابیہ نقل کیا ہے۔

کلینی کی روایت | ابن[1] حازم کا بیان ہے مین نے امام صادق سے اصحاب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] اخبرنی عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقوا علی محمد ام کذبوا قال بل صدقوا قال قلت فما بالهم اختلفوا فقال اما تعلم ان الرجل کان یاتی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیسأله عن المسألة فیجیبه فیها بالجواب ثم یجیبه بعد ذلک بما ینسخ ذلک الجواب فنسخت الاحادیث بعضها بعضا الی غیر ذلک من الروایات۔

دریافت کیا کہ آیا اُنہون نے سید الانبیا پر افترا کیا ہی یا راہ صدق مین قدم زن ہوئے ہین امام نے جواب دیا ہرگز افترا نہین کیا بلکہ راستی کے ساتہ وہ متصف تہے پہر مین نے دریافت کیا اُنکے اختلاف کی وجہ کیا ہی حضرت امام نے جواب دیا ایک شخص حضرت رسالتمآب کی خدمت مین حاضر ہوتا سوال کرتا اور جواب پاتا پہر دوسرے وقت کوئی دوسرا شخص آتا اور وہ اُسی مسئلہ کو پوچہتا تو اُسے دوسرا جواب دیا جاتا کیونکہ پہلا حکم منسوخ ہوچکا تہا بس اسیوجہ سے اختلاف پیدا ہوگیا"

یہ جواب جو کلینی نے امام صادق کا نقل کیا ہی مذہبی پہلو سے بہت اچہا ہی لیکن سورخانہ جواب ہی صحیح ہی جو ہم نے اوپر لکہا ہی۔

خلفا پر الزام | جن کتابون مین خلفا اور بالخصوص شیخین کی تعریف کیگئی ہی۔ اُن ہی کتابون مین یہ الزام بہی خلفا پر لگائے گئے ہین شیخین کی بنائے مذہب کفر و نفاق پر تہی سوائے اُن کے کل صحابا منافق تہے اور اُنہون نے محض ریاست اور طمع دنیا کیلئے حضور انور کے ساتہ ہجرت کی تہی کئی بار شیخین نے آنحضرت کو زہر دینا چاہا لیکن کامیاب نہین ہوئے ان کا تمام جہاد و عبادت محض مکاری کی تہی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اُنہون نے اہل بیت کو تکلیفین دین اور حضرت علی کی کسی امر مین مدد نہ کی۔ اور علی کے حق کو جبراً چہین لیا حضرت علی نے شیخین کی متابعت اور اُن کے پیچہے محض تقیہ اور خوف سے نماز پڑہی تہی یہانتک کہ حضرت علی نے اپنی پیاری بیٹی خوف مین آکے حضرت عمر کے نکاح مین دیدی تہی اور صرف ڈر اور تقیہ سے اپنے بیٹون کے نام ابوبکر و عمر اور عثمان رکھے تہے۔ جو صحابہ سچے دل سے ایمان لائے تہے اُنکا شمار انگلیون پر ہے یعنی ابوذر۔ مقداد۔ سلمان۔ عمار اور جابر اسیطرح اور بہی دو چار تہے باقی سب منافق اور بیدین تہے۔ ان ناگوار باتون نے فریق ثانی کے دلون مین اشتعال پیدا کردی اور پہر اُنہون نے بہی شیعی مذہب پر اعتراض کرنے شروع کئے اعتراضون کا سلسلہ جاری رہا اور اُس نے ایک غیر فانی

عداوت فریقین کے دلون مین قایم کردی جو انتہا درجہ قابل افسوس ہی

رسالہ وسیلۃ النجات مین علامہ دہلوی نوراللہ ضریحہ کسی سائل کے جواب مین مفصل ذیل بیان لکھتے ہین۔ ایک سائل نے آپسے دریافت کیا کہ سنی دعوی کرتے ہین ہمارا مذہب حق ہی اور قرآن مجید کے موافق بھی یہی مذہب ہی شیعون کی تمام کتابین باطل ہین اور ان میں افترا ہی افترا بھرا ہوا ہی اُنکا مذہب مذہب اہل بیت نہین ہی بلکہ مذہب اہل بیت یہی ہی جو ہمارا ہی اسکے مقابلہ مین شیعون کا یہ دعوی ہی کہ قرآن ہمارا مذہب ہی اور ہمارا طریقہ امام جعفر صادق کا طریقہ ہی سینونکی تمام کتابین غیر معتبر اور لغو ہین مین چاہتا ہون کہ آیات قرآنی سے ان باتون کا ایسا جواب دیا جائے کہ کوئی دم نہ مار سکے اور حجت منقطع ہوجائے اور ایسا رستہ بتادیا جائے کہ طالبان حق اسپر عمل کرین اور باطل مذہب سے روگردانی کرکے نجات کی کنجی حاصل کرین۔ علامہ ہادی نے اسکا یہ جواب دیا۔

جواب

اے بھائی اوّل ہر مذہب کی بنا کو دریافت کرنا چاہئے اور ہر فریق کی کتابونکو بالاطاق رکھدے اور جب ہر مذہب کی بنا سے واقف ہوجائے تو اُسے آیات قرآنی سے مطابق کرا و جس مذہب کی بنا محکم اور استوار ہو اُس مذہب کی کتابونکو پڑھ اور اُسپر عمل کرا و جو مذہب بعد تحقیق کے تجھے باطل معلوم ہو اُسکی کتابونکو وساوس شیطانی جان کے اُنکو آب برد کردے اُنکی طرف مطلق توجہ نکر بلکہ اُنکو پارہ پارہ کردے اور یقین کرلے کہ یہ مذہب اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کا نہین ہی بلکہ شیطانی مذہب ہے۔ تجھے سمجھنا چاہئے کہ اہل سنت کے مذہب کی بنا ابوبکر عمر عثمان علی مہاجرین و انصار و اصحاب سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان و تقوی و صلاح پر موقوف ہی۔ ان اصحاب کی تعداد ہزارون پر جاکے تمام ہوتی ہی۔ ان لوگون نے راہ خدا مین جہاد کیا۔ نمازین پڑہین اور حضور انور کے زمانہ حیات مین حمایت کرتے رہے اور بعد وصال رسول مقبول اپنی اپنی خلافتون مین

رہتی اور عدل سے کام لیتے رہو اور اہل بیت کی خدمت کرتے رہو۔ اہل بیت کی محبت اُن کا پہلا کام رہا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ہمیشہ اُن سے میل جول رکھا اور اُنکے ہمراہ کفار سے جہاد کیا اُنکے پیچھے جماعت کی نمازیں پڑھیں اور ہمیشہ اُنکے سانہ نشست و برخواست رکھی اور اُنکے حق میں دعائے خیر کرتے رہو اور اُن کے مناقب اکثر اوقات آپنے بیان فرمائے ہیں لیکن شیعی مذہب کی بنا خلفائے ثلاثہ اور ہزاروں صحابہ کو کافر اور منافق سمجھنے پر ڈالی گئی ہو اُن کا قول ہو کہ کل منافق تھے اور نفاق سے ایمان لائے تھے اور اُن کی ہجرت بھی طمع ریاست اور دنیا پر منحصر تھی اور اُنکا تمام جہاد اور ساری عبادت بالکل ریاکاری پر تھی خدا کے لئے وہ کوئی کام نہ کرتے تھے۔ حضور انور کے وصل کے بعد اُنھوں نے اہل بیت کو تکلیفیں پہنچائیں۔ اور حضرت علی کی کبھی بات نہ پوچھی اور اُسکے حق کو زبردستی چھین لیا حضرت علی کا اُنکے پیچھے نماز پڑھنا اور اُن کی متابعت کرنا محض خوف اور تقیہ سے تھا یہانتک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی بیٹی محض خوف و تقیہ سے حضرت عمر کو بیاہ دی تھی اور اپنے بچوں کا نام ابوبکر و عمر و عثمان تقیہ سے رکھا تھا اور سوائے دو چار کے کل صحابہ منافق اور کافر ہیں (اس عبارت کو گزشتہ صفحوں میں بھی ہم نقل کر آئے ہیں)

جب تو نے دونوں مذہبوں کی بنا کو دریافت کر لیا اب تجھ کو جاننا چاہیئے کہ اہل سنت کی بنائے مذہب آیات قرآنی پر ہو اختصار کے طور پر یہاں چند آیتیں لکھی جاتی ہیں۔ خداوند تعالی فرماتا ہو والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه یعنی سابقین مہاجرین و انصار میں سے جو سب سے پہلے ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے پیروی اور متابعت سابقین کی راستبازی میں ایمان و طاعت کے ساتھ کی خدا اُن سے اور وہ خدا سے راضی ہوئے پھر فرمایا واعد لهم جنت تجری من تحتها الانهار اور خدا نے اُن کے لئے بہشت بنائی کہ اُن کے نیچے یا درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں خلدین فیها ابدا یعنی یہ کل

مہاجرین و انصار اور اُن کی متابعت کرنے والا ہمیشہ بہشت مین رہینگے۔ یہ آیت صاف شہادت دیتی ہو کہ مہاجرین و انصار سابقین کی تعداد بکثرت ہو اور اسیطرح اُنکے بعد اُنکی پیروی کرنیوالون کی تعداد بہت زیادہ ہو۔ ان سب لوگون کو وہی بہشت کی بشارت دیگئی ہو۔ اِس مین کسی طرح کا شک نہین رہا کہ ابوبکر صدیق مہاجرین اولین مین سے ہین کہ ہجرت کے وقت حضور انور کے ہمراہ تھے اور عمر و عثمان علی رضی اللہ عنہم اور بہت سے دیگر مہاجرین اولین مین سے شمار ہوئے ہین اور جو شخص ابوبکر صدیق کو سب سے پہلا مہاجر نہ جانے وہ کافر ہو اِس سبب سے کہ ابوبکر صدیق کی مہاجرت کا انکار کرنا قرآن کی آیت کا انکار کرنا ہو۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہو اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا۔ یعنی جب رسول خدا کو کفار مکہ نے باہر نکالا اِسوقت صرف دو ہی کس غار مین تھے جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا ای ابوبکر صدیق غمگین نہو کہ خدا ہمارے ساتھ ہو۔ پھر آپکی متابعت مہاجرین و انصار نے کی اور برابر حمایت کرتے رہے اور آپ ہی کیلئے خداوند تعالیٰ نے وہی جنت کی بشارت دی ہو اگر تجھے یہ وسوسہ شیطانی دیا جائے کہ اِس آیت کا مفہوم وہ صحابہ ہین جنکی نسبت شیعہ حسن ظن رکھتے ہین ابوبکر اور اُنکی متابعت کرنیوالے نہین ہین جنہون نے محض طمع دنیا سے ہجرت کی تھی تو اُسکا جواب یہ دے کہ محض غلط ہو تمام مہاجرین نے محض ایمان اور خدا کیلئے مہاجرت کی تھی چنانچہ وہ آیت جو قتال کے باب مین نازل ہوئی ہو یہ ہو اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا خداوند تعالیٰ نے اُنہین یعنی مہاجرین کو کفار سے جنگ کرنے کا حکم دیا اِسلئے کہ اُنہین کفار سے بہت تکلیفین پہنچی تھین و ان اللہ علی نصرھم لقدیر یعنی خدا اُن کی نصرت کرنے پر قادر ہو الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ جو لوگ بغیر حق اپنے گھرون سے بے گھر کئے گئے صرف اِسلیئے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہو اور اُنہون نے کوئی جرم نہین کیا تھا کہ اُسکی وجہ سے وہ جلاوطن ہوتے

اِس تمام آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ کل مہاجرین کی ہجرت محض خالصاً للہ تہی دنیا کی طمع کا اِس مین کیا ذکر ہی اِس لحاظ سے کل مہاجرین رضی اللہ عنہم مغفور ہوئے۔

لے بہائی جسکا ایمان قرآن پر ہی تو اُسے یہ دیکھنا چاہئے جب خداوند تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ وہ سب قطعی جنتی ہین تو پہر تمام اعتراضات جو اُنکی نسبت کئے جاتے ہین ساقط ہوگئے اسلیئے کہ حق عالم الغیب ہی اور وہ جانتا ہی کہ فلان بندہ سے فلان وقت بہلائی یا بُرائی کا ظہور ہوگا اور جب اِسنے فرمادیا کہ مین اِس شخص کو جنتی کرتا ہون تو گویا وہ تمام عمر افعال حسنہ کرتا رہا اور لوگونکو اُسکے حق مین طعن و تشنیع کرنے کی کیا وجہ ہی اُن پر اعتراض نہین کیا جاتا بلکہ جناب الٰہی پر اعتراض کیا جاتا ہے گویا معترض کا یہ مدعا ہی کہ خدا نے اِس بندہ کو کیون جنت کی بشارت دی۔ ظاہر ہی کہ اِس قسم کا اعتراض کرنا داخل کفر ہی جس بندہ کو خدا بہشتی کہچکا اِسکی ذات پر کوئی اعتراض کرنا اُسکی کسی قسم کی مضرت نہین پہنچا سکتا اور نہ معترض کے اعتراض سے وہ دوزخی بن سکتا ہی بلکہ اُلٹا اعتراض کرنیوالا کافر ہوجائیگا اِسوجہ سے تمام وساوس شیطانی ساقط ہوجائینگے پہر کوئی ضرورت نہین ہی کہ اُسکا جواب دیا جائے فقط۔

یہ جواب وسوال اور یہ ردو بدل ہی جو مدتہائے دراز سے شیعون اور سنیون مین چلی آتی ہی جسکا نتیجہ سوائے باہمی دشمنی اور عداوت کے اور کچھ نہین نکلا ہمین اِس سے بحث نہین کہ شیعہ جو ابد سنے مین سنیون سے فوقیت رکھتے ہین یا سنی اُنسے افضل ہین مگر ہمین تو صرف یہ دیکھنا ہی کہ آپس کی فوج کی سے طرفین کے مقاصد قومی کو بہت صدمہ پہنچا ہی۔ ہمین ہر واقعہ کو اسکی بنیاد پر بیخانہ طور پر جانچنا چاہئے اور تمام مذہبی بحث باآلائے طاق رکھکے تمدن اور تہذیب کے دائرہ مین لے آنا چاہئے ہمنے فریقین کی کتابونکو انصاف کی نظر سے دیکھا ہی اور ہم جانتے ہین کہ اسلامی سلطنتونکے تغیر و تبدیل سے اِسمین کس قدر فرق پیدا ہوگیا۔ بڑی بڑی ضخیم کتابون مین کسی سچے واقعہ کا پتہ لگانا بہت مشکل ہے

مذہبی تعصب کا پردہ اِس عمدگی سے ڈالا گیا ہی اور اِس گھڑی سے پڑا ہی کہ اُس کا اُٹھا دینا معمولی کام نہین ہی۔

مجھے اِسوقت اختلاف روایات شیعہ دکھانا ہی کہ ایک ہی کتاب مین ایک شخص کی تعریف کیگئی ہی اور اُسی مین اُسے گالیان دیگئی ہین۔ اِس اختلاف سے ہمین روایتون کی تاریخ کا پتہ لگتا ہی کہ جب سابق الذکر روایتین لکھی گئی تھین تو سلطنت ہی خیال اور مذاق کی تھی اور جب آخر الذکر روایتین لکھی گئین تو حکومت کا مذاق بدل گیا تھا ان کتابون کے مصنفین کو ہرگز کوئی الزام نہین دیا جاسکتا وہ حکومت کی طرف سے مجبور تھے اور ناچار حکومت کا مذاق خواہ وہ کتنا ہی خراب یا اعلےٰ درجہ کا ہو اُنہین نبھانا پڑتا تھا۔ ایسی ہزارون مثالین ملتی ہین اور ان بین شہادتون سے قیامت تک کوئی انکار نہین کرسکتا۔ فردوسی شیعی مجتہد تھا لیکن محمود غزنوی کے دربار مین اُسے شیعی لباس اُتارنا پڑا اور جبتک وہ دربار غزنی مین رہا اُس نے کبھی شیعی لباس نہین پہنا۔ فردوسی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بڑے زور سے تعریف کرتا ہی۔

عمر آنکہ بُد مومنان را امیر ستودہ ور اخالق بے نظیر

مگر جب محمود سے بگڑ گئی تو اُس نے شیعی مذہب اختیار کرلیا اور اُسکے ہجویہ اشعار سے پایا جاتا ہے کہ وہ کیسا متعصب شیعہ بن گیا تھا اِسکے بعد وہ بغداد چلا گیا یہان خلافت بغداد نے پھر اُسے کٹا سنی بنا دیا اور اُس نے علاوہ مدح خلفائے بغداد کے اصحاب ثلاثہ کی تعریف مین بھی بہت سے قصاید موزون کئے۔ اِس مثال سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ایسے بڑے بڑے فاضلون پر سلطنتون کا کیسا زبردست اثر پڑتا تھا اور وہ اپنے خیالات اور رایون کو کتنی جلدی تبدیل کردیتے تھے۔ درحقیقت اگر دیکھا جائے تو یہ علما کی کمزوری پر دال نہین ہوسکتا بلکہ مجبوری ایسی ہی بلا ہوتی ہی کہ ضعیف انسان کو خواہ وہ کتنا ہی بڑا فاضل ہو سب کچھ کرنا پڑتا ہی۔ یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ تاریخ مین ایسے لوگون کا بھی پتہ لگتا ہی جنھون نے

سلطنتون کے دباؤ سے اپنی رائے نہین بدلی مثلاً امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مگر ایسی مثالین آٹے مین نمک کا حکم رکھتی ہین اور تاریخ کے صفحون مین اُن کا عدم وجود برابر ہی انسان کو اپنی زندگی بہت عزیز ہی اور ساتھ ہی ایک اولوالعزم انسان زندگی سے زیادہ اپنی عزت کی قدر کرتا ہی جب جان بھی بچی اور عزت بھی برقرار رہی تو پھر ہر فعل آسانی سے ہو سکتا ہی۔ اسیطرح وہ علما جنھون نے شیعی روایات جمع کی ہین سلطنت کے دباؤ مین دبے ہوئے تھے اور اُنھین آزادانہ کسی مسئلہ مین اپنی رائے دینے کا بہت کم موقع ملتا تھا۔

حضرت صدیق کی غار مین زاری قاضی نور اللہ شوستری لکھتے ہین کہ[1] ابوبکر سخت بزدل تھے کہ غار مین نالہ و بکا کرنے لگے تھے۔ جب اُنھون نے کفار مکہ کی آوازین غار ثور کے باہر سنین تو سخت خوف مین آکے رونے لگے۔ پھر دو سرا شیعی فاضل لکھتا ہی کہ ابوبکر کا غار مین ساتھ جانا اور جاکے رونا محض اس غرض سے تھا کہ کفار مکہ سنین اور آکے گرفتار کرلین جتنی روایتین غار مین ساتھ جانیکی بابت لکھی گئی ہین اُنکا خلاصہ یہ ہی جو ہم نے درج کیا چنانچہ بڑے بڑے شیعی شعرا نے بھی غار کے قصہ کو نظم مین باندھا ہی اور وہ نظم اپنی فصاحت و بلاغت مین ضرور لاثانی ہی اسکی تو ہم داد دیتے ہین مگر افسوس یہ ہی کہ اصل واقعہ کا خون کیا ہی اور محض سلطنت یا اپنے گروہ کو خوش کرنیکے لئے صدیق کی سچی فدایت اور بینظیر عشق کو دشمنی پر محمول کیا ہی بایں ہمہ نظم کے عمدہ ہونے مین شک نہین ہی اگرچہ واقعہ کیطرف خیال کرکے تو اس نظم پر ہنسی آتی ہی لیکن محض ان روایتون کی جدت اور نظم کو دیکھ کے بے اختیار تعریف کرنیکو جی چاہتا ہی چنانچہ ایک شاعر لکھتا ہی۔

بس کن حدیثِ غار کہ عار است نزدِ عقل آن حزن و بیقراری شیخ معظم

---

[1] الثانی ان قولہ تعالی ثانی اثنین بیان حال الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعتبار دخولہ فی الغار ثانیا ودخول ابی بکر اولا کما نقل فی السیر۔ انتہی ۱۲

اصل روایت مگر بعض شیعی روایتون مین اس واقعہ کو اسطرح بیان کیا ہی۔ کہ جب ابوبکر ارشاد نبوی پر آپ کے ساتہ غار مین گئے تو راستہ مین کبھی آگے ہوجاتے تھے اور کبھی پیچہے کبھی دائین اور کبھی بائین حضور انور نے دریافت کیا ابوبکر مین نے تجھے کبھی اس طرح چلتے نہین دیکہا آج یہ کیا بات ہی جو تو یون چل رہا ہی ابوبکر نے جواب دیا یارسول اللہ مین آگے پیچے دائین بائین اسلیئے چلتا ہون کہ تیری کفار مکہ سے نگہبانی کرون اور کوئی مخالف تجھپر ادہر ادہر سے نکلکر وار نکرے اور راستہ مین یہ بہی ہوتا تہا کہ جب آنحضرت تہک جاتے تہے تو صدیق اپنے کندہے پر چڑہا لیتے تھے دوسری حکمت عملی کندہے پر چڑہانے کی یہ تہی کہ کفار مکہ قدمون کے نشان دیکہکر اس طرف نہ آنکلین غرض آپ اور حضور انور غار مین پہنچے پہلے ابوبکر غار مین گھسگئے اور اسکے تمام سوراخون کو بندکیا اور جو سوراخ ابوبکر کے کپڑون سے بند نہو سکے ان مین اپنے پیر رکھدیئے پہر حضور انور کو بلا لیا۔ حضور انور تشریف لائے اور بآرام بیٹھ گئے تہوڑی دیر نہ گزری تہی کہ ایک بچھو نے آپکے پیر مین کاٹ کہایا حالانکہ حد سے زیادہ تکلیف ہوئی لیکن آپنے ہون تک نہ کی مبادا حضور انور کی استراحت مین فرق پڑجائے اسی اثنا مین حضور انور کی نظر مبارک ابوبکر پر پڑی دیکہا کہ آپ برہنہ ہین اور بچھو کی ڈنک کی تکلیف سے ایک رنگ آتا ہی اور ایک رنگ جاتا ہی ارشاد کیا "لا تحزن ان اللہ معنا" پہر آپکے حق مین دعائے خیر کی اور کہا خدا کی رحمت تجھپر ہو کہ تو نے میری تصدیق مین مبادرت کی ایسے وقت مین کہ اور لوگ مجھے جہوٹا سمجہتے تھے اور اسوقت جب چارون طرف سے مجھپر حملے ہونے لگے تو میرا سینہ سپر ہوا الحمد للہ کہ تیری امداد و رفاقت سے مین نے کل آفتون سے نجات پائی۔

غار کے بارے مین مخالفانہ اقوال ابوبکر کے پیر مین بچھو نے صرف اسلیئے کاٹا تہا کہ وہ آنحضرت کو غار مین پکڑوانا چاہتے تھے بعض کا یہ قول ہی کہ یہ حزن و ملال محض نامردی کی دلیل تہا بعض شیعی علما کا

یہ خیال ہو کہ حزن و ملال مواعید الٰہی کے عدم وثوق پر ہوا تھا اور یہی بہت سے اقوال ہین جو ہم بسبب طول کے یہان درج کرنا مناسب نہین جانتے۔ اختلاف روایات کے جانچنے کے لئے شاید اس واقعہ کے متعلق یہی اقوال کافی ہونگے۔

حضرت علی کا غار ثور مین آنا بحار مین فاضل مجلسی لکھتا ہی اور یہی روایت بصائر الدرجات مین بھی بیان ہوئی ہی کہ جب آنحضرت نے ہجرت کا تہیہ کرلیا اور یہ بھی ارادہ کرلیا کہ حضرت علی کو اپنی جگہ پر چھوڑ دینا چاہیے تو آپنے جاکے اپنا مافی الضمیر حضرت علی سے کہا کہ مین ہجرت کرنا چاہتا ہون اور میری مرضی ہی کہ تم میری جگہ لیٹ رہو حضرت علی نے کہا آیا میرے اس طرح لیٹنے سے آپکی جان بچ جائے گی اور آپ کفار سے محفوظ ہو جائینگے۔ آپنے فرمایا ہان یہ ضرور ہو جائیگا غرض آنحضرت علی کو اپنی جگہ سلاکے آپ غار ثور کی طرف چلے گئے جب کفار کو معلوم ہوا کہ محمد نکل گئے تو سخت مایوس ہوئے اور غار کی طرف تلاش کرنے کیلیے روانہ ہوئے حضرت علی کو فکر اور پریشانی ہوئی مبادا آنحضرت پر کوئی حملہ ہو آپ فوراً اٹھے اور غار ثور مین آنحضرت سے آکے ملگئے۔

حضرت علی کا نہ سونا دوسرا فاضل شیعی اسبات سے انکار کرتا ہی کہ حضرت علی غار ثور مین گئے تھے بلکہ وہ یہ روایت بیان کرتا ہی کہ جب کفار مکہ مکان کے اندر گھس آئے اور انہون نے حضرت علی کو پایا تو بہت برہم ہوئے اور دریافت کیا کہ محمد کہان گئے حضرت علی نے اپنی لاعلمی بیان کی اسپر کفار نے پکڑ کر حضرت علی کو خوب مارا۔

دوسری دلچسپ روایت فاضل شوستری محمد بن جریر طبری کے حوالہ سے یہ روایت بیان کرتا ہے کہ آنحضرت علی سے تنہا مشورہ کرکے غار کی طرف روانہ ہوئے تھے تھوڑی دیر کے بعد ابوبکر آئے اور علی سے پوچھا حضرت رسالتمآب کہان ہین انہون نے چپکے سے کہدیا کہ غار ثور کی طرف گئے ہین ابوبکر بھاگے ہوئے آپکے پیچھے روانہ ہوئے یہانتک کہ آپسے چند قدم فاصلہ پر رہگئے جب آنحضرت نے

اپنے پیچھے قدموں کی آواز سنی تو آپ یہ سمجھے کہ مجھے کوئی مشرک پکڑنے آیا ہی اور بھی تیز بھاگے کہ رستہ مین ایک پتھر سے آپکو ٹھوکر لگی اور آپکی جوتی کا کتا اُکھڑ گیا انگلی مین ایسی ضرب آئی کہ آپ ٹھیر گئے۔ ابوبکر نے اتنے مین جا لیا۔ آپکی انگلی سے خون شرشر بہ رہا تھا۔

سمجھ مین نہین آتا کہ فاضل شوستری نے محمد بن جریر طبری مین سے یہ روایت کیونکر نقل کر دی ہم نے طبری کلان کو سارا ٹٹول ڈالا مگر اس روایت کا پتہ ہمین نہین ملا۔

تفسیر عباسی | تفسیر کا فاضل مصنف حضرت امام صادق کا قول نقل کرتا ہی کہ ایک دن آپ فرمانے لگے تم جانتے ہو کہ آنحضرت کی معمولی موت سے وفات نہین ہوئی بلکہ حفصہ اور عائشہ نے آپکو زہر دیا تھا یہ سنکے ہم نے کہا کہ یہ دو عورتین اور انکے باپ بدترین خلائق ہین۔

شیخ طبری | فاضل شیخ نے اس سے بھی زیادہ مزیدار ایک اور روایت اسی قسم کی لکھی ہی جو ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہی۔ چنانچہ فاضل طبرسی لکھتا ہی کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس پھرے تو رستہ مین بارہ منافق گھات لگا کے موقع کی تاک مین بیٹھے کہ ادھر سے آنحضرت گزرین تو آپکو ہلاک کر دیا جائے فوراً ان منافقون کے ارادہ اور گھات کی خبر دینے کیلئے حضرت جبرائیل عرش پر سے اُتر کے آئے اور حکم دیا کہ کسی شخص کو بھیجو کہ اُن کے اونٹون کا منہ دوسری طرف پھیر دے۔ اس اثنا عمار یاسر حضور انور کے اُونٹ کی نکیل پکڑے چل رہا تھا..... حذیفہ پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ غرض حذیفہ نے آنحضرت کے حکم کی تعمیل کی اور اُونٹون کو دوسری طرف لوٹا دیا جب حذیفہ کام کر کے واپس آیا تو حضور انور نے پوچھا تو نے دیکھا کون کونسا منافق تھا حذیفہ نے جو لدیا یا رسول اللہ مجھ تو رات کے وقت کسی کی صورت نہین سجھائی دی آپنے فرمایا جبرائیل مجھے بتا گئے کہ ابوبکر و عمر اور منافقون کے سارہ تھے۔ یہ ہین مزیدار چٹپٹی روائتین جو اپنے مصنف کی اعلےٰ درجہ کی لیاقت قصہ گوئی کی شہادت دیتی ہین اور ایسی روایتون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ ہماری عقلین کسی

صدی پہلے ہی سے سلب ہو چکی تھیں۔

قرآن مجید کی ایک آیت کی عجیب تفسیر

علی ابن ابرہیم اپنی تفسیر مین آیت کریمہ یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ مین فرماتے ہین ابو ذر رضی اللہ عنہ کا قول ہی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اسکی تفسیر مین حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری اُمت میرے پاس آئے گی اور اُسکے ساتھ پانچ نشان ہونگے اوّل نشان گوسالۂ اُمت کے ہاتھ مین ہوگا مین دریافت کرون گا کہ میرے بعد ثقلین کے ساتھ تم کیونکر پیش آئے وہ کہینگے ثقلین اکبر یعنی قرآن کی ہم نے تحریف کی اور ثقلین کو چھ یعنی اہل بیت کی دشمنی پر ہم کمربستہ رہی اور ہم نے اُن پر طرح طرح کے جور و ظلم کئے مین اُنہین دوزخ مین جانیکا اسوقت حکم کرون گا کہ وہ پیاسے اور سیاہ رو ہونگے پھر اُس اُمت کے فرعون کا جھنڈا آئیگا اور یہی کلمات درمیان آئینگے وغیرہ وغیرہ۔

سمجھ مین نہین آتا کہ قرآن مجید کی ایسی مضحکہ خیز تفسیرین کیون کی گئین اور کیون ایسی ذہنی مطالب درج کئے گئے اس سے زیادہ حیرت انگیز بات اور کیا ہوگی کہ رسول خدا صحابہ ثلاثہ کو جب دشمن اہل بیت سمجھ چکے تھے پھر اسکا تدارک آپنے اپنی زندگی مین ہی کیون نہ فرمادیا یہ ایسے سوالات ہین جو بار بار دل مین آتے ہین شان نبوت کے خلاف ہی کہ اس خوف اور دہشت سے کام کیا جائے اور اپنے دشمنون سے تمام عمر ڈرا جائے حضور انور کی معاذ اللہ بزدلی کی یا حضرت علی کی نامردی کی ہرگز تاریخ اور واقعات شہادت نہین دیتے۔ اور نہ موجودہ اثرات سے جو کروڑہا نفوس پر ہین اسکی تصدیق ہوتی ہی۔

ایک اور مضحکہ خیز روایت

شیعی معتبر روایت کے بموجب ایک روز حضرت صادق علیہ السّلام کے پاس قمیصین لایا اور عرض کیا اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قمیصین جو مین حضور کی خدمت مین پیش کرتا ہون ان دونون کو مین نے اسصورت سے سیا ہی کہ ایک قمیص مین ہر سوئی ذکر آلہی

کمیسانہ داخل کی یعنی ہر تبرے پر تسبیح اور ہر ہر نیچے پر ذکر الٰہی کرتا رہا اور دوسری قمیص شیخین کے تبرے کے ساتھ سی ہو اب ان مین سے جونسی حضور کی پسند آئے حاضر ہو حضرت صادق نے تبرے والی قمیص لے لی" مانا کہ فی الواقع شیخین پر تبرا بھیجنا کسی زمانہ مین کوئی عمدگی سمجھی گئی تھی۔ لیکن تعجب تو اِس بات کا ہو کہ کیون اہلبیت کی شان اقدس و اطہر مین سوء ادبی کی گئی حضرت صادق کو اِس روایت سے انتہا درجہ بدخلق ثابت کیا گیا ہو اور بتایا گیا ہو کہ آپ فرزند رسول ہوکے ایسے اخلاق رکھتے تھے کہ گالیونکے ساتھ سلی ہوئی قمیص کو آپنے پسند فرمایا یا خود آپ کے نانا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خلق تھا کہ جن لوگون نے آپکی عبادت کی جگہ کانٹے بچھائے تھے۔ جنہون نے حضور پر اونٹ کی اوجھڑیان پھینکی تھین جنہون نے آپ پر پتھر برسائے آپ کا جسم مبارک لہولہان کردیا تھا جنہون نے آپ پر قاتلانہ حملے کئے تھے جنہون نے آپکو وطن سے بے وطن کردیا تھا اور جنہون نے مدینہ پر کئی بار حملہ کرکے آپکے رشتہ دار اور رفقا کو شہید کردیا تھا غرض جنہون نے تمام ممکن الوقوع تکلیفین آپکو دی تھین انکے ساتھ مکہ فتح کرنے کے بعد آپنے جو کچھ سلوک کیا وہ اظہر من الشمس ہو سبکو اپنا بھائی کہکے اپنی پناہ مین لے لیا اور کسی کا بھی بال بانکا نہ ہونے دیا۔ جب حضور انور کی یہ شان تھی پھر کیونکر خیال آسکتا ہو کہ آپکی اولاد ایسی کج خلق ہوگی کہ دشمنونپر (بشرطیکہ وہ دشمن بھی ہون) تبرے کہنا اور انکے تبرونکی قمیص سلی ہوئی ذکر الٰہی کے مقابلہ مین پسند کریگی۔ این خیال است و محال است و جنون۔

اسی قسم کی ایک اور روایت | ایک دن سید الساجدین سلام اللہ علیہ وعلی آبائہ وابنائہ کے پاس ایک شخص آیا اسنے پانی پیا اور شیخین پر بعض طعن کرنے لگا اور پھر چلا گیا حضرت سید الساجدین نے اسے بلایا اور کہا اگر مین تجھسے کوئی چیز مانگون تو دیگا اِس شخص نے عرض کیا مین تو حضور کا فدائی ہون اور میرا جان و مال حضور پر قربان ہو جس چیز کا ارشاد ہوگا بندہ لاکے حاضر کریگا مین اسکو اپنی سعادت کونین

سمجھتا ہون حضرت نے فرمایا ان لعن طعن کے کلمون کا ثواب مجھے دے اور میری تمام عمر کی عبادتون کا ثواب جو میں نے رات دن کی ہین تو لیلے۔

نسیبہ کی کہانی | حیات القلوب مین نسیبہ کی روایت عجیب قصہ کے پیرایہ مین لکھی ہی جو ایک مبالغہ آمیز مشرقی فسانہ سے زیادہ وقعت نہین رکھتی چنانچہ حیات القلوب و الاتفسیر اہل بیت سے نقل کرتا ہی

ف۱ وبقیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم نسیبة بنت کعب المازینة وکانت تخرج رسول الله صلی الله علیه وسلم فی غزواته تداوی الجرح وکان ابنها معنا فاراد ان ینهزم و یتراجع فحملت علیه وقالت یا ابنی الی این تفر عن الله ورسوله فردته فحمل علیه رجل فقتله فاخذت سیف ابنها فحملت علی الرجل فضربت علی فخذه فقتلته فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم بارک الله فیک یا نسیبة وکانت تقی رسول الله صلی الله علیه وسلم بصدرها و ترمی حتی اصابتها جراحات کثیرة وحمل ابن قمیئة علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ارونی محمدًا لا نجوت ان نجی فضربه علی جبل عاتقه ونادی قتلت محمدا واللات والعزی ونظر رسول الله صلی الله علیه وسلم الی رجل من المهاجرین قد القی ترسه خلف ظهره وهو فی الهزیمة فنادیه یا صاحب الترس القی ترسک وسرعلی النار فرمی بترسه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا نسیبة خذی الترس فاخذت الترس وکانت تقاتل المشرکین فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لمقامه نسیبة افضل من مقام فلان و فلان و فلان ۱۲

زنان نسیبہ مین سے کعب مازینہ کی لڑکی حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رہتی تھی اور حضرت رسالت پناہی ہر جنگ مین اُسے اپنے ساتھ رکھتے تھے کیون کہ وہ مجروحین جنگ کی مرہم پٹی کرتی تھی۔ اِس عورت کا لڑکا بھی جنگ مین ساتھ ساتھ رہتا تھا ایکدن لڑائی مین لڑکے نے بھاگ جانا چاہا عورت نے غل مچاکے کہا اے بیٹے تو خدا اور رسول سے بھاگتا ہے کہتے ہین ایک مشرک نے اُس لڑکے پر حملہ کرکے اُسے شہید کردیا نسیبہ جھپٹی اور اپنے بیٹے کی تلوار لیکے اِس مشرک کی گردن اُڑادی حضرت رسالت پناہی نے اُس کی بہت تعریف کی اور فرمایا خدا برکت دے تجھے اے نسیبہ اُس عورت نے اپنے سینہ اور پستان کو آنحضرت کا سپر بنا رکھا تھا اور حفاظت کے لیئے آپ پر جھکی پڑتی تھی مبادا آپ پر کوئی وار نہ کر بیٹھے نسیبہ کو اِس کارروائی مین سخت زخم آئے اتنے مین ابن قمیئہ نے آپ پر حملہ کیا اور کہا محمد کو میرے آگے لاؤ وہ کہان ہین وہ مجھسے لاکھ چھپینگے لیکن مین اُنہین نہین چھوڑونگا یہ کہکے وہ اور بھی آگے بڑھا اور اُسنے ایک ضرب حضرت رسالت پناہی کے دوش مبارک پر لگائی اور غل مچایا مجھ لات وعزیٰ کی قسم ہی مین نے محمد کو مار ڈالا یکایک حضرت رسالت پناہی کی نظر بعض مہاجرین کی نامردی پر جا پڑی کہ پیٹھ کے پیچھے سپر ڈالے ہوئے بھاگے چلے جاتے ہین آپنے آواز دی اے صاحب سپر اپنی سپر کو پھینک دے اور دوزخ مین چلا جا مہاجرین نے یہ آواز سنکے سپر کو پھینکدیا حضرت رسالت پناہی نے نسیبہ سے کہا یہ سپر اُٹھالے یہ سنتے ہی نسیبہ نے سپر اُٹھالی اور مشرکین کے ساتھ قتال و قتال مین مشغول ہوئی پھر آنحضرت نے فرمایا کہ مقام نسیبہ اور اُس کی وفاداری آج مقام ابوبکر عمر اور عثمان سے بہتر ہے۔

حضرت صدیق کا ایک اور قصہ حضرت رسالت پناہی نے ابوبکر کو چار ہزار فوج کا سرگروہ بنا کے ایک مہم پر روانہ کیا اور حکم دیدیا اگر وہ اسلام قبول نہ کرین تو انہین قتل کرڈال۔ ابوبکر گئے اور مسلمانو نکے

ایک گروہ کی ہمراہی مین کفار سے جاکے ملے اور حضرت رسالت پناہی کا پیغام دیا کفار نے کہا اگر رشتہ داری مانع نہوتی تو ہم تجھے معہ اصحاب کے قتل کرڈالتے قسم ہولات اور عزیٰ کی ہمین ذرا بھی فرق نہین ہو بس اب تجھ سے لازم ہے کہ تو واپس چلا جا ہمارا یہ ارادہ ہو کہ محمد کو علی کیساتھ قتل کرڈالین ابوبکر نے اپنے لشکر سے کہا کہ آؤ مدینہ واپس چلین فوج نے ہر چند اصرار کیا کہ ان پر حملہ کرنا چاہیے ابوبکر نے منظور نہین کیا جب مدینہ واپس چلے آئے حضرت رسالت پناہی نے کہا ابوبکر تو نے میرے حکم کی مخالفت کی اور تو نے اسپر عمل نہین کیا اسلئے تو گنہگار ہوا پھر حضرت رسالت پناہی منبر پر تشریف لیگئے اور یہ وعظ فرمایا اے معاشر مسلمین ابوبکر کو مین نے حکم دیا تھا کہ تو اسلام پھیلا اور جہاد کر اس نے محض نامردی سے میری اطاعت نہین کی اور مخالف کی فوج سے ڈر گیا اب مین جبرائیل کے حکم سے عمر کو بھیجتا ہون اے عمر جاب تو ایسا نہ کیجیو جو ابوبکر نے کیا۔ غرض عمر بھی گئے اور وہ بھی خوف کھاکے واپس چلے آئے اور انہین بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت بتائی۔

مندرجہ روایات پر ایک عام نظر

جو روایتین گزشتہ صفحون مین نقل کی ہین ان سے خدانخواستہ میری غرض مذہب شیعی پر کسی حملہ کی نہین ہو نہ مین شیعی علما پر کوئی اعتراض کرتا ہون بلکہ میرا اصلی منشا یہ ہو کہ یہ متضاد روایتین جو ایک ہی کتاب مین ہمین ملتی ہین محض سلطنت کے دباؤ یا ایک گروہ کے اثر سے لکھی گئی ہین اور یہ ممکن ہو کہ یہ کل روایتین مجبوری سے نیک نیتی کیساتھ درج کی گئی ہون گی لکھنے والون کو یہ نہین معلوم ہوا کہ آئندہ نسلون پر ان فرضی روایتون کا اثر کیا پڑے اور ان کے اخلاقی خیالات کو کتنا صدمہ پہنچے گا۔

شیعہ اور سنیون کے خیالات کی بنا تیسری صدی ہجری کے وسط مین پڑی اور اس سے پہلے غلط

روایات کا دونون فریق مین اس قدر زور ہو گیا تہا کہ لفظہ لفظہ خود بخاری کو صحیح روایات کے
انتخاب مین سخت دقتون کا سامنا کرنا پڑا اور اس نے لاکھون حدیثون مین سے چہانٹ کے
چند ہزار حدیثین انتخاب کین۔ تاریخ مین ایسی کئی شہادتین ملتی ہین کہ بعض بادشاہون نے ہر ایسی
حدیث کیلئے جو اُن کے مطلب کی ہو ایک اشرفی مقرر کردی تہی اور یہ اشرفی اس شخص کو دی
جاتی تہی جو کوئی حدیث بنا کے لائے اور اُس سے بادشاہ کو امداد ملے۔ جب یہ طوفان ہو تو
پھر کیونکر سمجھ مین آسکتا ہو کہ جو حدیثین ہمارے آگے پیش کیجاتی ہین وہ سب صحیح ہون اور ایسا
کونسا پیمانہ ہو کہ ہم حدیث کی صحت و غیر صحت اُس سے جانچ سکین۔ سوائے اسمار الرجال کے
اور کوئی پیمانہ ہمارے آگے پیش نہین کیا جاتا مگر وہ پیمانہ ایسا نادرست ہو کہ اُس سے ہم حدیث
کی واقعی صحت کا اندازہ نہین کرسکتے۔ اسمار الرجال مین ہمین صرف یہ بات ملتی ہو کہ فلان راوی متقی
ہے اور فلان پرہیزگار ہو اور فلان سچّا ہو اس سے یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ جس روایت کی نسبت
کسی راوی کی شہادت بیان کی جاتی ہو یہ شہادت کیونکر جانچی جائے۔ اگر ہم کسی راوی کا یہ پتہ
لگانا چاہین کہ سلطنت سے اُسکے کیا تعلقات تھے اُسکا مرتبہ کیا تہا کن کن لوگون سے
اُسکی زیادہ رسم تہی اور اُسکا مذاق مذہب کے کس پہلو پر تہا آیا وہ حضرت عمر کے فیصلون کو
پسند کرتا تہا یا آپکے صاحبزادے عبداللہ کے فتووں کو کس آیا اُسکی رائے مین حضرت علی کے
فیصلے ناطق ہوتے تھے یا حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتین اُسکا تسکین کرتی
تہین جن صحابا یا تابعین یا تبع تابعین سے اُس سے وہ روایت بیان کی تو اُس روایت کا
مضمون اسنے یاد رکھا یا الفاظ یا اُن روایتون کے بیان کرنیکا کیا وقت تہا اور وہ روایتین اُنہون نے
کسی خاص مسئلہ کے استفسار پر بیان کی تہین یا خود ہی بیان کردی تہین یہ سوالات ہین جو ہر
روایت کو دیکھ کے خواہ سنّی کی ہو یا شیعہ کی دل مین آتے ہین مگر جب اطمینان بخش جواب

نہین ملتا تو مایوسی کے ساتھ خاموش ہونا پڑتا ہی عقل اسبات کی شہادت دیتی ہی کہ سنی روایتون کا بہت سا حصہ صحیح ہو کیون کہ ان روایتون مین عرب کے عام تمدن سے بحث کی ہی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری عظمت دکھائی ہی بخاری مین جہان چارون صحابہ کے فضائل بیان کئے ہین وہان نہایت روشن ضمیری سے کام لیا ہی اور ہرگز ان روایتون کو دیکھکے کیسا ہی باریک بین کیون نہ ہو ایک کی فضیلت دوسرے پر نہین ثابت کرسکتا۔ تاریخ یہی شہادت دیتی ہے کہ سلطنت کا اثر بخاری پر بالکل نہ تھا اور اُس نے بالکل آزاد ہو کے حدیثون کا انتخاب کیا تھا۔ مامون الرشید کی سلطنت کا زمانہ تھا اور مامون کٹا معتزلی تھا اگر کچھ اثر پڑتا تو معتزلی ہونیکا اثر پڑتا حالانکہ بخاری بہر مین کہین مذہب معتزلہ کی بالکل تائید نہین کیگئی ہی۔

بخاری پر دو بڑے بڑے اعتراضات بخاری پر دو بڑے بڑے اعتراضات کئے جاتے ہین اور وہ اعتراضات ایسے سنگین ہین کہ اُن کا جواب دینا مشکل ہی۔ پہلا اعتراض تو یہ ہی کہ بخاری نے ائمہ اہل بیت سے کیون نہین روایتین نقل کین حالانکہ ان سے بہتر حدیثین اور کسی کو نہین پہنچ سکتی تھین دوسرے بنی اُمیہ کے لوگون کی حدیثون کو کیون قلم انداز کردیا حالانکہ اُن مین بھی عمر بن عبدالعزیز جیسے خوش عقیدہ اور نیک خلیفہ گزرے ہین اسی طرح اور بھی متعدد تابعین اور تبع تابعین کا پتہ لگتا ہی جو بنی اُمیہ مین سے تھے اور بہت ہی صادق الوعد اور راسخ الاعتقاد مسلمان تھے اور جنکے اتقا اور پرہیزگاری مین کوئی کلام نہین ہو سکتا۔ ان دونون فریق کی روایتون کو یکلخت قلم انداز کردینا ضرور کچھ دال مین کالا کالا رکھتا ہی اور یہ کھلتا ہی کہ بخاری کو کیا تو ان دونون گروہ پر خود اعتبار نہ تھا یا سلطنت کا اُسپر بھی دباؤ پڑا تھا۔

جواب پہلے اعتراض کا جواب تو یہ ہی کہ ائمہ اہل بیت مین سے کوئی قابل شخص بخاری کے زمانہ مین موجود ہی نہ تھا دوسرے اہل بیت کی روایتون کا انتشار اسقدر پیدا ہو گیا تھا اور موضوع

مردود روائتین اس کثرت سے جمع ہوگئی تھین کہ صحیح وغلط چھانٹی نہ جاسکتی تھین حضرت صادق کی نسبت یہ عام طور پر مشہور ہوچکا تھا کہ وہ صحابہ ثلاثہ کو اچھا نہ جانتے تھے حالانکہ آپنے اپنی زندگی مین کئی بار ان غلط خیالات کی تردید بھی کی لیکن مخالفت کا زور بڑھتا جاتا تھا اور حضرت صادق کی ایسی تردیدون کا بہت کم خیال کیا جاتا تھا جب آپکے سامنے یہ کیفیت تھی تو آپ کی وفات کے بعد اس مخالفت کی کیا نوبت ہونی چاہیئے تھی جب روایتون کا یہ طوفان بے تمیزی تھا اور حضرت سید الساجدین اور حضرت باقر اور حضرت جعفر کے مقولے ایسے غلط مشتہر ہوگئے تھے تو کیونکر ممکن ہوسکتا کہ تنہا شخص بخاری تمام اسلامی دنیا مین مارا مارا پھرتا اور صحیح روایات کا پتہ لگاتا اور اگر بفرض محال وہ ایسا بھی کرتا جب بھی اُسے کامیابی نہ ہوتی کیونکہ مخالفت کلیجہ پڑچکا تھا اور تعصب بڑھتا جاتا تھا ایسی حالت مین کوئی بھی اُسکی مدد نہ کرتا اور وہ لوگ جو اہل بیت کی صحیح و غیر صحیح روایتون کے مدعی بن بیٹھے تھے ہزار ہا مزاحمتین اُسکی راہ مین پیدا کردیتے اور اُسے کبھی بھی تحقیق نہ کرنے دیتے سوائے اسکے اور کوئی وجہ نہین ہے کہ بخاری کو ائمہ اہل بیت کی کوئی قابل وثوق صحیح روایت اُس زمانہ مین بہم نہ پہنچ سکتی تھی کیونکہ معتزلی خلیفہ کا زمانہ تھا اور یہ معتزلی خلیفہ یعنی مامون الرشید اہل بیت مین سے ایک خاتون سے شادی کرچکا تھا دوسرے مذہب معتزلی کو بھی شیعہ مذہب کی ایک شاخ سمجھنی چاہیئے معتزلی سلطنت ہونی کی وجہ سے ایسی روایتون کا اور بھی زور ہوگیا تھا غرض بخاری کسی صورت سے بھی ائمہ اہل بیت کی روایتین نقل نہین کرسکتا تھا۔

دوسرے اعتراض کا جواب | بنی اُمیہ سے کسی حدیث نقل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اُس زمانہ تک بنی امیہ والے مٹ چکے تھے اور اُن کی قبرین تک اُکھیڑ کے پھینک دی گئین تھین یہانتک کہ حضرت معاویہ کا مزار بھی اُکھڑوا کے پھکوا دیا گیا تھا اور آپکی ہڈیان آگ مین جلادی گئی تھین۔

اور یہ سب ظالمانہ اور بزدلانہ افعال بنو عباس یعنی مامون الرشید کے باپ دادا نے کئے تھے بنی اُمیہ سخت حقارت سے دیکھے جاتے تھے اور کیا مجال تھی کہ کوئی نام بھی لے سکتا اگرچہ بخاری نے ایک روایت ایسی بیان کی ہے جس میں مروان کا قول ہے لیکن یہ چوری چھپے ایسا ہوا گیا ہوگا ورنہ یہ ناممکن تھا کہ بخاری مامون الرشید کی سلطنت میں رہتا اور بنی اُمیہ کی روایتیں بیان کرتا اسکے علاوہ بخاری کے زمانہ میں کسی بنی اُمیہ کا نام و نشان بھی نہ رہا تھا سب قتل کر ڈالے گئے تھے اور اُنہیں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے مارا تھا۔ ملک شام جیسے وسیع ملک میں بنی اُمیہ کے خاندان میں سے صرف ایک بچہ عبدالرحمٰن بچا تھا جس نے اُندلس میں جا کے سلطنت بنی اُمیہ کی بنیاد ڈالی تھی جب ایک فرد بشر بھی نہ ہو نہ اپنی روایتوں کی کوئی کتاب چھوڑ گیا ہو پھر بخاری کیوں کر بنی اُمیہ کی روایات انتخاب کرتا ہاں اگر بخاری کو علم غیب ہوتا تو وہ ضرور ایسا کر سکتا تھا یہ اعتراض تھے جو بخاری پر کئے جاتے ہیں اور یہ جواب ہیں جو ان اعتراضوں کے ہو سکتے ہیں ممکن ہے کہ اس سے بھی بہتر جواب ہونگے لیکن میرے خیال میں یہی جواب کافی ہیں اسلئے میں انہیں پر اکتفا کرون گا۔

شیعی حدیثیں میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ شیعی حدیث کی کتابیں جو بقول بعض شیعہ قرآن مجید سے بھی افضل ہیں سینکڑوں کتابوں سے پچاس سال کے بعد ترتیب ہوئی ہیں اور اسلئے اُن میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے احکام متعلق دین بہت کم ہیں اور اس سے بھی کم ایسی روایتیں ہیں جنکا سلسلہ حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہو کلینی ایک بہت مستند کتاب ہے کیونکہ اس کا ماخذ سلیم ہے اور مشہور ہے کہ کتاب سلیم کے رواۃ اجلہ اصحاب سید الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور ائمہ ہدیٰ نے اس کتاب کو کتاب ہدایت تسلیم کر لیا ہے اور اس کتاب کا مصنف ہمیشہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ہمرکاب رہا ہے۔ اور جو واقعات گزرے ہیں وہ سلیم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ غرض جو کچھ سلیم نے لکھا ہے اس میں ایک بات بھی غلط

نہین ہے ایک طرف تو یہ عقیدہ ہی مگر علماء شیعی کا ایک گروہ خود کتاب سلیم کا بہت مخالف ہی اس کتاب پر بڑی رد و قدح کی گئی ہی اور مصنف کو بڑے بڑے طعنے دیئے گئے ہین شیعی امام اعظم کتاب خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال مین اُن تمام دیوان و ہارنختہ چنبیون کی پوری تصحیح کرتے ہین جو سلیم پر کی گئی ہین۔ اور حسن بن علی بن داؤد نے کہ شیعی عقاید کے بموجب بڑا فقیہ اور محدث ہی کتاب کی نسبت یہ لکھا ہی حیث قال ینسب الیہ الکتاب المشہور وھو موضوعًا یعنی سرے سے وہ کتاب سلیم کو موضوع ہی بتاتا ہی۔

یہ تو خدا کو معلوم ہی کہ کون سے بیانات صحیح ہین لیکن ہم ان متضاد اقوال سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہین کہ کسی روایت کی تصدیق اس زمانہ مین ہونی محال ہی اصل مین ہم کسی ایسی حدیث کو خواہ وہ سنیون کی ہو یا شیعون کی ہرگز تسلیم نہین کرسکتے جو تمدن عرب اور تمدن اسلام کے خلاف ہو مثلاً اگر صحابائے رسول کریم کی نامردی اور بے حمیتی کی داستانین بیان کی جائینگی تو ہم کیونکر تسلیم کرسکتے ہین یا اگر یہ کہا جائے گا کہ سوائے چند صحابہ کے لاکھون صحابہ حضور انور کے دشمن تھے تو ہمین خلاف مشاہدہ کیون کر اس کا یقین آئے گا یہ ایسی باتین ہین جن کو بچہ بھی سمجھ سکتا ہے اور یہ ایسی توضیحات ہین جن سے ایک ناسمجھ بھی انکار نہین کرسکتا۔

ہزارہا روایتین ان مذہبی کتب مین بھری پڑی ہین اور وہ ایسی روایتین ہین کہ بچہ بھی سنکے ہنس دے۔ جو کچھ ہم بیان کرآئے ہین اُسی کو کافی سمجھتے ہین ورنہ نقل کرنے کو تو ابھی بہت کچھ باقی ہی لیکن سوائے اسکے کہ سننے والے کو صدمہ ہو اور کیا نتیجہ پیدا ہوسکتا ہی مناسب یہی ہی کہ شیخین کے مختصر کارنامے بیان کردیئے جائین تاکہ ناظر کتاب اندازہ کرلے کہ ان مکرم و معظم صحابانے اپنے زمانہ اسلام اور خلافت مین کیا کیا۔

(حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ)

جب حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو وصل باری تعالیٰ ہوا تو کل صحابہ حضور انور کی تجہیز و تکفین مین مشغول ہوے کہ اتنے مین مغیرہ بن شعبہ دوڑے ہوے آئے اور اُنہون نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کس خیال مین ہو انصار سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع ہین اور عنقریب ان مین سے کوئی خلیفہ بنجائیگا حضرت عمر یہ سنکے پریشان ہوگئے اور ڈرے مبادا فتنہ عظیم پیدا ہو جائے آپنے فوراً حضرت ابو بکر سے کہا کہ سقیفہ بنی ساعدہ کی یہ کیفیت ہی حضرت صدیق نے جواب دیا جبتک رسول مقبول کی تجہیز و تکفین نہ ہو جائے گی مین یہان سے ہرگز نہین جاؤنگا یہ سنکے حضرت عمر بھی خاموش ہو رہے۔ جب صحابا اس کار عظیم سے فارغ ہوئے تو شیخین مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ موضع مذکور مین روانہ ہوئے۔ اس وقت یہان تمام اشراف کا مجمع تھا۔ ابو عبیدہ جراح بھی شیخین کے پیچھے پیچھے ہولئے تھے۔ کہ سقیفہ بنی ساعدہ ہی مین مجمع نہین ہو رہا تھا بلکہ مدینہ منورہ کے گوشہ گوشہ مین یہی کیفیت تھی۔ مہاجر و انصار کے ایک بڑے مجمع مین ابو الہیثم بن التیہان اشعار پڑھ رہا تھا جن کا مضمون یہ تھا کہ حضور انور کی وفات نے ہمارے دماغون کو مختل کر دیا ہی اور دشمن جو ضعیف ہوگئے تھے اب قوی ہوگئے ہین۔ یمامہ مین مسیلمہ کذاب موجود ہی اور بنی اسد مین طلحہ بن خویلد مرا نہین ہی۔ یہ دونون غضب کے ہین اور ہماری مخالفت پر اُٹھ کھڑے ہونگے جبتک قریش مین سے کوئی شخص خلیفہ نامزد نہوگا ہم ہرگز نہین بچ سکتے مجھے اُمید ہی کہ علی مرتضیٰ ابو بکر اور دوسرے صحابہ سے مشورہ کرکے فوراً اس امر مین فیصلہ کرین ورنہ پھر بنائے بن نہ پڑے گی یہ سنکے کل مسلمانون نے کہا کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین چلو وہان چلکے اسکا فیصلہ کرینگے۔

وہان یہ کیفیت تھی اور یہان ذو منہا دو تین خزیمہ بن ثابت انصار کو یہ آمادہ کر رہے تھے کہ جس

طرح ہو بہت جلد اپنے مین سے ایک خلیفہ نامزد کرلو جب یہ تحریص و ترغیب دی گئی تو انصار کے ایک مجمع کثیر نے بیان کیا کہ ہم عویم بن ساعدہ کو اپنا خلیفہ بنانا منظور کرتے ہین۔ چند آدمیون نے انصار مین سے اس رائے کی مخالفت کی اور انھون نے صاف طور پر کہا ہم عویم ابن ساعدہ کو اپنا خلیفہ ہرگز نہین بنانے کے دو چار نے یہ بھی کہا کہ جبتک مہاجر جمع نہون فیصلہ ہی نہین ہو سکتا۔ ان مخالف باتون سے باہم تو تو مین مین ہونے لگی اور اس رد و بدل مین زیادہ دیر لگ گئی اخیر کثرت رائے سے بن ساعدہ خلیفہ قرار دیا گیا۔ انصار اُسکے ہاتھ پر بیعت ہی کرنیکو تھے کہ حضرت عمر فاروق حضرت صدیق اکبر وغیرہ پہنچگئے ان کی صورت دیکھتے ہی انصار جنھون نے بن ساعدہ سے بیعت کرنے کیلئے ہاتھ بڑھایا تھا ٹھٹک گئے اور تھوڑی دیر کے لئے اپنی جگہ پر جا بیٹھے۔ انہین دیکھتے ہی ثابت بن قیس اُٹھ کھڑا ہوا اور مناقب انصار مین چند کلمے کہے پھر کہنے لگا مناسب یہی ہو کہ امر خلافت ہم ہی مین سے ایک شخص کے سپرد ہو۔ حضرت ابو بکر نے اُسکا جواب دیکے اُسے بند کر دیا جب یہ کیفیت ہوئی تو انصار مین سے ایک شخص نے کہا منا امیر و منکم امیر یعنی ایک امیر تم مین سے ہو اور ایک امیر ہم مین سے۔ یہ محال تھا کہ اسلام کے دو خلیفہ ہوتے اور وہ ایک ہی شہر مین رہتے اس تجویز کا جواب حضرت عمر دینا چاہتے تھے کہ حضرت صدیق نے اشارہ سے منع کر دیا پھر حضرت صدیق خود ہی کھڑے ہوئے اور اسکا یہ جواب دیا۔ اے معاشر انصار ہم تمہارے فضائل و مناقب کا اعتراف کرتے ہین اور جو مساعی جمیلہ کہ اسلام کی عمارت مستحکم کرنے مین تم نے کی ہین اُن کی داد دیتے ہین اور تمہاری قیمتی خدمتین ہم ہرگز فراموش نہین کر سکتے لیکن یہ بات سمجھنے کی ہے کہ قریش کی فضیلت مسلم ہو اور وہ ایسی فضیلت ہو کہ دوسرون کو نصیب نہین ہو عرب ہرگز کسیکی اطاعت نہین کرنیکے جبتک انمین سے کوئی خلیفہ نہو گا مجھے یہ مناسب معلوم ہوتا ہو

کہ خلافت تم ہم مین رہنے دو اور وزارت اپنے مین رکھو خدائی عزوعلا سے ڈرو اور کوئی بات ایسی نہ کرو کہ اسلام مین مخالفت پیدا ہو اور رخنہ پڑے خدا کے لئے کسی قسم کی خلل اندازی نکرو حضرت صدیق جب یہ فرما چکے تو معن ابن عدی اٹھے اور اُنھون نے یہ کہنا شروع کیا "اے زمرۂ مہاجر خدا کی قسم تم ہماری آنکھون مین معزز و محترم ہو ڈر یہ ہو مبادا کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ ہم مین اور تم مین مخالفت پیدا ہو اور اُسکا خطرناک نتیجہ نکلے۔ پھر حضرت عمر نے کہا اے گروہ انصار کیا تم نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ نہین سنا ہو کہ آپ فرمایا کرتے تھے الائمۃ من قریش ولا تکون ھذا الامر الا فیھم یعنی خلافت اور امارت سوائے قریش کے کسی کو بھی سزاوار نہین ہو۔

بشیر بن سعد نے کہا خدا کی قسم مین نے یہ حدیث رسول مقبول کی زبانی سنی ہو اگرچہ مجھے یہ بات کا یقین ہو کہ تم مین سے ایک شخص کو ضرور خلافت ملیگی یہ سنکے حضرت صدیق نے فرمایا احسنت احسنت وتعم الرجل انت تو نے بہت خوب کہا واہ واہ مین اپنی ذات کیلئے خلافت نہین چاہتا یہان عمر اور ابو عبیدہ بن جراح موجود ہین ان دونون مین سے جو تمہین پسند ہو اُسکے ہاتھ پر بیعت کرلو مسلمانون اور اسلام کی مصلحت اسی مین ہے یہ سنکے حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ نے کہا حاشا و کلا تیرے آگے ہماری کیا حقیقت ہو۔ یار غار اور صاحب اسرار رسول اللہ تو ہی ہو تیرے آگے کس کی مجال ہو کہ خلافت کا دم بھرے غرض قیل وقال ہونے لگی اکثر صحابہ تو حضرت صدیق کی خلافت پر راضی ہو گئے اور بعض کو تامل ہوا بشیر بن سعد نے آگے بڑھ کے کہا خدا کی قسم کوئی شخص اس بیعت مین مجھسے سبقت نہین لیجا سکتا یہ کہکے ہاتھ آگے بڑھایا اور حضرت صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی بعض کا یہ قول ہو جس نے حضرت صدیق کے ہاتھ پر پہلے بیعت کی وہ حضرت فاروق اعظم تھے اور بعض کا بیان ہو کہ عباد بن بشیر تھے ایک روایت

ہین لکھا ہو کہ حضرت بشیر بن سعد نے حضرت صدیق کے دست مبارک پر بیعت کی تو بن المنذر نے کہا اے بشیر تجھے کیا ہوا تو نے سعد بن عبادہ کا ساتھ چھوڑ دیا جس سے حق کا خون ہو گیا تجھے سعد بن عبادہ سے حسد تھا جس سے تو نے یہ کارروائی کی بشیر نے جواب دیا نعوذ باللہ سعد بن عبادہ اگرچہ میرے چچا کا بیٹا ہو لیکن مین اُسکے ہاتھ پر بیعت کر کے مسلمانون کا حق برباد کرنا نہین چاہتا یہ سنتے ہی بن المنذر نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا۔ بضاعے بن المنذر کو پکڑ لیا اور کہا آپ کسیطرح کا خیال نہ کرین غرض ہر طرح سے تسکین دی اُسپر بن المنذر نے کہا مجھے تسکین دینے سے کیا فائدہ ہو جبکہ وقت ہاتھ سے جاتا رہا۔ اب وہ موقع آگیا ہو کہ ہماری اولاد مہاجرین کے دروازہ پر کھڑے ہو کے ایک گھونٹ پانی کا مانگے گی اور وہ دینے سے انکار کرینگے یہ سنکر حضرت صدیق اکبر نے جواب دیا جو کچھ تو نے کہا مجھے اور میرے بھائیون سے بہت بعید ہے ہم نے نہ کبھی ایسا کیا اور نہ کر سکتے ہین۔ یہ سنکے بن المنذر بہت شرمندہ ہوئے اور کہا اسمین شک نہین کہ آپ ہین اور آپکے بھائیون مین مروت اور حیا زیادہ ہو لیکن جب ہم آپکے دست نگر ہو جائینگے تو آپ کی طبیعت بھی ہماری طرف سے بدل جائے گی۔ بن المنذر کی اس تقریر کو خود انصار نے جن کی وہ حمایت کر رہے تھے کچھ توجہ سے نہین سنا اور سب نے معہ گروہ اُسکے ہاتھ پر رضا و رغبت بیعت کی۔ ہان قبیلہ خزرج والے بہت شرمندہ ہوئے کیونکہ ان کا سردار سعد بن عبادہ ناکام رہا تھا۔ یہ بھی روایت ہو کہ خلفت کا ہجوم اسقدر ہوا کہ سعد بن عبادہ کا کچلا ہو گیا اور وہ بیچارہ فوراً جان بحق تسلیم ہوا بعض کا یہ قول ہو کہ اُسے زندہ اُٹھا کے گھر لیگئے۔ اکثر مؤخونکا یہ بیان ہو کہ تمام مہاجر و انصار مین محض سعد بن عبادہ نے مخالفت کی تھی اور صاف انکار کر دیا تھا کہ مین صدیق کے ہاتھ پر بیعت نہین کرتا جب عام طور پر سب بیعت کر چکے تو سعد مدینہ سے شام بھاگ گیا اور وہان کسی شخص نے اسے قتل کر ڈالا۔

سعد بن عبادہ کی نسبت دوسری روایت

ایک یہ روایت ہی کہ جب حضور انور کی وفات ہوگئی تو کل انصار سعد بن عبادہ کے گھر گئے اور کہا سقیفہ بنی ساعدہ مین ہم جلسہ کرینگے تو ہمارے ساتھ چل سعد بن عبادہ سخت مریض تہا اس نے مرض کا عذر کیا تو بہی انصار اسے اٹہا کے سقیفہ بنی ساعدہ مین لے آئے سعد نے ایک تقریر کی جسکا خلاصہ یہ ہی اے گروہ انصار تمہین آج وہ فضیلت حاصل ہی جو دنیا مین کسی کو بہی نہین ہوسکتی حضور انور اپنی قوم مین دس سال سے زیادہ نہین رہے اس عرصہ مین آپنے دعوت اسلام کی لیکن وہ ایمان نہین لائے ہان جو لوگ ایمان لائے اُن کی تعداد بہت کم ہی۔ پہر خداوند تعالیٰ نے تمپر رحمت کرکے تمہاری طرف اپنے رسول کو بہیجا اور یہی ذریعہ تکمیل تبلیغ اسلام کا ہوا یعنی خدائے قادر مطلق کی معاونت سے ایمان کی نعمت تمہین نصیب ہوئی۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے اصحاب شر اور آفت سے محفوظ ہوئے تم نے اپنا دہن من تن اسپنے نبی پر قربان کردیا۔ تمہاری مدد اور توفیق باری سے طوعاً و کرہاً عرب فتح ہوا اب حضور انور کی وفات ہوگئی ہی اور حضور تمہاری مساعی جمیلہ سے بہت خوش تھے اس صورت سے خلافت و امارت سزاوار انصار ہی یہ سنتے ہی سب انصار بول اُٹھے اے سعد تو ہی ہمارا سردار ہی اور تو ہی ہم مین بزرگ ہی ہم تیرے آگے کسیکو نہین چاہتے ہم تجھ ہی کو اپنا خلیفہ بنائینگے ہان اگر مہاجرین نے ہم سے اسبارہ مین کچھ بہگڑا کیا تو ہم اُن سے کہدینگے کہ ایک امیر تم اپنے مین سے انتخاب کرلو اور ایک ہم اپنے مین سے انتخاب کرلیتے ہین۔ یہ سنتے ہی سعد بن عبادہ چونک پڑا اور کہا جب ابہی سے تمہارا یہ خیال ہے تو معلوم ہوتا ہی کہ تم بودے ہو اور تمہاری باتین ضعف پر دلالت کرتی ہین۔ غرض یہان یہ باتین ہو رہی تہین اور وہان حضرت عمر کو خبر ہوئی آپ حضرت صدیق کو لیکے یہان پہنچگئے حضرت عمر کا قول ہی کہ مین نے اپنے دل مین یہ سوچ لیا تہا کہ مجمع انصار مین یہ یہ کہونگا جب مین اُس موضع

مین پہنچا اور چاہا اپنے دل کی بات کہون تو ابوبکر نے مجھے منع کر دیا اور خود باتین کرنی شروع کین لیکن جو کچھ مین نے دل مین سوچا تہا وہی باتین کین اور کوئی لفظ نہ چھوڑا غرض بے کم و کاست سب بیان کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق کے وعظ کا خلاصہ یہ ہی خدائے عزوجل نے اپنا رسول ہماری ہدایت کیلئے بہیجا۔ اسلئے کہ ہم اُسپر ایمان لاکے خداوند تعالیٰ کی توحید اور یگانگی پر گواہی دین چونکہ قبائل عرب اباً عن جدٍ مختلف دیوتاؤن کی پرستش مین مصروف تہے دعوت توحید اُنہین سخت ناگوار گزری اور اُنہین بُرا معلوم ہوا کہ ہم اپنے باپ دادا کا دین کیونکر چھوڑ دین اسلئے اُنہون نے حضور انور کی مخالفت کی اور اُسکی تکذیب کے درپے ہوئے خداوند سابق الانعام نے اولین مہاجرین کو اُسکی تصدیق کے لئے مخصوص کیا تاکہ اخلاص سے اُسکی اطاعت کرین اور اپنی قلت اور دشمنون کی کثرت سے اندیشہ نہ کرین اُنہین ایذا و ضرر کفار کا کچھ خوف نہوا یہی جماعت ہی جس پر سب سے پہلے خدا کی رحمت نازل ہوئی اور جس نے رسول پر اپنی جان اپنا مال اور اپنا گہر قربان کر دیا۔ اب حضور انور کے بعد امر خلافت اسی جماعت کو سزاوار ہی اس گروہ سے سوائے ظالم کے کوئی مخالفت نہین کر سکتا۔ اے گروہ انصار ہم تمہاری مساعی جمیلہ کو جانتے ہین اور جو کچھ تم نے شریعت غرا کو تقویت اور ملت بیضا کو ارتفاع اور اعلام اسلام اور اجرائے اوامر و احکام کیا ہی ہم سب پر روشن ہی۔ تو بہی ہم یہ کہتے ہین کہ خلافت ہمارے پاس رہنے دو اور ہم بخوشی وزارت تمہین دیتے ہین بغیر تمہارے مشورے کے کوئی چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑا کام نہین کرنے کے۔ یہ سنتے ہی بن المنذر نے مخالفت کی اور کہا اے گروہ انصار افسوس ہی کہ تم سرداری کو اپنے ہاتھ سے دیکے دوسرونکے دست نگر بنا چاہتے ہو ہان یہ ہم منظور کر لین گے کہ ایک امیر تم مین سے ہو اور ایک امیر ہم مین سے حضرت عمر فاروق

نے اسکا جواب دیا۔ لا یمنع الامیران پھر آپنے نہایت مدلل تین کہین اخیر بشیر بن سعد انصاری نے سب سے پہلے آپکے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ امر عظیم اسطرح طے پا گیا۔

اختلاف روایات جو روایتین ہم نے اوپر بیان کین ان مین بہت بڑا اختلاف پایا جاتا ہی لیکن یہ اختلاف ایسا ہی جو صدہا سال کے واقعہ کی نسبت ہونا چاہیئے اور لطف یہ ہی جتنی مختلف روایتین بیان ہوئی ہین وہ سب ممکن الوقوع اور ایسے قومی مجمعون مین جہان خلافت جیسے امر عظیم کے دو بڑے بڑے گروہون مین بحث ہو ایسی باتون کا وقوع لازمی اور ضروری ہی سعد بن عبادہ کا کچل کے مرجانا صرف ایک ہی روایت مین بیان ہوا ہی لیکن یہ بات خلاف قیاس معلوم ہوتی ہی کیون کہ اول تو صرف ایک ہی راوی نے اسے بیان کیا ہی اور دوسرے سعد بن عبادہ انصار کا سردار تہا اگر اُسے اِس قسم کا کوئی جانی صدمہ پہنچتا تو انصار ضرور بھڑک جاتے اور معاملہ جدال وقتال پر پہنچتا۔ رہا یہ کہ وہ شام پہنچکے مارڈالا گیا ممکن ہی کہ یہ بات صحیح ہو کیونکہ حضرت صدیق اکبر یا حضرت عمر کی خلافت مین اُسکا پھر کہیں کوئی ذکر سننے مین نہین آیا۔

تاریخی روایتین جہانتک غور کیا جاتا ہی بالکل تلی ہوئی معلوم ہوتی ہین اور تختہ چین سے تختہ چین نظر بہی ان واقعات مین کوئی عیب نہین نکال سکتی۔ ان تمام واقعات پر نظر کرکے اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہی کہ یہ الزام جو حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق پر رکھا جاتا ہے کہ رسول مقبول کے جنازہ کو بے تجہیز وتکفین چہوڑکے خلافت کے لینے کیلیئے چلے گئے محض غلط معلوم ہوتا ہی کیونکہ دنیا بھر کی مذہبی اور تواریخی روایات کے بموجب سب سے پہلے انصار موضع سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع ہوئے تھے حضرت صدیق یا فاروق کو تو اِس کا خیال بہی نہ تہا۔ اب رہی یہ بات کہ شیخین کو جانا مناسب نہ تہا۔ اِسکی بابت یہ عرض ہی کہ اُن کا جانا حمایت دین خدا کیلیئے لازمی تہا اگر وہ نہ جاتے اور سعد بن عبادہ خلیفہ بنا دیا جاتا تو ضرور

قریشون اور انصار مین تلوار چلتی اور پھر تمام مسلمان مدینہ کی چار دیواری مین کٹ کے مرجاتے کیونکہ قریش کبھی دوسرے کی اطاعت نکرتے اور سعد بن عبادہ کی خلافت کا فیصلہ اگر وہ خلیفہ ہو جاتا بغیر تلوار کے نہین ہو سکتا تھا۔ رہا یہ خیال کہ حضرت علی کو بھی موضع سقیفہ بنی ساعدہ مین آنا چاہیئے تھا حالانکہ اُنھون نے تجہیز و تکفین کے آگے خلافت کی کوئی پروانہ کی تو اسکا جواب یہ ہو سکتا ہی۔ اول تو آپکو معلوم ہی نہ تھا کہ اس قسم کا جھگڑا ہو گیا ہی دوسرے رسول کریم کی وصیت تھی کہ مجھے میرے اہل بیت غسل دین اور کفنائین پھر بھلا آپ وصیت کے خلاف کیسے کر سکتے تھے کہ جنازہ کو چھوڑ کے چلے جاتے تیسری بڑی بات یہ تھی کہ آپ حضرت صدیق کا حق خلافت جانتے تھے اسلئے خلافت کی بحث کیوقت آپ کا ہونا کچھہ ضروری نہ تھا نہ قوم نے آپکی موجودگی ضروری سمجھی تھی کیونکہ اتنے بڑے جلسہ مین جہان ہزارون انصار اور مہاجرین جمع ہون ایسی ایسی طولانی بحثین اور وعظ ہون اور وہان کوئی شخص بھی حضرت علی کا نام نہ لے۔ یہ ساری باتین شہادت دیتی ہین کہ حضرت علی خود چاہتے تھے کہ رسول کریم کی خواہش کے مطابق حضرت صدیق خلیفہ بنائے جائین اور اگر آپ کچھہ بھی اپنا استحقاق سمجھتے تو کم سے کم اتنا تو ضرور کرتے کہ جلسہ کور مین کسی شخص کی زبانی کہلا بھیجتے کہ علی کے نے تک کوئی فیصلہ نہو ہان اگر اسکی تعمیل نہوتی تو دیکھا جاتا۔ مگر حضرت علی نے ایسا نہین کیونکہ آپ اصل مطلب کو خوب سمجھتے تھے

(حضرت علی کرم اللہ وجہ کی بیعت)

حضرت علی کے بیعت کرنے کے بارے مین مختلف تواریخی روائتین ہین جنھین ہم یہان درج کر دیتے ہین۔ ہر اختلافی روایت اپنی اپنی جگہ دلچسپ ہے اگرچہ ان مین سے بعض روائتین ناممکن الوقوع اور طبایع عرب کے خلاف ہین لیکن ایسے دلکش پیرائے مین ادا کی گئی ہین کہ

دیکھکے ایک عجیب دلچسپی پیدا ہوتی ہی ۔

پہلی روایت | جب مہاجر و انصار نے حضرت صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کرلی تو دوسرے روز ایک بہت بڑا جلسہ قرار دیا گیا ۔ ہزارون صحابہ اُس جلسہ مین آکے جمع ہوئے پھر حضرت علی کو جلسہ مین بلایا گیا آپ تشریف لائے اور مناسب مقام پر نشست فرمائی پھر آپنے دریافت کیا تم لوگون نے مجھکو کیون بلایا ہی ۔ حضرت عمر نے جواب دیا آپکے بلانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ بھی کل صحابہ کے ساتھ اتفاق کرین یعنی جسطرح اُنھون نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنالیا ہی آپ بھی اُسکے ہاتھ پر بیعت کرین ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا تم لوگون نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنے کو قرابتی بیان کرکے انصار کو تسکین دے دی اور اِسطرح خلیفہ ابوبکر کو بنادیا لیکن مین یہ کہتا ہون کہ رسول اللہ سے جو کچھ مجھ قرابت حاصل ہے تم مین سے ایک کو بھی نہین ہی اور اسبات کو کل انصار جانتے ہین خدا تعالیٰ سے ڈرو اور انصاف کرو جب تم خود بھی انصاف کی خواہش رکھتے ہو تو دوسرون کا بھی انصاف کرو ۔ حضرت عمر نے سختی سے کہا جبتک آپ ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت نہین کرینگے مین آپکو ہرگز نہین چھوڑنے کا ۔ حضرت علی نے جواب دیا مین ایسی باتون سے نہین ڈرتا اور جبتک میری جان مین جان باقی ہی مین اپنے حق سے کبھی دست بردار نہین ہونگا ۔ اس پر ابوعبیدہ جرّاح بولے یا ابالحسن آپ کی فضیلت و سبقت ہم سب پر روز روشن کی طرح نمایان ہین کیونکہ تو اہلبیت ہی اور خلافت کا استحقاق رکھتا ہی بلکہ خلافت سے بھی زیادہ بزرگی کا تو مستحق ہی لیکن جبکہ اصحاب رسول اللہ نے اتفاق کرکے ابوبکر کو اپنا خلیفہ بنالیا ہی تو بھی اُسے خلیفہ تسلیم کرلے تجھے مخالفت کرنا کسی صورت سے بھی مناسب نہین ہی حضرت علی نے فرمایا ابوعبیدہ تو مقرب رسالت پناہی اور معتمد اُمتی ہوکے یہ کیا کہتا ہی تجھے سچی بات

کہنی چاہیے جو فخر کہ حضرت عزت نے خاندان بنی کو بخشا ہی تو دوسرونکے قبضہ مین اُس بزرگی کو نکر۔ قرآن ہمارے ہی گھر مین نازل ہوا اور معدن علم و دین سنن ہم ہی لوگ ہین اوضاع شریعت اور مصالح ملت کو ہم سے بہتر کوئی نہین جانتا۔ اپنی طبیعت کے مقتضا پر عمل نکرو کہ تمہین اِس سے نقصان ہوگا۔ پھر بشیر بن سعد بولا یا ابالحسن جو کچھ آپ اب فرما رہے ہین اگر ابوبکر سے بیعت کرنے سے پہلے معلوم ہوجاتا تو ہم تیرے ہی ہاتھ پر بیعت کرتے اور تیرے ہاتھ پر بیعت کرنے مین ایک شخص بھی مخالفت نکرتا مگر یہان تو یہ معلوم تہا کہ تجھے جہانداری کی کوئی خواہش نہین ہی اور اسی لیئے تو نے خانہ خدا سے قدم باہر نہین نکالا جو کچھ لوگونکا عقیدہ تیری نسبت ہی اُسکو قایم رہنے دے اور ہرگز اسلام اور مسلمانون مین مخالفت کرکے رخنہ نہ ڈال ہم نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہی اور یہ مہم خطیر اُسکے قبضہ اقتدار مین دیدی ہی حضرت علی نے جواب دیا اے بشیر تو یہ نہین سمجھا بھلا مجھسے کیونکر ہوسکتا تہا کہ مین کاایند حضرت خواجہ کائنات و خلاصہ موجودات بے تجہیز و تکفین گھر پر چھوڑکے ریاست و حکومت کیلیئے دوڑا چلا آتا حضرت ابوبکر نے جواب دیا ای ابالحسن اگر مجھے یہ پہلے سے معلوم ہوتا کہ خلافت کی تجھے آرزو ہی اور تو میرے ساتہ یہ منازعت کریگا تو مین کبھی خلیفہ نہ بنتا لیکن اب یہ امر عظیم طے ہوگیا اب تو بھی مین تجھپر کچھ دباؤ نہین ڈالتا اگر موقت تیرا جی بیعت کرنیکو نہین چاہتا تجھے اختیار ہی تو بخوشی و خرمی گھر جاسکتا ہی۔ یہ سنکے حضرت علی اُٹھ بیٹھے اور اپنے گھر چلے آئے۔

دوسری روایت | بعض مورخونکا قول ہی کہ حضرت علی نے چالیس دن کے بعد بیعت کی اور بعض کا یہ بیان ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی وفات کے بعد بیعت کرلی۔

تیسری روایت | بعض مورخونکا قول ہی کہ جب حضرت نے یہ سنا کہ انصار اور مہاجرین نے ابوبکر سے بیعت کرلی تو آپ برہنہ سر و پا بہاگے ہوئے آئے اور صدیق کے ہاتھ پر بیعت کرلی

آپ ایسے پریشان ہو کے خانہ مبارک سے تشریف لائے تھے کہ آپکے کاندھے پر چادر بھی نہ تھی۔ بیعت کرنیکے بعد آپنے گھر سے چادر منگا کے اوڑھی۔

چوتھی روایت | بعض مورخ رسوخ سے بیان کرتے ہین کہ بیعت سے پہلے ابوسفیان حضرت علی کے پاس آیا اور کہا اے ابالحسن کیا تو اس سے راضی ہی کہ ایک شخص بنی تیم مین سے حکومت کے کامونکا متصدی ہووے خدا کی قسم اگر تیری خواہش ہو تو مین سوار و پیادہ سے اس وادی کو بھر دون حضرت علی نے جواب دیا اے ابوسفیان تو نے زمانہ جاہلیت مین ہمیشہ فتنے برپا کئے ہین اب بھی تو یہی چاہتا ہی کہ اسلام مین فتنے و فساد کی آگ بھڑکے مین ابوبکر کو خلافت کیلئے بالکل موزون سمجھتا ہون۔ یہ سنکے ابوسفیان اپنا سامنہ لیکے چیکا ہو رہا جب شیخین نے یہ سنا کہ ابوسفیان مخالفت کرنا چاہتا ہی تو فوراً اسکے بیٹے کو شام کا گورنر جنرل بنا کے بھیجدیا جب ابوسفیان کو یہ بات معلوم ہوئی مخالفت کے خیال سے باز آیا۔

پانچوین روایت | بعض مورخون کا یہ قول ہی کہ جب حضرت علی نے بیعت کرنے مین لیت ولعل کی تو حضرت ابوبکر نے ایک خط اپنے ہاتھ سے لکھکے حضرت علی کو بھیجا اسکا مضمون یہ تھا۔ "ابی بکر خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے علی بن ابی طالب کو معلوم ہو کہ مسلمانون نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہی اور میری خلافت پر راضی ہو گئے ہین تجھے بھی اور صحابہ کی متابعت کر کے میرے ہاتھ پر بیعت کر لینی چاہیئے" اس خط کا جواب حضرت علی نے یہ دیا "اے ابوبکر تو نے اپنے خط مین مجھ لکھا ہی کہ مسلمانون نے تیرے ہاتھ پر بیعت کر لی اور تیری حکومت پر راضی ہو گئے اور انکے ساتھ تو مجھسے بھی بیعت کی آرزو رکھتا ہے۔ یہ تجھے نہین معلوم کہ مین سب سے پہلے مشرف باسلام ہوا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے اول تصدیق کی مین خدائے عزوجل کی قسم کھاکے کہتا ہون کہ ہرگز تیری خلافت سے

رضامند نہین ہون اور کبھی تیرے ہاتھ پر بیعت نہ کرونگا۔

چھٹی روایت تاریخون مین یہ بھی لکھا ہی کہ بریدہ بن الحصیب اسلمی جو اپنی قوم مین بہت بڑا عالم اور فاضل تہا مدینہ مین آیا اور حضرت علی کے در دولت پر ڈنڈے ڈیرے ڈال دیئے یہ دیکھکے حضرت عمر نے کہا بریدہ تو بھی عجیب شخص ہی صحابہ نے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کی ہی اور تو علی کے دروازہ پر پڑا ہوا جمہور مسلمین سے کیون مخالفت کرتا ہی۔ بریدہ نے جواب دیا کہ مین اس صاحب خانہ کے علاوہ اور کسی کے ہاتھ پر بیعت نہین کرنیکا پھر صحابہ نے مجمع کرکے بریدہ کو بلاکے پوچھا کہ تیری مخالفت کی نسبت جو بیان کیا جاتا ہی کیا یہ صحیح ہی کہ تو کل مہاجرین و انصار کی مخالفت پر آمادہ ہی۔ بریدہ نے کہا سنیئے اسکی اصل وجہ یہ ہی کہ ایک بار حضرت رسالت پناہی نے مجھ اور خالد ولید کو ایک گروہ کے ساتہ ملازمت علی ابن ابی طالب مین جانب یمن روانہ کیا خدا کی قسم مین نے علی کی بہت مخالفت کی اور سفر بھر مین آپسے کشیدہ خاطر رہا جب ہم حضرت رسالت پناہی کے حضور مین حاضر ہوئے تو حضور نے استفسار فرمایا کیون علی سے کیسی بنی مین نے اس کدورت کیوجہ سے جو اول روز سے میرے دل مین تہی علی کی غیبت کی یہ سنتے ہی حضرت رسالت پناہی کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا اور آپنے فرمایا یا بریدۃ ای قطع رجل الا ولی الناس بکم بعدی "جب مین نے سرور عالم کی زبان مبارک سے یہ کلمے سنے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم مین نے اس چیز سے توبہ کی جو تیرے غصہ کی باعث ہو اب مین عرض کرتا ہون کہ میرے حق مین دعا کر اور میری بخشش کی طلب کر حضرت رسالت پناہی نے ارشاد کیا علی کو آجانے دے اتنے مین حضرت علی آگئے اور مسجد کے ایک گوشہ مین بیٹھکے اپنی جوتیونکو صاف کرنے لگے مین نے عرض کیا یا رسول اللہ تونے وعدہ کیا تہا علی آجائے تو مین دعا کرون اب تو علی بہی آگئے دعا کیون نہین کرتا آنحضرت نے علی کیطرف

خطاب کرکے کہا اے علی یہ بریدہ ہی اس نے میرے پاس آکے تیری برائی کی اب طلب آمرزش کرتا ہی تو اجازت دیتا ہی تو اسکی مغفرت کی دعا مانگی جائے علی رضی ہوگئے اور پھر میری مغفرت کی دعا مانگی گئی حضرت علی نے بھی میری بخشش چاہی کہتے ہین بریدہ جنگ جمل اور صفین مین بھی حضرت کیساتھ تھا۔

یہ اختلافی روائتین ہین جو حضرت علی کی نسبت ہمین کتب تواریخ مین ملتی ہین الحمد للہ اس بات پر تو سب کا اتفاق ہی کہ حضرت علی نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت ضرور کی صرف اختلاف اس مین ہی کہ کب کی۔ دیکھنا یہ ہی کہ اگر حضرت علی اور شیخین کی مخالفت کو تسلیم کرلین تو کل واقعات پر جو شیخین کے زمانہ خلافت مین ہوئے پانی پھر جاتا ہی کیونکہ جس محبت اور دلی ہمدردی سے حضرت علی نے شیخین کو امور خلافت مین مدد دی ہی اسکی نظیر ملنی مشکل ہی تو یہ بات غلط معلوم ہوتی ہی کہ ان کی باہم کوئی مخالفت ہو۔ ہان بائی کی یہ دو روائتین کہ حضرت علی نے سنتے ہی بیعت کرلی صحیح معلوم ہوتی ہین کیونکہ حضرت علی کو کوئی وجہ مخالفت کی نہین تھی اور آپ ایسی مخالفت کر بھی نہ سکتے تھے جس سے قوم وملت کو کوئی صدمہ پہنچتا۔ یہ ممکن ہی کہ حضرت علی خلیفہ بننا چاہتے ہون لیکن جب قوم نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ تسلیم کرلیا تو آپنے بھی برضا ورغبت فوراً بیعت کرلی۔ اصل یہ ہی کہ حضرت علی کا مرتبہ باہی فوقا جو دکی اور کشش سے بہت بلند ہی آپ اوّل درجہ کے عالی ظرف اور صاحب ہمت تھے اور ایسی باتونکی آپکو بہت کم پروا ہوتی تھی۔

(مختصر واقعات خلافت)

جب حضرت صدیق اکبر مستقل خلیفہ بنائے گئے تو سب سے پہلے جو آپ کو کام کرنا پڑا وہ لشکر اسامہ کی روانگی کے متعلق تھا آپنے حکم دیدیا کہ جو لوگ اسامہ کے ساتھ جانے کیلئے نامزد

ہو چکے ہین اور جنہین رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مقرر فرما چکے ہین وہی لوگ بھیجے جائین گے اور اُس مین کچھ تغیر و تبدیل نہین ہوگی۔ یہ اعلان دیکھتے ہی بہت سے صحابہ حضرت صدیق کے پاس آئے اور کہا آپ یہ کیا کرتے ہین اور کیون اِس لشکر کثیر سے مدینہ کو خالی کرتے ہین۔ قبایل عرب اور یہودی جو مدینہ کے قرب وجوار مین رہتے ہین مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہین اگر آپنے لشکر اسلام کو روانہ کر دیا تو غضب برپا ہو جائیگا اور مسلمانون کو جان کے لینے کے دینے پڑ جائین گے۔ حضرت صدیق نے یہ سنکے جواب دیا یہ ہرگز نہین ہو سکتا اگر قبائل عرب اور یہود ملکے میرے ٹکڑے بھی اُڑا دین مین ہرگز باز نہ آؤنگا۔ پھر چند انصار حضرت فاروق اعظم کے پاس آئے اور کہا آپ ابوبکر سے جاکے کہین کہ جس سپہ اُسامہ بھیجا جاتا ہی بہت بڑی ہی اِسکے لئے کوئی معمر تجربہ کار شخص مقرر ہونا چاہئے جو اِس اہم اور بزرگ کام کی انجام دہی خوش اسلوبی سے کرے۔ اُسامہ ابھی بچہ ہے اور نہ اِسے کوئی تجربہ حاصل ہوا ہی چنانچہ حضرت فاروق حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور ساری کیفیت بیان کی حضرت صدیق کو یہ سنتے ہی غصہ آگیا آپنے حضرت عمر کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا "ثکلتک امک یا ابن الخطاب" رسول کریم تو اُسامہ کی سپہ سالاری کا عہد عنایت کرین اور تو اُسے معزول کرنا چاہتا ہی غرض اُسامہ کا لشکر تیار ہوا اور اُسامہ روانہ ہونے کیلئے گھوڑے پر سوار ہوا حضرت صدیق اکبر گھوڑے کی باگھ پکڑ کے اُسامہ کیساتھ پاپیادہ چلنے لگے اُسامہ نے کہا ابوبکر یہ کیا کرتے ہو کیا تو آپ خود بھی گھوڑے پر سوار ہو جائین اور یا مجھ بھی نیچے اُترنے اور پاپیادہ چلنے کی اجازت دیجئے حضرت ابوبکر نے نہ مانا اور اسیطرح باگھ پکڑے ہوئے بہت دور تک ساتھ ساتھ چلے آئے آپ افسران فوج کو سمجھاتے تھے کہ اُسامہ کی ہرگز نافرمانی نہ کرنا جو کچھ وہ حکم کرے اُسکو بدل وجان ماننا پھر آپنے سبکو مخاطب

کرکے یہ ہدایت فرمائی بچون۔ بوڑھون اور عورتون کو نہ مارنا اور پیڑ دار درخت کو نہ کاٹنا اور اُن فقراؤن اور راہبون کو جو خانقاہون اور گرجون مین خدائے کائنات کی یاد مین بیٹھے ہون مت چھیڑنا اور نہ اُنکے ساتھ کوئی تعرض کرنا۔

یہ روشن ہدایتین ہین جو پیغمبر اسلام کے خلیفہ اوّل نے سب سے پہلے اپنے لشکر کو کین اور شائستہ قوانین جنگی کی دنیا مین بنیاد قایم کی بعض مورخون نے اُسامہ کی روانگی کے واقعہ کو اسطرح لکھا ہی کہ جب صحابہ نے آپ پر زور دیا کہ لشکر اُسامہ کو مدینہ سے روانہ کرین صرف اِس مصلحت سے کہ بدوی عربون کی نیت بد معلوم ہوتی ہی تو آپنے بڑے جوش سے جواب دیا کہ اگر مدینہ کی شاہراہین خون مین تر ہو جائین اور مسلمان مدینہ کی گلیون مین کاٹ ڈالے جائین مین ہرگز اُسامہ کو روانہ کرنے سے باز نہ آؤن گا کیونکہ میرے رسول صادق نے اُسے روانہ ہونے کا حکم دیا تہا یہ تہی صداقت اور یہ تہا سچا عشق جو حضرت صدیق اپنے ہادی برحق سے رکھتے تہے کسی تاریخ مین اِس فدائیانہ عشق کی مثال نہین ملتی

اُسامہ | غرض اُسامہ روانہ ہوکے قبایل قضاعہ پر حملہ آور ہوا خوب لڑائیان ہوئین۔ تمام قبائل کو زیروزبر کرڈالا بعض مورخون کا یہ قول ہی کہ اُسامہ نے اپنے باپ زید کا خوب انتقام لیا کیونکہ وہ یہین شہید ہوئے تھے بعض کا بیان ہی کہ یہان کوئی لڑائی ہی نہین ہوئی اور اُسامہ مدینہ واپس چلے آئے۔

اسود عنسی کا قتل | جب باذان یمن کا حاکم مسلمان ہوا تو اُس نے یہ کوشش کی کہ اُسکے قرب جوار کے لوگ بہی مسلمان ہو جائین چنانچہ بکثرت لوگ مسلمان ہوگئے۔ جب باذان کی وفات ہوگئی تو حضور انور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو یمن کا حاکم بناکے بہیجا اور علیحدہ علیحدہ ایک ایک شہر پر ایک ایک حاکم مقرر کردیا

یعنی نجران پر عمرو بن حزام اور نجران و زبید کے درمیانی موضع پر خالد بن سعید ابی العاص ہمدان پر عامر بن فہیرہ اور حکومت صنعا کہ جو دار الملک یمن تھا شہر بن باذان۔ مارب پر اور موسیٰ اور حضرموت پر زیاد بن ولید انصاری اسیطرح مختلف شہرون پر مختلف حاکم بنا کے بھیجدیئے اور معاذ بن جبل کو تعلیم شریعت غرا کیلئے نامزد کیا۔

جب حضور انور نے مکہ سے مراجعت فرمائی اور آپ مدینہ مین کچھ عرصہ کے بعد صاحب فراش ہوگئے تو اسود عیسی کہ لعہیلہ بن کعب کے نام سے موسوم تھا اور اسے ذو الخمار بھی کہا کرتے تھے نواحی یمن مین دعوی نبوت کر بیٹھا۔ یہ شخص بڑا چالاک اور شعبدہ باز تھا اسنے شعبدے دکھا دکھا کے قبیلہ بنی مذحج کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ وہ سب لوگ اُس پر ایمان لے آئے غضب یہ ہوا کہ قیس بن عبد یغوث جو اس نواح مین صاحب اثر اور دولتمند شخص تھا مرتد ہوکے اُسکے ساتھ ہوگیا اور اُسکی فوج کا سپہ سالار بنگیا۔ یہ شخص پہلے مسلمان ہوگیا تھا لیکن اخیر مین اُس نے دغا کی اور کھلم کھلا اسلام کا مخالف ہوگیا۔ اسود نے سوار و پیادہ کی ایک جمعیت کے ساتھ سب سے پہلے شہر بن باذان پر حملہ کیا۔ شہر اُسکے حملہ کی خبر پاکے پائے تخت سے نکلا اور اسود سے مقابل ہوا خوب دست بدست جنگ ہوئی اخیر شہر بن باذان شہید ہوا اور اسود فتح کا باجا بجاتا ہوا صنعا مین داخل ہوا۔ اسود کی اس نمایان فتح سے تمام یمن مین ہلچل پڑگئی اور اسلامی حکومت کی بنیادین ہل گئین۔ اسود نے صنعا کو قبضہ مین کرکے شہر کی بیوہ سے شادی کرلی۔ اس بیوہ کا ایک چچازاد بھائی فیروز نامی تھا اسود نے اس شخص کو داذویہ نامی ایک آدمی کے ساتھ اُن اہل عجم کا جو یمن مین رہتے تھے سردار مقرر کیا۔

عمرو معدی کرب | ایک اور شخص عمرو معدی کرب جو بڑا زبردست اور صاحب اثر آدمی تھا

مرتد ہوکے اسی اثنا مین اسود سے مل گیا اسکی اصلیت یہ ہی کہ شخص مذکور حضرت رسالت پناہی کی خدمت مین پہلے حاضر ہوا تہا اور اس نے التجا کی تہی کہ حضور زبید کی جگہ مجہ کو دین حضور نے منظور نہین فرمایا اور زبید کی جگہ دوسرے قابل شخص کا تقرر ہوگیا عمرو معدی کرب کو سخت ناگوار گزرا اور یہ حضور انور سے کشیدہ خاطر رہنے لگا یہانتک کہ اسود نے دعوی نبوت کیا اور یہ فوراً اسکے ساتہ جاملا۔ اسکے جاملنے سے اسود نے ایک زبردست قوت پیدا کردی اور وہ اسکے صدقہ مین قریب قریب تمام یمن کا مطلق العنان حاکم بن بیٹھا۔

نامہ حضور انور | جب حضور انور کو یہ خبریں پہنچین کہ اسود نے یہ آفت برپا کر رکہی ہی تو آپنے ایک مہم بہیجنے کی تجویز کی اور اسود کو ایک رقعہ لکہا اور معاذ بن جبل کو اس مہم کا سرگروہ بناکے روانہ کیا۔ اب اسود کے دو بڑے بڑے مصاحب تہے ایک قیس بن عبد یغوث دوسرا فیروز دیلمی یہ دونون اسکی بیجا حرکات سے سخت پریشان ہوگئے اور مجبور ہوکے انہون نے اسود کے قتل کا ارادہ کرلیا اور برابر موقع کی تاک مین لگے رہے جب معاذ بن جبل پہنچے تو وہ دونون انکے ساتہ آکے گٹہ گئے اور اب اسکے قتل کی تدبیرین کرنے لگے کہ ان سازشون کی بھنک اسود کے کان مین بہی پڑی اور وہ گہبرا گیا اس نے قیس کو تخلیہ مین بلاکے کہا کہ تو اور کئی آدمیونکے ساتہ میرے قتل کی سازش کر رہا ہی تجہ کو معلوم نہین کہ اس سازش کا نتیجہ تجہ کیا ملے گا ایک عذاب تجہ پر ہوگا اور تو برباد ہوجائیگا قیس نے یہ سنتے ہی اسود کی ذات کی قسم کہائی اور صاف انکار کیا کہ تجہے یہ خبر غلط پہنچی ہی مین نے کسی کیساتہ سازش نہین کی۔

اسیطرح اور بہت کچہ طمینان دیکے قیس چلا آیا اور اسنے اپنے احباب سے کہا کہ ہماری سازش کی خبر قیس کو ہوگئی ہی اب ہمین ہوشیار رہنا چاہئے مبادا وہ ہمین کچہ نقصان پہنچائے۔

اسی سازش کے زمانہ مین عامر بن شہیر اور ذوالکلاع وغیرہ امرائے عظام کے خطوط آئے جن مین اسود سے سخت ناراضی کا اظہار کیا گیا تھا۔ اور التجا کی گئی تھی کہ جسطرح ہو سکے اُس کا قلع وقمع کر دیا جائے۔ قیس کو یہ خط دیکھکے اور بھی جرأت ہوئی۔ فیروز نے کہا تم مصر مین اپنی چچازاد بہن کے پاس جو آجکل اُسکی بیوی ہے جاتا ہون اور اُس سے مشورہ کرتا ہون دیکھو اُس کا عندیہ کیا ہو چنانچہ فیروز اپنی بہن کے پاس گیا اور اُس سے حال دریافت کیا وہ عورت یہ سنکے بہت خوش ہوئی اور کہا اسود سے میرا دم بھی ناک مین آگیا ظالم رات بھر شراب کے نشہ مین بیہوش پڑا رہتا ہو غسل جنابت آجتک اسنے کیا ہی نہین۔ مین تمہین ایک ترکیب بتاتی ہون جس سے تم بآسانی اسپر قابو پا سکتے ہو کہ فلان وقت فلان باغ مین تم آجاؤ پھر ایک خاص علامت سے تمہین بتا دون گی کہ اسود آج کی شب فلان کمرہ مین سوئے گا۔ چونکہ اُسے اپنے تمام امیرون سے شک ہو اسنے دروازہ پر سخت سخت پہرے بٹھا دیئے ہین کوئی پرندہ پر نہین مار سکتا تم دیوار کے پیچھے چھپ جانا اور اُس مین آہستہ آہستہ ایک چھید کر لینا اور پھر وقت پر کمرہ مین گھسکے اُسکا کام تمام کر دینا۔

واقعۂ قتل یہ سنکے فیروز واپس چلا آیا اور شب کو فیروز۔ داؤدیہ اور قیس بن عبد یغوث مقام مقصو پر پہنچے اور اُسی ترکیب سے دیوار کے پیچھے چھپکے اُس مین سوراخ کر لیا پھر آپس مین باتین ہونے لگین کہ پہلے کون کمرہ مین جائے۔ داؤدیہ نے کہا بھئی مین ضعیف آدمی ہون شاید میری ضرب کارگر نہ ہو اور اسود جاگ جائے مین نے قیس سے کہا تو یہ کام کر سکتا ہے اسنے جواب دیا مجھ مین عادت ہو کہ جب مین قتال کرتا ہون تو میرے دل مین دغدغہ پیدا ہو جاتا ہو ممکن ہو کہ اُسوقت ضرب کارگر نہ لگے اور اسود جاگ اُٹھے اور ہماری سب محنت

ضایع ہوجائے۔ جب مین اپنے رفقا سے مایوس ہوگیا تو مین خود اسود کے کمرہ مین داخل ہوا جب کمرہ مین پہنچا تو مین نے دیکھا میرے پاس تلوار نہین ہی مبادا یہ جاگ اُٹھے اور کام بنا بنایا بگڑجائے۔ مین نے یہ سوچا کہ جب یہان پہنچ گیا ہون تو کچھہ کرنا چاہیئے مین نے اُس کی گردن کا منکا توڑ ڈالا۔ جب گردن ٹوٹتے ہوئے اُس نے غل مچایا تو تمام پہرے والے دوڑے ہوئے دروازہ پر آئے اور پوچھا ہمارے پیغمبر کو کیا ہوا کیون غل مچاتا ہی اسود کی بیوی نے کہا خاموش نزول وحی ہورہی ہی۔ وہ سنکے چپکے اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے۔ فیروز کا بیان ہی کہ بعد ازان قیس گھر مین آیا اور ہم اسود کا سر تن سے جدا کرکے باہر نکل آئے اور بآرام منزل پر پہنچگئے۔ ہم نے استراحت کی۔ علے الصباح ہم نے اذان دی اور نماز پڑہی اتنے مین بہت سے مرید اسود کے ہم پر حملہ کرنے کی غرض سے آئے ہم نے اسود کا سر اُنکے آگے ڈال دیا وہ سب تتر بتر ہوگئے پھر ہم بخوشی وشادمانی شہر مین آئے اور خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسود کے قتل کی خبر دی اور ہماری وجہ سے اسلام کی پشت قوی ہوئی کہتے ہین کل تین مہینے اسود نے یمن پر حکومت کی۔

خطبہ | جب حضرت صدیق تخت خلافت پر بیٹھے تو آپنے مسجد نبوی مین یہ خطبہ پڑھا تھا۔ اے لوگون تمہین معلوم ہو کہ تمہاری ولایت کا عہدہ مجھے سپرد ہوا ہی اگر میری زندگی عدالت اور مروت مین کٹے تربیت اور ہمت سے مجھے نصرت دینی چاہیئے اور اگر مجھسے کسی امر مین غلطی ہوجائے تو تم مجھے آگاہ کردو مدا ہنہ اور میل کے پاس ہوکے نہ جاؤ کیونکہ سچ بولنا امانت ہی اور جھوٹ بولنا خیانت۔ تم یقین کرو کہ ضعیف ترین آدمی میرے نزدیک قوی ہی جبکہ مین اُسکی دادلون۔ ایمان کے خلاف کوئی قوت کام نہین دیسکتی سوائے ذلت اور خواری کے اور کچھہ نہین ہوتا۔ کوئی گروہ فساد اور بغاوت نہ کرے ورنہ حوادث زمان اور گہنا

بلا مین گرفتار ہو جائیگا جبتک مین خداوند تعالیٰ کی متابعت اور فرمانبرداری کرون تم میری اطاعت کرو اور اگر حکم خدا کے خلاف کوئی بات مجھ سے سرزد ہو جائے تم ہرگز میری اطاعت نکرو بلکہ میری مخالفت کرو۔ اِس سے زیادہ راستبازی اور صداقت کیا ہو سکتی ہو جس نے اپنی قوم مین زندگی کی ایک تازہ روح پھوک دی اور جس نے بتا دیا کہ جو شخص خدا کی اطاعت نکرے تم ہرگز اُس کی اطاعت نکرو تم چونکہ راستباز ہو ایک راستباز بندہ تمہارا آقا بن سکتا ہو تم حق کہنے مین ایک شہنشاہ کے آگے بھی آزاد ہو حق کو امانت اور دروغ کو خیانت کے لفظ سے تعبیر کرنا آپکی صداقت اور راستبازی کی شہادت دیتا ہو۔

خالد ابن الولید۔ جنگ طلحہ بن خویلد و قتل سلمی بنت مالک

جب اُسامہ کا لشکر کامیابی کے ساتھ واپس چلا آیا اور وہ قبایل عرب جنھون نے سر اُٹھایا تھا دوبارہ مطیع اسلام ہو گئے تو حضرت ابو بکر نے طلحہ بن خویلد کی سرکوبی کے لیئے فوج کو نئی طرح سے ترتیب دیا سامان باربرداری وغیرہ کا انتظام کر کے آپ معہ فوج مدینہ کے باہر تشریف لائے جب مقام ذوالحلیفہ پہنچے جو مدینہ سے صرف ایک مرحلہ ہو تو حضرت علی نے گھوڑے کی باگ پکڑ کے کہا "مین مصلحت نہین سمجھتا یا ابو بکر کہ آپ آگے بڑہین آپ مدینہ واپس چلے آئین اور طلحہ بن خویلد سے کسیکو اپنی طرف سے جنگ کرنے کیلئے بھیجدین" حضرت ابو بکر نے حضرت علی کے اِس مشورہ پر فوراً عمل کیا اور آپ فوج کی کمان خالد کو دیکے خود مدینہ واپس چلے آئے۔

خالد کمان افسر بنکے آگے بڑہے اور موضع بزاخہ مین پہنچے جو بنی اسد کا مسکن تھا اور یہین طلحہ بھی رہتا تھا یہ شخص پہلے مسلمان ہو گیا تھا لیکن بعد ازان اپنے قبیلے بنی اسد کے سایۂ وطن مین آکے مرتد ہو گیا اور صرف مرتد ہی نہین ہوا بلکہ دعوے نبوت کر بیٹھا اور فتویٰ دیدیا کہ شراب حلال ہو نماز و روزہ رکھنے کی کوئی ضرورت نہین ہو ہر شخص زناکاری اور

عیاشی کے لئے آزاد ہو۔ جن بات کو نفس چاہے وہ بخوشی کرسکتا ہو۔

طلحہ کی جمعیت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے بہت بڑھ گئی تھی جب خالد قریب پہنچے تو اُنہون نے لشکر طلحہ کی خبر لانے کیلئے عکاشہ بن محصن اور ثابت بن ارقم کو روانہ کیا۔ رستہ مین اِن سے طلحہ کا مقابلہ ہوگیا یہ صرف دو آدمی اور وہ کئی تھے لڑائی ہوئی اور خوب تلوار چلی اور یہ دونون صحابہ شہید ہوگئے جب اِن صحابہ کی شہادت کی خبر بہنچین تو خالد مقتل مین آکے پہنچے دیکھا دونون صحابہ شہید پڑے ہوئے ہین۔ رضا الٰہی سے صبر کیا اور نہایت استقلال سے عزم بالجزم کرکے اِسلامی سپاہ آگے بڑھائی۔ خالد نے بہت ہی قریب پہنچکے طلحہ کو ایک مرسلہ روانہ کیا جس مین لکھا بھیجا کہ اب بھی توبہ کرے اور اپنی حماقت سے باز آ۔ خدا اور رسول تیرا قصور معاف کردینگے اور تو خدا کے برگزیدہ بندون مین ہو جائے گا۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ	گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

خالد کے اِس خط کی طلحہ نے اپنی فرضی پیغمبری کے خمار مین کچھ پروانہ کی جب خالد کمال مایوسی ہوگئی تو اپنی فوجون کی ترتیب دینی شروع کی میمنہ مین عدی ابن حاتم طائی کو مقرر کیا میسرہ مین زید الخیل کے بیٹے کو متعین کیا اور آپ قلب لشکر مین قایم ہوئے طلحہ کھیتا قبایل بنی اسد غطفان اور مزارہ تھے مسلمانون کی طرح طلحہ نے بھی صف بندی کی دونون لشکرونکی صفین ایک دوسرے کے مقابلہ مین جم گئین۔ طلحہ کے ہان کچھ تھوڑی دیر تک سکوت رہا دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل آنیکو ہین اسلئے مین بغیر اُنکے مشورہ کے جنگ مین پیشقدمی نہین کرسکتا۔

طلحہ ایک فرضی جبرائیل کا راستہ دیکھ رہا تھا۔ اور وہان خالد اپنی صفون اور پرون کی ترکیب اور حملون کی صورتین ملاحظہ کر رہا تھا یہانتک کہ اُس کی طرف سے عتبہ بن حصن نے سات سو سوارون کو لیکے قلب لشکر پر حملہ کیا۔ خوب خوب لڑائی ہوئی مگر عتبہ کا منہ پھیر پھیر گیا جب عتبہ کو ہزیمت ملی اور اُس نے لشکر اسلام کی یہ آن بان دیکھی تو طلحہ کے پاس بھاگا ہوا آیا اور کہا کیا ابھی تک جبرائیل نہین آئے۔ طلحہ نے جواب دیا ہین اُنہین کا راستہ دیکھ رہا ہون ابھی تک وہ نہین آئے۔ یہ سنکے عتبہ بہت سخت آزردہ ہوا اور طوعاً و کرہاً میدان جنگ مین چلا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر واپس آیا اور گھبرا کے پوچھا جبرائیل آئے طلحہ نے انکار کیا نہایت پریشان ہو کے پھر میدان جنگ مین واپس گیا فوج کو لڑایا اور جب کامیابی کی صوت نہ معلوم ہوئی تو پھر بھاگا ہوا آیا اور طلحہ سے پوچھا کیون جبرائیل آئے۔ اب کے طلحہ نے جواب دیا کہ ہان آئے عتبہ نے خوش ہو کے پوچھا کیا خبر لائے طلحہ نے کہا کہ جبرائیل نے آتے ہی مجھ سے یہ خطاب کیا ان لک رجالا کرجاہ وحدیثا لاینساہ "مترجم تاریخ اعثم کوفی نے ان کلمات کا یہ ترجمہ کیا ہو کہ تو خالد سے ہرگز برسر نہین آنے کا اور ایک ایسی حالت تجھپر آئے گی جسکو تو ہرگز نہین بھلا سکتا" یہ سنتے ہی عتبہ کو سخت غصہ آیا اس نے طلحہ سے کہا مجھپر تو کیا تجھ پر ایک ایسی حالت آنے والی ہو جو تجھے کبھی فراموش نہین ہو سکتی پھر اپنی قوم کی طرف خطاب کر کے کہا اے قوم فزارہ یہ بدبخت طلحہ کذاب اور بدمعاش ہو مین اس کے دھوکے مین آگیا تھا خدا اس سے ہر شخص کو بچائے۔ یہ کہکے میدان جنگ سے معہ اپنے آدمیونکو چلدیا

دوسری روایت یہ ہو جب خالد نے اسے نمایان شکست دی تو عتبہ بھاگ کھڑا ہوا طلحہ نے پوچھا میدان سے کیون بھاگتا ہو عتبہ نے جواب دیا ہم تو اپنی باری ختم کر چکے اب جبرائیل سے کہنا کہ وہ اپنی بانکی دکھائین کیونکہ اُن کی باری ہو دو چار ہاتھ تو میدان مین آکے مارین انہین

کیفیت کھلے کہ جنگ کیونکر کرتے ہین بنی فزارہ بھاگ گئے تو بنی اسد اور بنی غطفان کے بھی قدم اُکھڑ گئے۔ خالد کی تلوار کی کہین پناہ نہ تھی۔ طلحہ دو تین میدان جان توڑ کے لڑا تھا مگر سیف اللہ کی سیف سیف ہی تھی۔

ابھر جا کہ شمشیر او کار کرد | یکے را دو کرد و دو را چار کرد

جب طلحہ نے دیکھا کہ صفین کی صفین کام آچکی ہین اور کل قبائل پیٹھ دکھا چکے ہین تو آپ ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کے بھاگ کھڑا ہوا اور فرضی جبرائیل کا لاڈلا بے نیل و مرام اسطرح کا فور ہوا کہ سدھ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی۔ نکل شہر سے راہ جنگل کی لی۔ کمبخت سیدھا جا شام ہو لیا۔ خالد نے فوراً اُسکے تعاقب مین گھوڑا ڈالدیا وادی الاخراب نامی ایک موضع مین اُسے جالیا۔ یہان عتبہ معہ اپنے گروہ کے مورچہ زن تھا۔ کئی میدان بہت خونریز ہوئے اخیر عتبہ اور قرد بن مسلمہ طلحہ کے یہ دو بڑے بڑے سردار گرفتار ہوئے۔

طلحہ بھاگا ہوا سیدھا شام آیا اور غسانی شاہون کے آگے التجا کی اور کہا مین ارتداد سے باز آیا اور صاف دل سے توبہ کرتا ہون چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔ جب خالد کو طلحہ سے فراغت ملگئی تو اس نے قانون جنگ کے مطابق عتبہ و قرہ کو قید کر کے بطور جنگی قیدی کے حضرت صدیق اکبر کے پاس مدینہ بھیجدیا۔ جون ہی دونون مذکورہ بالا اشخاص حضرت صدیق کے حضور مین پہنچے حضرت صدیق نے نہایت پر اثر لہجہ مین اُنہین شرمندہ کیا اور اسلام کی بہت سی خوبیان اُنہین سمجھائین۔ دونون اشخاص نے توبہ کی اور بطیب خاطر توبہ کر کے مسلمان ہو گئے۔

طلحہ سلمی بنت مالک بن حذیفہ بن بدر

جب ان لوگون کا قلع قمع ہو گیا اور خالد کی تلوار نے فرضی نبی کا فیصلہ کر دیا تو طلحہ سلمی بنت مالک کو ملک گیری کی ہوس دامنگیر ہوئی یہ

کمبخت پہلے مسلمان تہی لیکن ہوائے نفسانی سے اُس نے نہ صرف اسلام جیسے روشن دین سے روگردانی کی بلکہ جہلا کو بہکا کے اسلام کے مقابلہ مین آمادہ پرخاش ہوگئی۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے میدان جنگ مین گرفتار ہوکے حضور انور کی خدمت مین لائی گئی تہی اور جب حضرت رسالت پناہی کے حضور مین کفر سے تائب ہوکے مشرف باسلام ہوئی تو حضور انور نے اُسے چھوڑ دیا تہا۔ مگر حضرت رسالت پناہی نے یہ ارشاد کر دیا تہا کہ طلحہ بنت مالک دل سے مسلمان نہین ہوئی ہی یہ ضرور کبھی نہ کبھی کچھہ رنگ لائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو اُس نے کھلم کھلا بغاوت کی اور قبایل غطفان۔ ہوازن۔ سلیم۔ اسد اور طے کو اپنے ساتہ ملاکے پوری قوی بن گئی بہادر سپہ سالار اسلام یعنی خالد نے جون ہی سلمی کی بغاوت کی خبر سنین فوراً اپنے گھوڑے کی باگین اپنی ظفر موج فوج کے ساتہ اُسکی طرف اُٹہائین ادہر سلمی بہی مقابلہ پر آئی۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی سیف اللہ کی شمشیر زنی کی وہاں مچگئی جسطرف بہادر سپاہ سالار نے رخ کیا صفین کی صفین اُلٹ گئین۔ طرفین سے دل کھولکے مقابلے ہوئے اخیر سلمی عین میدان جنگ مین ماریگئی اور یہ فتح عظیم خالد کو نصیب ہوئی۔

ایک اور فرضی مرسلہ | سجاح بنت المنذر نصرانی عورت تہی۔ نبوت کے خیالات مدت سے اسکے دماغ مین چکر کہا رہے تہے۔ یہ اعلےٰ درجہ کی فصیح اور بلیغ تہی اسکے وعظ مشہور زمانہ ہین صبہا بلکہ ہزارہا آدمی اس کی خوش بیانی پر مٹے ہوئے تہے جون ہی اُس نے حضرت رسالت پناہی کی خبر وفات سنی علانیہ نبوّت کا دعویٰ کر بیٹہی اور اب مسجع باتین کرنی شروع کین اور کہا کہ یہ وحی الٰہی ہی۔ قبیلہ بنی تغلب نے سب سے پہلے اُسکے دعویٰ نبوّت کی تصدیق کی اس ہوشیار عورت نے اپنے متابعین کو نماز روزہ زکوٰۃ اور صدقہ کی ہدایت کی اور سوئر کا گوشت

حلال کردیا۔ جب کل بنی ثعلب اُسکے حلقہ بگوش بنگئے تو اُس مین کونہ قوت پیدا ہوگئی۔ اِس چالاک عورت نے تمام قبایل عرب کے پاس مسجع اور مقفہ خطوط بھیجنے شروع کردیئے صدہا عرب آنے شروع ہوئے اور سب نے اسکی متابعت کی اب اُسکی قوت پوری ہوگئی اور اُسکا داؤ ہزارون پر چلگیا۔

اِس چالاک عورت نے اپنی اِس کثیر تعداد ہی پر قناعت نہین کی بلکہ اسنے اور بھی آگے اپنی نظرین دوڑائین اور بنی تمیم کے رئیس مالک بن نویرہ کو خط لکھا اور اپنے مذہب مین آنے کی دعوت کی۔ مالک بن نویرہ اِس عورت کے داؤ مین آگیا اور فوراً ترک اسلام کرکے مرتد بنگیا جب بکثرت قبائل عرب اُسکے مطیع ہوگئے تو سب نے باتفاق اِس چالاک عورت سے کہا کہ مخالفونکی ضرور خبر لینی چاہیئے اور ایک کو چن چنکے مارنا چاہیئے۔ چالاک عورت نے کہا جبتک آسمان سے وحی نہین اُترے گی مین کچھ نہین کہسکتی۔ چنانچہ اِس عورت نے سوچ سمجھکے ایک فرضی وحی کی ترتیب دی اور عبارت کو خوب مسجع کیا جسکا مضمون یہ تھا کہ سب سے پہلے بنی رباب کی خبر لینی چاہیئے۔ یہ مشورہ کرکے بنی رباب پر جا پڑی اور اُن بیچارون کا قتل عام کردیا۔ اِس غیر معمولی فتح سے سرخوش ہوکے کسی دوسرے پر حملہ کرنے کا مشورہ ہونے لگا سب کی رائے اسپر قرار پائی کہ اُمت محمد سے زیادہ فی الحال کوئی قوی ترین دشمن ہمارا نہین ہے مناسب یہ ہے کہ پہلے ابوبکر کے لشکر کا قلع قمع کردین اور مدینہ فتح کرکے وہان اپنی فتح کا جھنڈا گاڑدین پھر ہمارے مذہب کی بنیاد دین دنیا مین قایم ہوجائین گی چالاک عورت نے اِس مشورہ اور تجویز کو بغور سنا اور اپنے سردارون کے جواب مین یہ کہا جبتک وحی نازل نہوگی مین کوئی فیصلہ نہین کرسکتی۔ شب کو تخلیہ مین ایک مسجع عبارت کی ترتیب دی اور علے الصباح اِس فرضی وحی کا مضمون اپنے سردارون کے آگے پڑھکے سنایا

مضمون صرف یہ تہا کہ پہلے یمامہ پر حملہ کرنا چاہیئے اور بس حضرت صدیق اکبر نے شرجیل بن حسنہ اور عکرمہ بن ابی جہل کو سجاح کی سرکوبی کے لئے یمامہ روانہ کیا۔ خالد نے یہ ارادہ کرلیا تہا کہ شرجیل اور عکرمہ کے ساتہ یمامہ مین آکے ملجائین لیکن جب بہادر سپاہ سالار نے سجاح کی دوسری خبر سنی تو توقف کیا ادہر شرجیل اور عکرمہ مفصل کیفیت عرض کرنے کیلئے مدینہ مین واپس چلے آئے کہ دیکہئے ان دو مدعیان نبوت کی آپس مین کیونکر نبڑتی ہے۔ خالد نے بہی بڑی عقلمندی کی کہ سجاح کے قلع قمع کرنے کے لئے آگے قدم نہین اُٹہایا اور یہ موقع خاموش ہی رہنے کا تہا کیونکہ دو دشمن اسلام ایک دوسرے سے ہمنبرد ہونے کی تیاری کررہے تہے۔

غرض سجاح بنیہ کی فوج جانب یمامہ روانہ ہوئی مسیلمہ سنتے ہی گھبرا گیا کہ سجاح لشکر کثیر کے ساتہ اُسپر چڑہی چلی آتی ہے مسیلمہ نے فوراً ایک سفارت سجاح کے پاس بہیجی تاکہ اس مدعی نبوت کی غرض معلوم ہوجائے سفارت نے پیغام مسیلمہ کا اُسکے پاس پہنچایا سجاح نے جواب دیا مجہے وحی آلہی ہوئی ہے کہ مین تمہارے ساتہ جدال قتال کرون بس سوا اس کے میری کوئی غرض نہین ہے یہ سنتے ہی قاصد واپس چلے آئے مسیلمہ جسنے دعوئی نبوت کیا تہا ایک چالاک شخص تہا وہ جانتا تہا اگر مین نے اس عورت سے لڑکے اپنی قوت زایل کردی تو پہر مسلمان آسانی سے مجہ پر ٹوٹ پڑہ کر جائین گے۔ وہ یہ بہی جانتا تہا کہ اس عورت نے مثل میرے جہوٹا دعوی کیا ہے تو بہی اسکے ساتہ صلح کرلینا ہر طرح سے بہتر ہے۔ یہ خیال مسیلمہ کذاب کا بہت صحیح تہا اس نے ایک خط دیکہے پہر دوبارہ سفارت کو روانہ کیا۔ اس خط کا مضمون یہ تہا کہ خداوند تعالی نے نصف زمین تو قریش کے قبضہ مین دیدی ہے اور نصف زمین کی مجہے بخشش کرکے مجہے محمد کے ساتہ نبوت مین شریک بنا دیا ہے اب اگر تو اضاف سے کام لے

تو نصف قریش والی زمین کے حق کا غرو علا تجھے مالک بنا دیگا اور اب چونکہ تجھپر وحی نازل ہوتی ہے تیری فرمانبرداری کرنی لازم اور ضروری ہوئی جب میری سفارت تیرے پاس پہنچ جائے مجھے اُمید ہے کہ تو اپنے خواص کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تاکہ مین تیری شیرین کلامی سے محفوظ ہون ۔

زان لب شیرین تکلم یک سخن گر شنوم ٭ تا قیامت آن سخن ورد زبان من شود

جب یہ خط سجاح نے دیکھا بہت خوش ہوئی اور کہا تم لوگون کی تعریف مین خدا نے ابھی مجھپر وحی نازل کی ہے تم وہ لوگ ہو جو شراب کو حرام سمجھتے ہو اور نیکو کاری جو کرتے ہو خدا اُسکا تمھین اجر عظیم دیگا ۔ غرض مسیلمہ کذاب کی سفارت کامیاب ہوکے یمامہ چلی آئی اور سجاح کے مہربانی آمیز الفاظ سب دہورا دیئے ۔ مسیلمہ کذاب نے کہا کہ بیشک وہ عورت مرسلہ ہے اور اِس مین ہرگز شک نہین رہا ۔ تمہاری تعریف مین ایک وحی مجھپر بھی خداوند تعالیٰ نے نازل کی ہے ۔ تم ایسی ہی تعریف کے مستحق ہو ان دونون مین صلح ہوگئی اور سجاح اپنے خاص خاص سردارونکے ساتھ مسیلمہ سے ملنے آئی ۔ کذاب نے اپنے قلعہ کے پاس ایک خیمہ نصب کرایا اور وہان بڑے تپاک سے آکے سجاح سے ملا ۔ سجاح نے اثنا گفتگو مین کہا اے مسیلمہ کیا خدا نے ہوقت کوئی وحی بھیجی ہے ۔ مسیلمہ نے جواب دیا ہان ۔ سجاح بولی وہ وحی کونسی ہے ۔ مسیلمہ نے فرضی وحی سنا دی اسمین سجاح کی بہت تعریف تھی ۔ یہ توصیفی جملے سنکے چالاک عورت بہت خوش ہوئی اور کہا بلاشک تو سچا پیغمبر ہے ۔ جب مسیلمہ نے اِس عورت کا التفات اپنی طرف دیکھا تو چکنی چپڑی باتون سے اُسے اپنے جال مین پھنسانے کیلئے یہ کہا کہ ہم دونون سچے پیغمبر ہین مناسب ہے کہ میرا اور تیرا نکاح ہوجائے ۔ کمبخت عورت پہلے ہی سے مسیلمہ کو نازک اندام دیکھکے اُسپر فریفتہ ہوچکی تھی اور اُس کی ساری ہوشیاری اور فرضی نبوت خاک مین ملگئی تھی نکاح کا نام سنتے ہی راضی

ہوگئی۔ نکاح لفظ بھی ایک فرضی تھا۔ دونون مین ناجائز تعلق ہوگیا اور خوص سجاح اپنا سا منہ لیکے واپس چلے آئے تین دن اور تین رات دونون اسی خیمہ مین رہے اور اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرتے رہے چوتھے روز سجاح اپنی فوج مین چلی آئی۔ لوگون نے پوچھا کہ تین دن تک تو کہان رہی سجاح نے کہا کہ مین نے مسیلمہ کے ساتھ نکاح کرلیا ہی کیونکہ ایک مرسلہ کے لئے مرسل کا ہونا مناسب ہے لوگون نے کہا تیرا مہر کیا بندھا۔ سجاح نے جواب دیا کچھ بھی نہین لوگون نے طعنے دیئے اور کہا تو ابھی جا اور مہر ٹھیرا کے آبغیر مہر کے نکاح نہین ہوسکتا۔ وہ عورت شرمندہ شرمندہ واپس آئی مسیلمہ نے دروازے بند کرادیئے اور آپ کوٹھے کی منڈیر پر چڑھکے بولا سجاح تو دوبارہ کیون آئی۔ سجاح نے کہا مہر لینے آئی ہون مسیلمہ نے کہا تیرے ساتھ کوئی موذن ہی عورت نے جواب دیا ہان شیث بن ربیع میرا موذن ہی۔ شیث کو بلاکے کہا تو اپنی قوم مین منادی کردے کہ فجر اور عشا کی نماز تم لوگون پر معاف کردی۔ یہ سنکے سجاح اپنے لشکرگاہ مین واپس چلی آئی اور اس نے اپنے مصاحبون سے ساری کیفیت مہر کی بیان کردی۔ سجاح کی اس حرکت سے اسکے سمجھدار معتقد بدظن ہوگئے اور آپس مین کہنے لگے ہمنے ناحق اس عورت کے جال مین پھنسکے اپنا دین وایمان کھویا۔ یہ تو بڑی فاحشہ نکلی تین دن کمبخت مسیلمہ کے ساتھ رہکے آئی ہے اور اس نے اپنی عصمت اور عزت کا ذرا خیال نہین کیا۔ اب کس منہ سے خالد کے آگے جائین اور ہمین کیونکر جرأت ہوسکتی ہی کہ اسکی خدمت مین حاضر ہوکے اپنی خطا کا اقرار کرین اور گزشتہ اعمال بد سے تائب ہون ؎

باتو نشستن بکدام آبرو وز تو بریدن بچہ مردانگی

اخیر قبایل عرب باہم مشورہ کرکرکے اس سے متفرق ہونے لگے اور انہون نے یکے بعد دیگرے ادھر ادھر سرکنا شروع کیا یہانتک کہ صرف چند آدمی ملازم رہگئے اور ساری جمعیت ٹوٹ

گئی۔ قبائل عرب کے شیوخ نے حضرت صدیق اکبر کی خدمت میں توبہ نامے بھیجے اور عفو تقصیر چاہا اور سب بطیب خاطر مسلمان ہو گئے۔ ساتھ ہی سجاح نے بھی اپنی نجات مسلمان ہونے میں ڈھونڈی اور اس فساد عظیم کا اسطرح خاتمہ ہوا۔

مالک بن نویرہ کا قتل | مالک بن نویرہ وہ رئیس تھا جو سجاح کے دام تزویر میں پھنس چکا تھا اور افتراق سجاح کے بعد موضع بطاح میں رہتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے جب خالد کو رخصت کیا ہے تو یہ ہدایت کر دی تھی کہ کسی قبیلہ یا موضع پر حملہ کرنے سے پہلے جاسوسوں کے ذریعہ سے یہ ضرور تحقیق کر لیا کرنا آیا یہاں اذان بھی دیجاتی ہے یا نہیں اگر اس موضع سے اذان کی آواز سنائی دے تو کبھی اُدھر کا رخ نہ کرنا اور اگر اذان کی آواز نہ آئے تو وہاں کے رہنے والوں کو دعوت اسلام کرنا اگر وہ مسلمان ہو جائیں فبہا نہ مسلمان ہوں تو جزیہ کی درخواست کرنا جزیہ بھی نہ دیں تو اُن سے جنگ کرنا۔ خالد نے حضرت صدیق اکبر کی ہدایت پر عمل کر کے چاروں طرف جاسوس بھیج دیئے جب خالد موضع بطاح پر پہنچے تو چند جاسوسوں نے تو یہ بیان کیا ہم نے اذان کی آواز سنی اور چند نے حلفیہ اثبات کی شہادت دی کہ ہم نے کئی روز میں ایک وقت کی بھی اذان نہیں سنی سابق الذکر شہادت دینے والوں میں ابوقتادہ انصاری بھی تھے جنہوں نے باصرار خالد کو یقین دلایا تھا کہ میں نے اپنے کانوں سے موضع بطاح میں اذان سنی۔ مگر ان متضاد بیانوں سے خالد کو اطمینان نہیں ہوا خالد بن نویرہ سے خود ملنے گیا کہ اثبات کی پوری تحقیق ہو جائے آیا مالک مسلمان ہے یا نہیں۔ ملاقات ہونے کے بعد تبادلۂ گفتگو میں مالک بن نویرہ جب سرور عالم حضرت رسالت پناہی کا ذکر کرتا تھا تو ان حقارت انگیز الفاظ میں حضور انور کی طرف اشارہ کرتا تھا قال رجل کہ کذا یہ سنکے خالد کو

سخت غصہ آیا اور نہایت درشت لہجہ مین کہا اے کتے یہ تو کیا بکتا ہی پیغمبر ہمارا مردتہا تیرا نہین تہا یہ کہکے اپنے سپاہیون کی طرف اشارہ کیا اُنہون نے مالک کی گردن اُتار لی۔

قتل کی دوسری وجہ بعض تاریخون مین یہ لکہا ہے کہ جنگ کے بعد مالک بن نویرہ گرفتار ہوکے آیا تو خالد نے ایک محفوظ مقام مین کل قیدیون کے ساتہ نویرہ کو بہی نظر بند کردیا شام کو جب سردی زیادہ ہوئی تو خالد کو اسیران جنگ پر رحم آگیا کہ شب کو یہ سردی مین نہ کڑ جائین خالد نے حکم دیا کہ ایک شخص جاکے یہ پکار آئے کلمہ - اذا اراد اللہ شیئا ھیا اصابہ پکارنے والے نے ان الفاظ کو دوسرے پیرایہ مین پکارا جسکے معنی بنی کنانہ کے محاورے مین یہ ہوتے تھے کہ اسیران جنگ کو قتل کرڈالو اتفاق سے اُسوقت بنی کنانہ پہرہ پر تھے اُنہون نے آنکہہ بند کرکے سبکو قتل کردیا جون ہی خالد کو اس افسوسناک واقعہ کی خبر ہوئی اُسکی زبان سے بیساختہ یہ نکل گیا اذا اراد اللہ امرا اصابہ مالک کے قتل کے بعد خالد نے اسکی بیوہ سے خود نکاح کرلیا۔

اصل واقعہ تو صرف اسقدر ہی لیکن سنی شیعون مین خاص اس حادثہ قتل اور نکاح کی نسبت وہ وہ ردوبدل ہوئے ہین کہ کتابون کی کتابین بھری ہوئی ہین ہم اُن اعتراضات اور جوابات کو قلم انداز کرکے اصل واقعہ پر بحث کرتے ہین ہمین ہرگز شبہہ نہین کہ مالک بن نویرہ مسلمان نہین تہا کیونکہ جہوٹی مرسلہ سجاح کا مرید ہونا اور اسلام سے روگردانی کرنا مالک کا عیان ہوچکا ہے۔ تاریخ مین اسکا کہین پتہ نہین لگتا کہ مثل سجاح کے مالک نے بہی بعد ازان اپنے ارتداد سے توبہ کی ہو رہا ابو قتادہ انصاری کا یہ شہادت دینا کہ مین نے اُس قبیلہ مین اذان ہوتی ہوئی سنی اس امر کی کافی دلیل نہین ہوسکتا کہ مالک

مسلمان تھا۔ اُن کی یہ شہادت ضرور سچی ہوگی لیکن یہ ایسی شہادت ہے جس سے اصل مطلب کا پتہ نہیں لگتا۔ جب اُسکا مسلمان ہونا کسی صورت سے ثابت نہیں ہو سکتا پھر خالد کا اسکی بیوہ سے نکاح کرنا کیونکر قابل اعتراض بن سکتا ہے۔

حضرت عمر کا اعتراض | جب اس واقعہ کی خبر مدینہ منورہ میں پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خالد پر صرف اسلیئے زیادہ غصہ آیا کہ اُس نے ابو قتادہ انصاری کی شہادت کو کیوں نہیں تسلیم کیا چنانچہ حضرت صدیق کے پاس آئے اور کہا کہ خالد نے یہ فعل کیا ہے اور ابو قتادہ انصاری کی شہادت کو مسترد کر کے مالک بن نویرہ کو قتل کر ڈالا اس پر ابو قتادہ نے قسم کھالی ہے کہ آئندہ سے خالد کے ماتحت ہو کے کبھی کام نہ کرون گا مناسب یہی ہے کہ خالد کو سپاہ سالاری کے عہدہ سے معزول کر دیا جائے۔ حضرت صدیق اکبر نے انکار کیا کہ یہ کبھی نہ ہوگا جس کی تلوار کافرون کے مقابلہ میں کھلی ہوئی ہو اور اسلام کی فتوحات کر رہا ہو اُسے میں موقوف کر دون۔ حضرت عمر نے باصرار کہا کہ خالد سپاہ سالاری کے قابل نہیں ہے اُسے آپ ضرور معزول کر دین اُس نے بڑا جرم کیا ہے جب حضرت صدیق اکبر زیادہ مجبور ہوئے تو خالد کو ایک قاصد کے ہاتھ بلا بھیجا کہ مدینہ حاضر ہو۔ چنانچہ خالد حکمنامہ خلیفہ دیکھتے ہی بھاگون بھاگ مدینہ پہنچا۔ جب خالد مسجد نبوی میں پہنچا حضرت عمر نے غصہ میں اُس کی داڑھی پکڑلی اور کہا مسلمان کو قتل کر کے اُس کی بیوی سے تو نے نکاح کر لیا خدا کی قسم میں تجھے سنگسار کرون گا اور ہرگز تجھے جیتا نہ چھوڑون گا۔ خالد نے حضرت عمر کی اس درشت کلامی کا مطلق جواب نہ دیا۔ حضرت عمر اُسے پکڑے ہوئے حضرت ابو بکر کے پاس لائے۔ حضرت صدیق نے کیفیت دریافت کی خالد نے کہا آپ عمر کو باہر کر دین تو میں مفصل کیفیت بیان کر دون حضرت صدیق نے فوراً حکم دیا عمر باہر چلے جاؤ اللہ اکبر

کیا تو وہ غصہ تہا یا یہ اطاعت کر گردن جہکا کے آپ سیدہے باہر چلے آئے اور ہونتک نہین کی جب خالد اور حضرت صدیق تنہا ہوئے تو خالد نے کہا یا خلیفہ رسول اللہ آپ کو یاد ہوگا مجھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ کہا ہے پہر بھلا آپ خیال فرما سکتے ہین کہ سیف اللہ سوائے کافر کی گردن کے مومن کی گردن پر کیون چلنے لگی یہ سنکے حضرت ابوبکر نے کہا فارجع من فرد لہ الی علک۔ خالد بہت خوش ہوئے اور شادان و فرحان مسکراتے ہوئے باہر چلے آئے حضرت عمر رستہ مین بیٹھے ہوئے انتظاری کر رہے تہے کہ دیکہیے کیا فیصلہ ہوتا ہی اور خالد کو کیا سزا دیجاتی ہی لیکن جب خوشی کی صورت مین خالد کو دیکہا تو آپ سمجہگئے خالد بچکے نکل آیا اور پہر آپنے ایک لفظ بہی زبان سے نہین کہا۔

حضرت عمر کا خیال | حضرت عمر کا خیال بالکل صحیح تہا آپسے ابو قتادہ نے قسم کہا کے کہا تہا کہ مین نے خود گروہ مالک مین اذان کی آواز سنی اور خالد نے میری شہادت کو بلا وجہ تسلیم نہین کیا چونکہ آپ مین جوش اسلام بہت تہا اور آپ غصیلے بہی بہت تہے ابو قتادہ کی گواہی پر بھڑک اٹھے اور خالد کو اس جرم مین سزا دینی چاہی۔ مگر ابہی تک معاملہ طے نہین ہوا تہا خالد کی صورت دیکہکے آپ کو ضرور غصہ ہوتا تہا اور یہ بہی کہنا زیبا تہا کہ تو نے ایک مسلمان کو قتل کر کے اسکی بیوہ سے نکاح کیا ہو تجہے سنگسار کرنا چاہیے ان تمام جوشیلی باتون اور دہمکیون سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ حضرت عمر کو خالد کے مجرم ہونے کا کامل یقین تہا آپنے حضرت ابوبکر پر اسی بات کا زور دیا تہا کہ خالد کو معزول کر کے اس امر کی تحقیقات کرنی چاہیے مگر جب مطلع صاف ہوگیا تو حضرت عمر نے سوائے بچی گردن کر لینے کے اور کچہہ نہین کیا جس سے یہ معلوم ہوتا تہا کہ ابتدائی زیادتی سے آپ نادم تہے۔ اگر آپ اسے مجرم سمجہتے تو ضرور اپنے زمانہ خلافت مین اسے سنگسار کراتے مگر آپنے ایسا نہین کیا۔

اگر شیعی روایتوں کے بموجب ہم مالک بن نویرہ کو مسلمان تسلیم کرلین تو پھر یہ سوال باقی رہتا ہی کہ آیا خالد جیسا جوشیلا مسلمان سپاہ سالار صرف ایک حسینہ عورت کے لئے اسقدر قتل و غارت کرسکتا تہا اور اگر یہ بہی مان لین کہ اُس نے مالک کی بیوہ کے لئے یہ سارا جدال و قتال کیا تو پھر اُن ہزارہا صحابہ رسول کریم پر حرف آتا ہے جو خالد کی ماتحتی مین جنگ کر رہے تہے جس طرح ابو قتادہ انصاری نے خالد کی ماتحتی مین کام کرنے سے قسم کہالی تہی دوسرے صحابہ نے جو اُس سے بہی زیادہ جلیل القدر تھے ایسا کیون نہین کیا حالانکہ خالد کا اُنپر کچہہ دباؤ نہین تہا جسطرح ابو قتادہ کا کچہہ نہ کرسکا اُن کا بہی کچہہ نہ کرسکتا تہا۔ مگر کسی نے ہونٹ تک نہین کی سب نے خالد کو اپنا سردار تسلیم کیا۔ اور نہ کوئی شکایت حضرت ابوبکر کے پاس بہیجی کہ خالد نے یہ حرکت کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ خالد کی یہ کارروائی منصفانہ تہی اور کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش نہ تہی نہ کسی تاریخ مین مالک بن نویرہ کی بیوی کی کوئی شکایت درج ہی اگر وہ مظلوم ہوتی اور اُسکا خاوند اسلام کی حالت مین قتل ہوتا تو وہ ضرور خالد کے خلاف خلافت کبریٰ مین دعویٰ دائر کرتی اور اُس سے قصاص چاہتی۔ مگر اِن مین سے ایک بات بہی نہین ہوئی پھر کیونکر ثابت ہوسکتا ہی کہ مالک ناحق مارا گیا۔

مسیلمہ کذاب کا قتل جب خالد بن الولید الزام سے بری ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق نے حکم دیا کہ فوراً یمامہ پر چڑہائی کرکے مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کی جائے۔ خالد خلیفہ کے احکام لیکے روانہ ہوئے اور بہت پھرتی سے اپنے لشکر مین پہنچے اور ہر قسم کا سامان حرب اور رسد و بار برداری وغیرہ جمع کرکے اِس صورت سے لشکر کی ترتیب دی۔ انصار کو علیحدہ کیا اور اُن کی فوج کی کمان ثابت بن قیس کو سپرد کی اور مہاجر کا کمان افسر ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ و زید بن الخطاب کو بنایا اور حکم دیدیا کہ اِن کمان افسرون کی خلاف ورزی نہو

اور اُنکے ہر حکم پر سر تسلیم خم کیا جائے آپ کل فوج کا سپہ سالار بنا اور یمامہ کی طرف اپنے گھوڑے کی باگین اُٹھائین۔ اور موضع ایاض کو اپنا لشکر گاہ بنایا کیونکہ یہ موضع یمامہ پر حملہ کرنے کی جان تہا۔ اسی اثنا مین خالد کی فوج بدرقہ نے ایک جماعت کو گرفتار کیا جو گھوڑون کی باگین ہاتھون مین لئے ہوئے سورہے تھے۔ یہ جماعت کی جماعت گرفتار ہوکے خالد کے پاس آئی۔ خالد نے اُن سے سوالات کئے تو معلوم ہوا کہ وہ مسیلمہ کذاب کے معتقدون مین تھے خالد نے دعوت اسلام کی لیکن اُنہون نے قبول نہین کی سب کو قتل کا حکم دیا گیا۔ جب سیارۃ بن عامر و مجاعہ بن مرارت کی نوبت آئی تو ساریہ نے کہا اے خالد تو انہین قتل نہ کر یہ تیری آئندہ بڑی امداد کرینگے کیونکہ یہ مسیلمہ کے خاص صاحبون مین ہین اور انہین کل حالات اچھی طرح معلوم ہین خالد نے اُنہین فوراً چھوڑ دیا لیکن اپنی فوج کی نگرانی مین سپرد کر دیا۔

اسوقت مسیلمہ کی حالت بہت ہی اچھی تہی جمعیت کے زیادہ ہونے سے وہ بہت قوی بن گیا تہا۔ اسکی عجیب کیفیت ہی جس صورت سے اس نے قوت حاصل کی وہ بہت ہی دلچسپ ہے ایک شخص نہار الرجال نامی حضور انور کی خدمت مین حاضر ہوکے مشرف باسلام ہوگیا تہا جب وہ یمامہ آیا تو مسیلمہ کذاب کا معتقد بنگیا اور اسلام سے اُس نے روگردانی کی اور بنی حنیفہ کے بھرے مجمع مین لوگون کو دھوکا دینے کیلئے یہ بیان کیا کہ مجھ سے خود محمد عربی نے کہا کہ نبوت مین مسیلمہ میرا شریک ہی یہ سنتے ہی بنی حنیفہ مسیلمہ پر ایمان لے آئے کہتے ہین جب خالد نے یمامہ پر چڑہائی کی ہی تو مسیلمہ کے پاس چالیس ہزار فوج تہی۔

ایک دن مسیلمہ کے خاص مصاحب نے جو اُسکے بہت سے راز جانتا تہا یہ دریافت کیا کہ سچ بتا یہ کیا بات ہی آیا تو درحقیقت نبوت مین محمد کا سہیم ہی انہین مسیلمہ نے کہا اصل پوچھتا

ہے تو بات یہ ہو کہ ایک اندھیری رات کو ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے مجھسے یہ کہا اشھد انک کاذب وان محمدًا صادق مین ہرگز نبی نہین ہون لیکن یہ جاہ وثروت جو مین نے پیدا کی ہو بغیر دعوئی نبوت کے ممکن نہ تھی۔

معتبر تاریخون مین لکھا ہو کہ جب سجاح کا خاتمہ ہوگیا اور خالد کو اسکے فکر سے فرصت ملی تو اس بہادر سپاہ سالار نے بنی تمیم کی سرزمین پر موضع بطاح مین اپنی فوجین ڈالدین اور حضرت ابوبکر کو مفصل کیفیت لکھکے بھیجدی اور مزید احکامات کا منتظر رہا۔ اس عرصہ مین مسیلمہ کی قوت بڑھتی گئی اور وہ نہار الرجال اور محکم بن الطفیل کی جھوٹی شہادتون سے زور پکڑتا گیا جب خالد کے حملہ اور یلغار کی خبر اُسے معلوم ہوئی تو اسنے محکم بن الطفیل اور بڑے بڑے ملکی سردارونکو بلاکے کہا تمہین معلوم ہو کہ خالد لشکر جرار لیکے تمہارے ملک کو زیروزبر کرنا چاہتا ہو اور اس کا ارادہ ہو کہ بالکل برباد کردے اب تمہین جان توڑکے جنگ کرنی پڑے گی اگر تم قدم جماکے لڑے تو خالد کو مار لینا کچھ مشکل نہین ہو۔ اعیان یمامہ نے کہا اے پیغمبر تو غم نہ کھا ہم جان ہتیلی پر رکھکے میدان جنگ مین جائین گے اور خالد کو مزا چکھا دینگے کیا تو وہ اسی میدان مین کھیت رہا اور یا مدینہ بھاگ کے چلا گیا۔ تو دیکھیو ہم کیا کرتے ہین اور کیا جوہر شجاعت دکھاتے ہین محکم بن الطفیل نے اعیان یمامہ کا دل بڑھانے کیلئے انکی حوصلہ مندی کی ان الفاظ مین تعریف کی "احسنتم نعم الرجال انتم"

خالد نے سب سے پہلے بیس آدمی بطور فوج بدرقہ دیا مسیلمہ مین بھیجے اور حکم دیدیا کہ یمامہ کا جو شخص ملے اُسے گرفتار کرلاؤ۔ یہ چھوٹی سی فوج بدرقہ روانہ ہوئی تھوڑی دور جانے نہ پائی تھی کہ چند آدمی رستہ مین ملے۔ ان آدمیون مین ایک شخص مجاعۃ بن امران تھا اور دوسرا ماریہ بن عامر تھا۔ یہ دونون سرداران یمامہ مین سے تھے مسلمانون کی جماعت نے پوچھا تم

تمہین ہرگز نہین چھوڑنے کے اُنہون نے نکل جانے کی بہتیری کوشش کی لیکن جماعت اسلام نے اُنہین گرفتار کرکے خالد کے حضور مین حاضر کیا خالد نے دریافت کیا تمہارا اعتقاد کیا ہی سب آدمیون نے کہا کہ ہماری طرف سے مجاعہ جوابدے گا جو کچھ دریافت کرنا ہی اُس سے دریافت کرو۔ خالد نے مجاعہ سے خطاب کیا مجاعہ نے جوابدیا مین اور سارا حضور انور رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ حیات مین مدینہ گئے تھے اور حضور انور کا شرف ملازمت حاصل کرکے مشرف باسلام ہوگئے تھے جب ہم یمامہ واپس آئے تو یہان ہم نے مسیلمہ کذاب کا زور دیکھا محض اس خیال سے کہ یہ ہمارے اہل وعیال اور جائداد منقولہ وغیر منقولہ کو برباد کردیگا ظاہر طور پر اُسکے معتقد ہوگئے ورنہ ہم اصل مین اُسے کذاب اور گمراہ جانتے ہین۔ اسکے بعد سارا نے کہا اے امیر (خالد) اگر تو یمامہ پر قبضہ کرنا اور مسیلمہ کا قلع قمع چاہتا ہی تو ہمین قتل نہ کر ہم آگے چلکے تیری بہت امداد کرینگے۔ خالد نے اُنہین فوج کی حفاظت مین دیکے باقی گمراہون کو قتل کردیا۔ اور فوج کو روانگی کا حکم دیدیا۔

خالد بڑھتے بڑھتے موضع عقربا نامی پر پہنچا۔ اور اس موضع پر قبضہ کرکے اپنی فوجین فنون حرب کے مطابق ڈالدین یہ مقام جنگ کی جان تھا اور بالکل مسیلمہ کے حصار کے دہن مین واقع تھا اور یہان سے خاطر خواہ حصار پر حملہ ہوسکتا تھا۔ گویا اسکو یمامہ کی کنجی سمجھنا چاہیے۔ مسیلمہ بھی اپنی فوج سے تیار تھا اُس نے حصار مین محصور ہوکے جنگ کرنی بہتر نہ سمجھی اپنی فوجون کو باہر نکال لایا اور خالد کے مقابلہ مین خیمہ زن ہوا۔ اور اپنی تمام فوجون کی ترتیب نہایت خوش اسلوبی سے کرکے اور میمنہ اور میسرہ کو درست کرکے اپنے بادی گارڈ کے ساتھ جن پر اُسے بہت بڑا اعتماد تھا قلب لشکر مین قیام کیا۔

خالد نظر غور سے مسیلمہ کی ترکیب فوج اور آمادگی کو دیکھ رہا تھا۔ اُس نے بھی اپنی فوج

فوج کو آراستہ کرنا شروع کیا۔ زید بن الخطاب کو میمنہ مین بھیجا اور زید بن الحارث کو میسرہ مین نامزد کیا دونون فوجین آگے بڑہین اور تلوارون پر ہاتہ پڑے۔ سب سے پہلے مخالف طرف کا ایک شخص نہاذ نامی زید بن الخطاب کے ہاتہ سے مارا گیا کیونکہ اس نے میمنہ پر بڑی بیجگری سے حملہ کیا تہا۔ لیکن اکثر مورخون کا اسپر اتفاق ہی کہ سب سے پہلے میدان جنگ مین اسلام کا بہادر سپاہ سالار خالد بن الولید گہوڑا کدآتا ہوا نکلا تہا۔ اور سب سے پہلے سیف اللہ نے رجزیہ اشعار پڑہکے مخالفین پر حملہ کیا تہا۔ جو شخص آیا وہ خالد کی تیغ آبدار کا نذر ہوا اور بالآخر یہ بے نظیر شجاع فتح پاکے پہر اپنی جگہ پر آکھڑا ہوا۔ طبری کا بہی یہی قول ہی کہ خالد نے سب سے پہلے اپنی لاثانی شجاعت کے جوہر دکھائے تھے۔ پہر اسلامی لشکر مین سے عمار بن یاسر آیا بڑے زور شور سے رجز پڑہی اور مخالفون کی کثیر تعداد کو خاک و خون مین لتہیڑ کے بفتح و ظفر مراجعت کی ابہی اپنی جگہ پر نہ پہنچا تہا کہ مخالفین مین سے ایک شخص نے آواز دی جاتا کہان ہی کہ ہارہ عمار بن یاسر واپس پہر ایمامی نے وار کیا کہ عمار کا کاسہ سر اڑ گیا اور شر شر خون بہنے لگا تو بہی بہادر عمار نے اسی مجروحی حالت مین پلٹ کے ایک ایسا ہاتہ تلوار کا دیا کہ یمامی کی گردن اڑ گئی۔ پہر لشکر اسلام کی طرف سے حارث بن الہشام المخزومی صف مین سے نکل کے میدان مین آئے اور اسیطرح رجزیہ اشعار پڑہکے میمنہ پر گر پڑے اور چند یمامیون کو تہ تیغ کرکے بفتح و ظفر واپس چلے آئے۔

زید بن الخطاب کی بہادری بہی تعریف کے قابل ہی۔ یکے بعد دیگرے پانچ آدمیون کو قتل کرکے سخت مجروح ہوگئے اور خون آپکے جسم سے اسقدر بہا کہ عین میدان مین شہید ہوگئے اسلام کا الم بردار سالم مولی ابو حذیفہ بہی اسی روز شہید ہوا۔ اسیطرح اور بہی کئی شجاعان اسلام مارے گئے مسیلمہ کی فوجون کی تعداد مسلمانون سے کئی درجہ زیادہ تہی دوسرا بی حنیفہ

کے لوگ بڑے بہادر مشہور تھے۔ مسیلمہ نے اپنی کثرت تعداد پر بھروسہ کرکے یکبارگی حملہ کا حکم دیدیا حکم ہوتے ہی بجلی کی طرح دشمن اسلامی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ اب دست بدست لڑائی شروع ہوئی۔ بڑی بھاری خونریزی ہوئی تین سو صحابہ رسول مقبول شہید ہوئے۔ ظہور اسلام سے اسوقت تک یہ پہلی جنگ ہو کہ جس مین تین سو صحابہ شہید ہوئے ہون۔ دشمن مسلمانون کی صفین چیرتا ہوا سیدہا خالد کے ڈیرہ کے پاس پہنچا۔ مسلمانون مین ایک تہلکہ عظیم برپا ہوگیا اور ان کے قدم اکھڑ گئے۔ مخالف خیمہ مین گھس آئے اور چاہا کہ مالک بن نویرہ کی بیوہ کو جو خالد کے نکاح مین آچکی تھی گرفتار کرلین۔ اتفاق سے مجاعہ یمامہ کا سردار اسی خیمہ مین نظر بند تھا اس نے منع کردیا خبردار اس نیکبخت عورت کو ہاتھ نہ لگانا۔ اس نے مجھپر طرح طرح کی مہربانیان کی ہین اور بڑی خاطرداری سے پیش آتی رہی ہو۔ مسلمانون کے قدم اکھڑتے دیکھکر خالد دل تنگ ہوئے اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ دشمن پر گر پڑا خوب ہی گھمسان کی لڑائی ہوئی مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ خیر شام ہوگئی اور دونون فوجون نے اپنے اپنے خیمون مین قیام کیا۔ علی الصباح پھر طرفین کی صفین آراستہ ہوئین غنیم کی فوج مین سے سب سے پہلے جو شخص میدان جنگ مین آیا وہ سپہ سالار یمامہ تھا۔ اس کا نام محکم بن الطفیل تھا۔ اس نے مسلمانون کے قریب آکے رجزیہ اشعار پڑھنے شروع کئے اور مسیلمہ کی بے انتہا تعریف کرنے لگا ثابت بن قیس انصاری اسکے مقابلہ مین آئے باہم نیزے اور تلوارین چلین اخیر محکم مارا گیا بعض مورخون کا یہ قول ہو کہ مالک یا عبدالرحمن بن ابوبکر نے محکم کو میدان جنگ مین تہ تیغ کیا تھا۔ ثابت نے محکم کے قتل کرنے ہی پر قناعت نہ کی بلکہ دشمن کی صفون پر جا پڑے اور اخیر دو دو ہاتھ لڑکے شہید ہوگئے۔ آپکے شہید ہونیکے بعد بن ثابت العوام

برادر زبیر گھوڑا کدُاتے ہوئے میدان جنگ مین آئے لیکن آپکا کام دشمن کے ایک بہالہ سے تمام ہوگیا پھر مسلمانون کی صفون سے برار ابن عازب شمشیر برہنہ لیکے نکلے آپنے بڑی کامیابی حاصل کی اور متعدد جنگجوون کو قتل کرکے پھر اپنی جگہ پر آگئے۔ دشمن نے جب یہ دیکھا کہ تنہا جنگ مین کامیابی محال ہے اُس نے یکلخت ہلّہ کردیا اور اب ایک عام جنگ صفون مین چھڑ گئی۔ بڑی دیر تک دست بدست لڑائی ہوتی رہی۔ مسلمانون کی تعداد بہت کم تھی اُن کے قدم اُکھڑ گئے۔ جب خالد نے یہ صورت دیکھی زور سے غل مچاکے کہا اُے مسلمانون خدا سے ڈرو اور روز جزا کا خوف کھاؤ بڑی شرم کی بات ہے تم ابوبکر کو جاکے کیا صورت دکھاؤگے مین تمہین کبھی التفات کی نظرون سے نہین دیکھنے کا تعجب ہے کہ تم مسلمان ہوکے دشمنونکے آگے سے بھاگتے ہو۔ یہ سنکے مسلمانون کو جرات ہوئی وہ بڑے جوش سے پسپا ہوتے ہوتے پھر حملہ آور ہوئے۔ ایک خونریز جنگ ہوئی عبدالرحمن بن ابی بکر اسی جنگ مین شہید ہوئے۔ کشتون کی تعداد اندازہ سے زیادہ ہوگئی ایک ہزار کے قریب فجالفین مارے گئے۔ خالد نے چند سپاہیون کے ساتھ مسیلمہ پر حملہ کیا اور بڑی دقت سے اُس تک پہنچے مسیلمہ بھی خوب لڑا اخیر جانبر نہ ہوسکا اُس کا سر تن سے جدا ہوا ملا مسلمان ایسی لڑائی آجتک نہ لڑے تھے اور نہ اِس مقام پر کبھی مسلمانون کا اتنا کھیت پڑا تھا چونکہ یہان قتل و خونریزی بہت ہوئی تھی اسلیئے اِس موضع کا نام حدیقۃ الموت پڑگیا۔

مسیلمہ کی لاش کی تلاش جب خالد کو کامل فتح ہوچکی تو مسیلمہ کی لاش تلاش کرنے کیلئے مجاعہ کو ساتھ لیکے نکلے۔ ایک کرانڈیل شخص نظر پڑا خالد نے کہا کیا یہی مسیلمہ ہے مجاعہ نے کہا نہین یہ محکم بن الطفیل سپاہ سالار یمامہ ہے۔ پھر آگے بڑھکے ایک شخص پر نظر پڑی جو زرد رو نازک اندام اور لاغر جثہ کا تھا مجاعہ نے دیکھتے ہی کہا یہی مسیلمہ ہے جس نے نہ اپنا بھلا کیا

نہ ہمارا۔ خالد نے کہا افسوس ہو تم لوگون پر کہ اس حقیر شخص کے لئے تم نے دین محمدی سے روگردانی کی۔ مجاعہ نے کہا یا ابالامیر مصلحت یہی ہو کہ اب بنی حنفیہ سے مصالحت کرلین یہ سنکے خالد پس وپیش کرنے لگے۔ پھر مجاعہ نے کہا آپ پس وپیش نہ کیجئے قلعہ مین ہزارہا جنگجو بھرے ہوئے ہین اگر جنگ چھڑ گئی تو بڑی دقت ہوگی۔ خالد نے بھی مصالحت کرنی مناسب جانی مجاعہ نے قلعہ کی دیوارون پر سب اہل قلعہ کو بلایا اور تمام فراز ونشیب سمجھا کے انہین صلح پر آمادہ کیا۔

صلح کی شرطین | معاہدہ مین یہ شرطین کی گئین کہ کل زر وسیم واسلحہ اور ۱/۴ مویشی اور نصف خادم خالد کے سپرد کئے جائین اور خالد بغیر قبضہ یہان سے چلا جائے۔ خالد نے ان شرطون پر صلح کرنی منظور کی۔ مجاعہ قلعہ مین گیا اور پھر خالد کے پاس آیا کہ اہل قلعہ ۱/۴ دینے پر رضامند ہین اگر آپ منظور کرتے ہین تو صلح ہوتی ہو ورنہ آپ کو اختیار ہو خالد نے بالآخر اسی پر اکتفا کیا جب عہدنامہ ہوچکا تو قلعہ کے دروازے کھولدیئے گئے خالد معہ فوج قلعہ مین داخل ہوا دیکھا کہ سوائے بچون اور عورتون کے اور کوئی شخص نہین ہو۔ یہ دیکھکے مجاعہ پر بڑا غصہ آیا خالد نے للکار کے کہا تو نے مجھسے جھوٹ بولا کہ قلعہ مین ہزارون جنگجو بھرے پڑے ہین۔ مجاعہ نے کہا جنگجو کہان رکھے ہین سب اسی میدان مین قتل ہوگئے مین نے تو بقیۃ السیف کے بچانے کیلئے یہ ترکیب کی تھی۔

یہ فتح مسلمانونکو بہت بڑی فائدہ مند ہوئی اس سے مسلمانون کے قدم جمگئے اور اہل یمن ایک شوکت پیدا ہوگئی۔ مخالفونکے دلونمین ہیبت بیٹھگئی اور یہان سے انکی ترقی فتوحات کا زمانہ شروع ہوا

(حضرت ابوبکر صدیق کی وفات)

دو سال اور تین مہینے خلافت کرنے کے بعد ابوبکر صدیق مریض ہوگئے حالت مرض مین

آپنے حکم دیدیا تھا کہ میرے بجائے عمر نماز پڑہائین جب مرض کی بہت شدت ہوگئی اور آپکو اپنی زندگی سے مایوسی ہوئی تو آپنے ایک تحریر حضرت عمر کی خلافت کے بارے مین لکھدی اور حکم دیا کہ لوگون مین یہ تحریر پڑھکے سنا دیجائے چنانچہ وہ شخص نوشتہ لیکے مسجد مین آیا اور مسلمانون کو جمع کرکے سنا دیا۔ اُسکا مضمون یہ تھا کہ مین نے عمر کو تمہارا والی کیا ہی تم اُسکی اطاعت کرنا۔ باستثنار چند سب نے یکزبان ہوکے کہا "سمعنا واطعنا" لیکن چند آدمیون نے ہون ہان کچھ نہین کی اُنمین سے طلحہ بن عبیداللہ حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور کہا مین نے سنا ہی کہ تو عمر کو اپنے بعد خلیفہ بنانا چاہتا ہی اور تجھے اُسکے انجام کا کوئی خوف نہین ہے" حضرت ابوبکر نے جوابدیا شاید تو عمر کو خلافت کے قابل نہین جانتا حالانکہ مین نے سوچ سمجھکے اُسے خلافت دی ہی وہ خلافت کے لائق ہی۔ طلحہ نے جوابدیا عمر تند مزاج اور غصیلہ ہے تو خود دیکھہ چکا ہی کہ اُسکے غصہ اور درشتی سے لوگون نے تیری ہی آنکھون کے سامنے کیا کیا صدمے اور نقصان اُٹھائے ہین۔ خدانخواستہ اگر تو نے وفات فرمائی اور ہم تیری صحبت سے محروم ہوگئے تو پھر ہمین دیکھئے روٹیان بھی ملتی ہین یا نہین۔ خداوند تعالی تجھسے سوال کریگا کہ تو رعایا کو کس کے سپرد کرآیا اور اُنکا کسے سردار بناکے آیا ہی تو تو کیا جواب دیگا۔ یہ سنکے حضرت ابوبکر متغیر ہوگئے کچھہ دیر تامل کرکے فرمایا اے طلحہ تو مجھے عذاب الٰہی سے ڈراتا اور موت سے اندیشہ مند کرتا ہی یاد رکھ جب مین اپنے اصلی وطن جاؤنگا اور بادشاہ لم یزلی مجھہ سے سوال کریگا کہ میرے بندونکو تو کس پر چھوڑ آیا تو مین عرض کرونگا کہ بہترین خلائق کو اُنکا خلیفہ بناکے آیا ہون اور اُنہین ایسے شخص کے سپرد کرکے آیا ہون جو آدمیون مین زیادہ پرہیزگار ہی۔

اسکے بعد آپنے دوات قلم مانگی اور حضرت عثمان سے کہا میرا وصیتنامہ لکھو

چنانچہ آپنے وہ وصیتنامہ تحریر کیا جسکا خلاصہ یہ ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ابوبکر وصیت کرتا ہی اُسوقت کہ دنیا مین اُسکا اخیر عہد ہی اور عقبیٰ مین اِسکا سب سے پہلا عہد ہی کیونکہ وہ دار فنا سے دار بقا کا کوچ کرتا ہی کہ مین نے اُمت محمدؐ پر عمر بن الخطاب کو خلیفہ کیا اگر وہ سالک طریق حق اور انصاف پسند ہو اور اچھی خصلت رکھتا ہو اور راستی شعار ہو تو فہما اور جو ظالم ہو اور اُس سے بداطواری پائی جائے اور مسلمانونکو اُسکی خلافت مین تکلیفین پہنچین تم ہرگز اُسے خلیفہ نہ بنانا۔ پھر آپنے حضرت عمر کو بلاکے ہر طرح سے سمجھایا بجھایا اور نصیحت کی باتین کین۔ جب حضرت عمر کو یہ معلوم ہوا کہ مجھے اِسلئے بلایا ہی تو آپنے حضرت ابوبکر سے صاف کہا مجھے خلافت کی ضرورت نہین ہی۔ اے خلیفہ رسول خلافت تجھہی جیسے شخص کو زیبا ہی۔ حضرت ابوبکر نے محبت آمیز باتین کرکے حضرت عمر کو خلافت پر راضی کیا۔

دوسری روایت | جب حضرت ابوبکر نے حضرت عثمان سے وصیت نامہ لکھوانا شروع کیا تو آپنے یہ فرمایا کہ "ابوبکر کے بعد خلیفہ" بیہوش ہوگئے حضرت عثمان نے کچھہ توقف کے بعد خلیفہ کے آگے لفظ عمر لکھدیا جب حضرت ابوبکر کی آنکھہ کھلی تو دریافت کیا تو نے کیا لکھا حضرت عثمان نے کہا کہ عمر آپنے فرمایا کہ رحمک اللہ وجزاک اللہ خیرا اگر تو اپنا نام بھی لکھدیتا تو کیا مضائقہ تھا یہ سنکے حضرت علی نے کہا کہ ہم عمر کے ہوتے دوسرے کو اپنا خلیفہ نہین بنا سکتے۔ حضرت ابوبکر نے حضرت علی کو دعا دی اور بہت تعریف کی۔ اور کہا اے علی ہم سب تیرے کارگزار ہین اصلی سردار ہمارا تو ہی ہے ہم مثل ستارون کے ہین اور تو ہمارا بدر منیر ہے۔ پھر آپنے جمیع صحابہ کو بلاکے نصیحت کی کہ مین نے عمر کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ ہرگز اُس کی مخالفت نہ کرنا

اور کبھی اُسکی اطاعت سے جی نہ چُرانا طلحہ جسے خلافت کی خود بڑی خواہش تھی بولا اے ابوبکر یہ کام بہت بڑا ہی آپکو سوچ سمجھکے ہِس کام کو کرنا چاہیئے ایسے امرِ عظیم کے فوری فیصلے نہین ہوا کرتے۔ اسپر حضرت علی نے جواب دیا سن اے طلحہ سوائے عمر کے ہم کسی کی ہاتھہ پر بیعت نہین کرسکتے خدا کی قسم اِس بارِ گران کا تحمل سوائے اِسکے اور کوئی نہین کرسکتا پھر چند جملے حضرت عمر کی تعریف مین کہکے حضرت صدیق سے (حضرت علی نے) خطاب کیا اے خلیفہ رسول اللہ آپکا پسندیدہ ہمارا پسندیدہ ہی آپکی رضا کیساتھہ ہماری رضا ہی سب لوگ جانتے ہین کہ مدت الحیات احسن طریقہ سے تونے زندگی بسر کی اور تونے اُمت محمدی کی ہمیشہ مہربانی کی نظر سے دیکھا خدا تجھی اُسکی جزائے خیر دے اور تیری مغفرت کرے۔

حضرت عائشہ کا بیان ہی کہ جب اصحاب اُٹھکے چلے گئے تو ہم حجرہ مین آئے حضرت صدیق پر بیہوشی طاری تھی یہ دیکھکے شور ماتم برپا ہوا غل و شور سے حضرت صدیق نے آنکھین کھولدین اور اپنے بیٹے سے کہا باہر جاکے دیکھہ دروازہ پر کون ہی اور یہ غل و شور کاہے کا ہی میرا بھائی باہر گیا پھر واپس آیا اور عرض کیا رسول خدا کے اصحاب باہر کھڑے ہین اور چاہتے ہین کہ انہین اندر آنے کی اجازت دیجائے حضرت صدیق نے انہین اندر آنیکی اجازت دی اُنہون نے کہا اے ابوبکر ہم نے سنا ہی کہ تونے عمر کو خلافت پر مقرر کیا ہی حالانکہ وہ بہت تند خو ہی تو خدا کے ہان جاکے کیا جواب دیگا کہ ایسے تند خو اور درشت مزاج شخص کو مسلمانون کا سردار بناتا ہی (حضرت عائشہ کا بیان ہی) حضرت صدیق یہ سنکے ایسے غصہ ہوئے کہ مین نے کبھی اُنکو ایسے غصہ مین نہین دیکھا۔ کچھہ دیر تامل کے بعد بولے تم مجھے غضب باری سے ڈراتے ہو اگر خداوند تعالی مجھے سوال کرے گا کہ حل و عقد اُمت کو تو کسے سونپکے آیا ہی تو مین یہ جواب دونگا کہ بہترین مخلوق اور متقی کو مین تیرے رسول کی

اُمت پر نگران کرکے آیا ہون اور مین نے اِس شخص کو مقصدی امور خلافت بنایا ہی جو تیری رضا مین راضی ہی اور مخلوق کی خوشنودی کیلئے تیری خوشنودی سے ہرگز بے پروا نہین ہوگا اِسکے بعد حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کی توصیف وثنا کی اور اِن لوگون کو سمجھایا اخیر وہ سب راضامند ہوگئے اور وعدہ کیا کہ ہم آپکی وصیت پر عمل کرینگے۔

حضرت صدیق کا قرض | جب مرض کی شدت زیادہ ہوئی تو حضرت صدیق نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ کو بلاکے کہا تیرا باپ چند درہمون کا مقروض ہی کیا وہ درہم ادا کرکے اُس کو قرض سے خلاصی دلوائے گی یا نہین حضرت عائشہ نے کہا مین ضرور اے باپ تیرا قرضہ ادا کردونگی۔ پھر حضرت صدیق نے فرمایا اے بیٹی موت قریب آگئی اور میری عمر کا ایک

دفنانے کی وصیت | حصہ بھی باقی نہین رہا جب مین مرجاؤن اور میری تجہیز وتکفین ہوجائے تو مجھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر لیجائیو اور دروازہ پر رکھکے باواز عرض کیجو یارسول اللہ ابوبکر دروازہ پر موجود ہی اور اجازت چاہتا ہی اگر اجازت ملجائے تو سونپنا کی کرو مین مجھو دفن کردیجو اگر اجازت نہ ملے تو بقیع مین مجھے دفن کردیا جائے اور اُسوقت یہ کہا جائے "انا للہ وانا الیہ راجعون" یہ کلمات آپنے یکشنبہ کے روز فرمائے اور دوسرے روز دوشنبہ کو آپکی وفات ہوگئی۔

وفات | جب حضرت صدیق کی وفات کی خبر ہوئی کل صحابہ آٹھ آٹھ آنسو رو رہے تھے اور مدینہ ماتمکدہ بنگیا تھا غرض حسب وصیت آپکی تجہیز وتکفین کرکے روضہ مبارک کے دروازہ پر آپکا جنازہ لیگئے اور اُسیطرح پکارکے کہا یارسول اللہ ابوبکر حاضر ہی اور اجازت چاہتا ہے فوراً آواز آئی کہ ابوبکر آئے اجازت ہی۔ اِسکے بعد آپکو حضور سرور دو عالم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو مین دفن کیا۔ قبر مین حضرت عمر عثمان اور طلحہ نے اُتارا اوپر سے

قبر کو مسطح کرکے اسپر پانی چھڑک دیا۔

وفات کا سبب جو سبب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ہوا وہ ہی سبب حضرت صدیق اکبر کی وفات کا ہوا یعنی حضور انور کو یہود ن نے زہر آلود گوشت کھلا دیا تھا۔ اور اسی زہر کا اثر تھا کہ آپ کو بخار چڑھا اور وفات ہوگئی اسیطرح یہودیون نے حضرت صدیق کو بھی زہر کھلا دیا تھا اگرچہ بجلدی اُسکا اثر نہین ہوا لیکن بتدریج خون مین سرایت کرتا گیا اور خیبر آپ اِس دارفانی سے کوچ کرگئے۔

اگر زہر بھی آپ کو نہ کھلایا جاتا تو بھی آپ زیادہ عرصہ زندہ نہین رہسکتے تھے وجہ یہ تھی کہ رسول کریم کی مفارقت کا صدمہ آپکو بہت تھا اور آپ قریق القلب اسقدر تھے کہ ہر وقت رویا کرتے تھے ذرا ذرا سی بات پر روتے روتے آپکی ہچکی بندھ جاتی تھی یہ مفارقت رسول کا یہ صدمہ کم نہ تھا سچ عشق کی لذت وہی جانتا ہی جسکے دل پر چوٹ لگ چکی ہی۔

حضرت ابوبکر کا نسب اور بعض عادات و صفات حضرت صدیق اکبر کا پورا نام یہ ہی ابی بکر عبداللہ بن عثمان ابو قحافہ آپ قوم قریش مین سے تھے اور آپکا سلسلہ نسب حضور انور سے ملگیا ہے۔ حضور انور نے "عتیق" کا لفظ حضرت ابوبکر کی شان مین فرمایا تھا حضرت صدیق اکبر اول درجہ کے زاہد تھے اور اُمت محمدیہ مین آپ سے زیادہ کوئی متواضع نہین تھا۔ ایام خلافت مین آپ پشمین کپڑے پہنا کرتے تھے۔ اکثر آپکی خدمت مین امرائے یمن زرق برق لباس پہنکے حاضر ہوتے تھے اور جب آپکو اِس سادہ لباس مین دیکھتے تھے تو فوراً آپ کی تقلید کرتے تھے اور پرتکلف کپڑے اُتار ڈالتے تھے۔ مثلاً دو اکلاع حمیری جو ایک بہت بڑا سردار تھا حاضر خدمت ہوا تو لباس فاخرہ کے ساتھ قیمتی تاج سر پر رکھے ہوئے تھا۔ جب اِس نے حضرت صدیق کو اِس لباس مین دیکھا اِسقدر متاثر ہوا

کہ اپنے کپڑے اُتار کے پھینک دیئے اور ایسی قیمتی تاج سے بھی دست بردار ہوا دوسرے ہی روز لوگون نے مدینہ کی شاہراہون مین اُسے بکری کا چمڑا کندہی پر ڈالے پھرتے ہوئے دیکھا۔ اِسکے ملازمین نے کہا اے سردار یہ تونے کیا صورت بنائی ہی ہماری عزت تیری اِس حالت سے خاک مین ملجائیگی اُس نے جواب دیا کہ اسلام کے دائرہ مین آکے زمانۂ جاہلیت کا تکلف ہرگز نہین رہسکتا میری حمیت اسلامی گوارا نہین کرتی کہ مین اسی جاہلیت کے تکلف مین مبتلا رہون سنو بغیر تواضع کے پروردگار کی اطاعت درجۂ تکمیل کو نہین پہنچتی

حضرت علی کا قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت صدیق کی بابت فرماتے ہین بڑے بڑے اہم معاملات مختصر الفاظ مین بیان کردیتے تھے۔ اور مصالح جمہور کی تنظیم مین آپ اشرف بندگان مین سے تھے کسی کی محنت آپنے کبھی ضایع نہین ہونے دی جلیس صادق اور انیس موافق رسول کریم کے تھے جو کچھ آپکے پاس تھا سب حضور انور پر تصدق کردیا تھا۔ فضایل دینی خصایص ذاتی تھے اور ادراک معارف یقینی آپکی صفات تھی۔ آپکی تیغ حجت قاطع اور آپکا نور بصیرت ساطع تھا آپ بددلی کی وصمت سے بالکل مبرا تھے اور آپکا دل نفاق سے بالکل پاک تھا۔ احکام شریعت کے اجرا مین ضعیف و قوی آپکے آگے برابر تھے۔ آپنے ایسی خلافت کی کہ کسی نے آپکے ساتھ کسی امر مین مخالفت نہین کی جسوقت آپ کلام کرتے تھے لوگون پر خاموشی طاری ہوجاتی تھی۔ آپ بہت ہی مختصر الفاظ مین اظہار بیان کرتے تھے لیکن آپکے الفاظ جامع ہوتے تھے حضور انور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر اپنی گفتگو مین موتی پروتا ہی اگر اِسکا جسم ضعیف ہی لیکن خدا کے کام مین قوی ہی۔ اپنے نفس مین متواضع اور فروتن ہے لیکن خدا کے آگے بزرگ ہی کبھی کسی شخص نے اُس کی بدگوئی اور چغلی نہین کھائی خدا کی قسم کہ واقعہ رسول کریم کے بعد اُس سے زیادہ جانکاہ حادثہ مسلمانون کیلئے اور کوئی نہین ہوسکتا۔

آپکے اہل عیال قتیلہ بن عبدالعزیز و ام رومان دختر عامر بن عمیر ایام جاہلیت مین آپکی بیوی تھین عبداللہ و اسماء ذات النطاقین قتیلہ سے پیدا ہوئے اور عبدالرحمن و عائشہ ام رومان سے پیدا ہوئے جب آپ مسلمان ہوئے تو اسماء بنت عمیس سے نکاح کیا اور محمد بنت عمیس سے پیدا ہوئے۔ آپکے صاحبزادے محمد کی تعلیم و تربیت حضرت علی نے کی۔ محمد بہت بڑے عبادت گذار تھے اور آپکی عبادت یہانتک بڑھگئی تھی کہ آپکو عابد قریش کہنے لگے تھے ابو قحافہ حضرت ابوبکر کے والد کا انتقال جبکی عمر ۹۲ برس کی تھی حضرت عمر کی خلافت مین ہوا تھا۔

آپکے اعمال آپکے قاضی یا وزیر اعظم یا میر منشی عمر بن الخطاب تھے۔ آپکے کاتب عثمان بن عفان اور زید بن الحارث تھے۔ مکہ مین آپکے عامل عتاب بن اسید تھے۔ فتح مکہ کے بعد حضور انور نے عتاب کو مکہ کا والی بنا دیا تھا حضرت صدیق نے بھی آپکو اسیطرح والی بنائے رکھا جس روز حضرت صدیق کی وفات ہوئی ہے اسی روز عتاب کی بھی وفات ہوگئی۔ طائف مین عثمان ابی العاص۔ صنعا مین مہاجر بن امیہ۔ حضرموت مین زیاد بن لبید۔ بحرین مین علا حضرمی۔ یمان مین حریر بن عبداللہ البجلی۔ سواد عراق مین مثنی بن حارث۔ شام مین ابو عبیدہ بن الجراح و شرحبیل بن حسنہ و یزید بن ابی سفیان یہ تینون باوجودیکہ والی اور سردار تھے لیکن خالد کے تحت مین حکومت کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے

مختصر واقعات زندگی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سوانح عمری اُردو مین کئی لکھے جاچکے ہین اسلئے تفصیل سے آپکے حالات بیان کرنے کی ضرورت نہین ہی تو بھی مین مناسب سمجھتا ہون کہ مثل حضرت صدیق اکبر کے آپکے بھی مختصر طور پر کچھ چیدہ حالات بیان ہون تاکہ "خلافت شیخین" کے پڑھنے والے کو دوسری کتاب کے دیکھنے کی ضرورت نہ رہی۔

جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو آپنے فرمایا کہ ابوبکر کو رسولخدا کہتے تھے اگر مین خلیفہ رسولخدا کہلایا تو نام مین طول زیادہ ہوجائیگا صحابہ نے کہا پھر اب اے عمر تجھے کس نام سے پکارین کہا تم مومن ہو اور مین تمہارا امیر ہون اس لحاظ سے تم مجھے امیرالمومنین کے لفظ سے پکارا کرو۔

خالد کی معزولی خلیفہ بننے کے بعد پہلا کام حضرت عمر نے یہ کیا (بقول بعض مورخین عرب) کہ ایک خط امرار شام کو خالد کی معزولی کا لکھا اور ایک خط ابوعبیدہ بن الجراح کو تحریر کیا جسکا یہ مضمون تھا کہ جب تجھے میرا خط پہنچے تو فوراً سرداران فوج اور سپاہ کو جمع کرا دو میری خلافت اور خالد کی معزولی کا بیان کردے۔ شام مین بکثرت فوج پڑی ہوئی ہی اس مین سے جتنی فوج بیکار ہو یعنی کام مین نہ آتی ہو اُسے یہان بھیجدے اور جو کام کے آدمی ہون اُنھین اپنے پاس رکھلے جس ایک شخص کا تو محتاج ہی وہ خالد ہی اس سے حکمت عملی سے کام نکالیو" شداد بن اوس حضرت عمر کا یہ خط لیکے شام پہنچا اور پائے تخت مین پہنچکے یہ دونون خط ابوعبیدہ کو دیدیئے ابوعبیدہ نے ان دونون خطون کو چھپا لیا اور اسیطرح خالد کی اطاعت کرتا رہا نماز بھی اُسکے پیچھے پڑھ لیتا تھا اُسے شرم آتی تھی کہ وہ کس منہ سے خالد کو اُسکی موقوفی اور اپنے کو اُسکی جگہ پر مقرر ہونیکی خبر

دیتا۔ اخیر یہ بہانڈا پھوٹا اور خالد کے کانون مین یہ آواز ین پہنچین۔ خالد نے سنتے ہی کہا بھلا مجھسے یہ خبر کیون چھپائی گئی معلوم ہوتا ہی حضرت ابوبکر کی وفات ہوگئی اگر وہ زندہ ہوتے کبھی میری معزولی کا پروانہ نہ آتا۔

دوسری روایت | بعض مورخین یہ لکھتے ہین کہ جب پہلا حکم ابوعبیدہ کے پاس پہنچا تو انہون محض شرم سے خالد کی معزولی مشہور نہ کی اور نہ خالد سے کچھ کہا لیکن حضرت عمر نے دوبارہ فرمان روانہ کئے ایک براہ راست خالد کے نام اور ایک ابوعبیدہ کے نام جب خالد نے اس فرمان کو دیکھا تو ابوعبیدہ سے متعجب ہوکے کہا تم نے پہلا حکم مجھے کیون نہین دکھایا مین فوراً اسکی تعمیل کرتا اور اب بھی مجھے تعمیل کرنے مین کچھ عذر نہین ہی۔ ابوعبیدہ نے جواب دیا وہ بات ہی کیا تھی جو مین تجھسے کہتا کیون کہ ارباب بصیرت کے امارت اور حکومت کی تہ تک اصل نہین ہی کہ دو بھائی آپسمین جھگڑا کرین اے خالد تو اس کا خیال نہ کر مین نے عملی طور پر تجھکو سوار و پیادہ پر کمان افسر مقرر کیا۔

تیسری روایت | بعض مورخین کا یہ بیان ہی کہ خلیفہ ہوتے ہی حضرت عمر نے امیران شام کو لکھا کہ خالد کو مجلس مین بلاکے دریافت کرو کہ تو نے مالک بن نویرہ کا قتل حق کیا یا ناحق اگر وہ کہے حق کیا تو فوراً بھرے مجمع مین اسکی پگڑی اتار لو اور اسکا نصف مال ضبط کرلو اور اگر وہ اپنی خطا کا قایل ہو تو اس سے کچھ تعرض نہ کرو حضرت فاروق کا یہ فرمان دیکھتے ہی سرداران شام نے خالد کو بلاکے یہ دونون امر دریافت کئے خالد نے کہا مین کل سوچ کے جواب دونگا۔ خالد نے گھر آکے اپنی بیٹی فاطمہ سے جو اعلےٰ درجہ کی ہوشیار اور عقلمند تھی تذکرہ کیا اس نے کہا عمر کی یہ مرضی معلوم ہوئی ہی کہ جب تو اقرار کریگا تو تمیم بن نویرہ کو قصاص کھلے آماده کریگا کہ وہ اپنے بھائی کا قصاص تجھسے لے۔ غرض خالد نے کل پہلو دن پر

غور کرکے صاف انکار کردیا کہ مین نے مالک بن نویرہ کو ناحق قتل نہین کیا تھا شامی سرداروں نے خالد سے کچھ نہ کہا کیونکہ فنون سپاہ سالاری مین سب اُسی کے دست نگر تھے۔

چوتھی روایت | جب حضرت عمر نے شداد بن اوس کو فرمان دیکے بھیجا تو خالد میدان جنگ مین کام کر رہے تھے فرمان دیکھکے اپنی ترکش مین ڈال دیا اور ذرا بھی توجہ نہ کی کیونکہ اسوقت آپ فوجون کو لڑا رہے تھے اگر چند لمحے کیلئے بھی علیحدہ ہو جاتے تو سارے کام درہم برہم ہو جاتے اور مسلمان عام طور پر قتل کر دیئے جاتے لیکن جب آپ یہ مہم سر کر چکے تو اپنی سرداری کا چارج برضا و رغبت ابو عبیدہ بن الجراح کو دیدیا۔

یہ ساری باتین محض بے بنیاد اور تاریخی افواہین ہین جنہین نفس واقعات سے کچھ بھی تعلق نہین ہے عام طور پر اس کا اظہار کیا گیا ہے کہ حضرت عمر نے خالد کو معزول کر دیا تھا حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ بات یہ ہے کہ اسوقت صرف ایک ہی جنگی گورنر تھا جسے ملکی کام بھی سپرد تھے یعنی خالد ہی جنگ کرتا تھا۔ خالد ہی مفتوحہ شہرون کا انتظام کرتا تھا اور خالد ہی معاہدے کیا کرتا تھا حضرت عمر کو یہ بات مناسب معلوم ہوئی سپاہ سالار انتظام شہر نہین کر سکتا۔ اسوقت بہت سے شہر مسلمانونکے قبضہ مین آ گئے تھے اور اُن کا انتظام کرنا ضروری تھا خالد کی اول تو سپاہیانہ طبیعت دوسرے اُسکو فرصت کہان کہ مفتوحہ شہرونکو سنبھالتا۔

ابو عبیدہ صرف ملکی خدمت کیلئے موزون تھے حضرت عمر نے نہایت دانائی اور دوراندیشی سے عہدونکی تقسیم کردی۔ خالد کو جنگی گورنر یا سپاہ سالار رہنے دیا اور ابو عبیدہ کو ملکی گورنر بنا دیا کہ خالد شہر بشہر فتح کرتا جائے اور عبیدہ اُن کا انتظام کرجائین۔ اگر دونون کام خالد ہی کرتے تو معاملات کی صورت بالکل بدل جاتی اور بہت سخت خطرناک واقعہ پیش آتا۔

عام طور پر ایک خبر کا مشہور ہو جانا اور بغیر تحقیق کے اکثر مورخین کا لکھدینا اور پھر پچھے چینی

نہ کرنا اُس قول کی صداقت پر دلالت نہیں کرتا۔ خالد کی معزولی کا خیال بالکل غلط ہے۔ حضرت عمرؓ نے ہرگز خالد کو معزول نہیں کیا بلکہ اِن کے اختیارات کی تقسیم کردی اور اُنہیں ایک بارِ عظیم سے سبکدوش کردیا۔ حضرت عمر کی ابتدائی حالت یہ تھی کہ خالد کو سنگسار کرنا چاہتے تھے لیکن صاحب اختیار ہو کے پھر وہ خیالات آپ کے نہ رہے آپ نے ذرا بھی خالد کو چشم نمائی نہ کی اور اُسے اپنے زمانہ خلافت میں بھی سپاہ سالار افواج شام بنائے رکھا۔

جو کچھ رنج حضرت عمر کو خالد کی طرف سے تھا وہ محض خدا واسطہ تھا ذاتیات کی بحث نہ تھی لیکن حضرت صدیق اکبر نے اُسے بری کردیا تھا تو پھر انصافاً دوبارہ اُسے گرفتار کرکے اسکے مقدمہ کی تحقیقات حق نہ تھی۔ کسی قسم کا رنج آپکو خالد کی طرف سے نہ تھا اور نہ اِس رنج کا اظہار ہوا۔ یہ روایت کہ ابوعبیدہ نے شرم کے مارے حضرت عمر کا فرمان خالد کو نہ دکھایا اور یہ روایت کہ حضرت عمر نے سرداران شام کو لکھا تھا کہ تم قتل مالک کی بابت خالد سے سوال کرنا محض غلط معلوم ہوتی ہے صحیح صرف اسقدر ہے کہ شداد بن اوس دو فرمان لیکے آیا تھا ایک ابوعبیدہ بن الجراح کے نام تھا کہ ملکی کام سنبھالے اور ایک خالد کے نام تھا کہ تو ملکی کام ابوعبیدہ کے سپرد کردے اور پھر بڑی آزادی سے حریف سے جنگ کر۔ بس سوا اس کے اور کوئی روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔

جس طرح مالک بن نویرہ کے جھگڑے سے سنّی شیعوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں اسیطرح خالد کی معزولی کا رونا رویا گیا ہے جو محض افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا: جو جو خدمتیں اسلام کی خالد نے انجام دیں اس سے ایک بے منصف سا بے منصف شخص بھی یہ کہدے گا کہ یہ بہت قیمتی خدمتیں ہیں اور قیامت تک اس سے انکار نہیں ہوسکتا۔ حضور انور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خالد کو سیف اللہ کا خطاب دیا تھا اور آپ کو خالد سے بہت محبت

تھی۔ بایں ہمہ آپنے ایک دفعہ خالد کو ڈانٹا تھا اور جب اظہار واقعہ ہوا تو آپ نے کچھ نہیں کہا اُلٹا خالد ہی کو دلاسہ دیا اور شفقتیں فرمائیں۔

میدان جنگ میں کسی کا بیگناہ مارا جانا کچھ بڑی بات نہیں ہی اگر ہم فرض کرلیں کہ مالک بے گناہ مارا گیا تو بھی ہم خالد جیسے سپاہ سالار سے قصاص ہرگز نہیں دلوا سکتے ایک لایق سپاہ سالار کی جان لاکھوں سپاہیوں سے زیادہ قیمتی ہی اور آجتک کسی قوم نے قریب کے مارے جانے پر اپنے سپاہ سالار کو پھانسی نہیں دی۔ اسیطرح حضرت صدیق اکبر نے خالد کو چھوڑ دیا اور ذرا بھی اُسپر اعتراض نہیں کیا۔ اسمیں ہرگز کلام نہیں کہ حضرت صدیق کو خالد نے اپنی بیگناہی کا پورا ثبوت دیدیا تھا اور سب سے بڑی وجہ رہائی کی یہی معلوم ہوتی ہے۔

(فارس پر حملہ)

حضرت عمر کا سب سے پہلا کام عراق پر فوج کشی کرنے اور فتح ایران کو تکمیل پر پہنچانے کا تھا۔ حضرت صدیق اکبر کے خلافت کے پہلے ہی سال میں (لفٹنٹ) خالد بن ولید نے دریائے فرات کی طرف بڑھکر ایرانی سلطنت کے کئی شہر اسلامی حکومت میں ملا لئے تھے شہر حیرہ جو بربادِ بابل کے مغربی طرف تھا ایک ایرانی شاہ والئے ایران کی سرپرستی میں وہاں حکومت کرتا تھا جسکے خاندان کو حکومت کرتے ہوئے چھ سو برس ہوگئے۔ اس خاندان کا آخری بادشاہ ایک سخت خونریز جنگ میں خالد (سیف اللہ) کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اسکے تمام امرا نے خالد کی اطاعت قبول کی اسکا بیٹا مقید ہوکر مدینہ روانہ کردیا گیا۔ امرائے شہر نے خالد کی خدمت میں عرض کی کہ ہم ہی میں سے آپ ایک شخص کو نامزد کریں ہم باجگذار بننا قبول کرتے ہیں خالد نے انکی اس درخواست کو منظور کرلیا اور ان ہی میں سے انکی مرضی کے مطابق ایک حکمران نامزد کرکے ستر ہزار اشرفیاں سالانہ خراج کی مقرر کرلیں۔

اہل میسن کہتا ہی۔ خالد کئی لاثانی اور یکتا لڑائیاں لڑا اسکے فتحمندانہ بازو بلا کے قوی تھے اِس کے زور آور کلائیوں سے اسکی دو دھاری تلوار کے منہ پر ہزاروں عیسائیوں نے اپنے گلے رکھ دئے اور جانیں اسکے قدمو نپر نثار کردیں اِن خونریز جنگوں میں نہ صرف اسے دولت کثرت سے ملی۔ بلکہ اِن لونڈی غلاموں کی بھی کوئی تعداد نہیں کہی جاسکتی جو خالد کے ہاتھ آئے اِس کے بعد مسلمانوں کو دریائے فرات کے کنارہ پر ایک بہت بھاری شکست ہوئی۔ ابھی ابوعبیدہ حیرہ نہ پہنچے تھے کہ سلطنت ایران میں عظیم الشان تغیر و تبدیل شروع ہوگئی تھی تخت کے دعویدار شہزادے اور شہزادیاں اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں اور باہم خونریزی نے بہت طول پکڑا تھا۔ آخر ایک شہزادی نے خراسان سے رستم کو مدد کے لئے بلایا اور اُس نے شہزادی کی مدد کرکے اِسے تخت پر بٹھا دیا۔ تمام حدود مفتوحہ ایران میں مسلمانوں کے خلاف بغاوتیں شروع ہوگئی تھیں اور تمام رعیت علاوہ شاہی فوج اسلام کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ ہوگئی۔ اور اُنہوں نے مصمم ارادہ کرلیا کہ مسلمانوں کو زیر و زبر کرڈالیں مثنیٰ اسلام کی طرف سے حیرہ میں حکومت کرتا تھا جب اِس نے یہ جوش دیکھا ناچار مدینہ چلا آیا۔ رستم نے دو فوجیں حیرہ پر دو جانب سے روانہ کیں ایک فوج جبان کی ماتحتی میں تھی جو دریائے فرات سے حیرہ میں داخل ہوگیا تھا۔ اور دوسری مہم نرسا کی ماتحتی میں آرہی تھی جسنے حیرہ کے قریب کسکر پر قبضہ کرلیا تھا میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ مثنیٰ پر کچھ ایسا رعب جما کہ وہ بغیر جنگ کئے شہر کو دشمن کے حوالہ کرکے مدینہ ہولیا۔ راہ میں ابوعبیدہ سے اسکی ملاقات ہوئی ابوعبیدہ کو ابھی چند روز یہاں آرام کرنا تھا وجہ یہ تھی کہ ابھی بدؤں سے اِنکی خوب جنگ ہوچکی تھی۔ جب ابوعبیدہ نے بخوبی آرام لے لیا تو اپنی مشتملہ فوجوں سے جبان پر حملہ کیا وہ پریشان ہوکر بھاگا پھر دریائے فرات کو عبور کرکے نرسا پر جا پڑے۔ اِسکو بھاگتے بن آئی اسکا سارا سامان مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور

ایک بڑا گودام خالص کھجوروں کا ہاتھ آیا کہ جو شاہ ایران کے لئے بھیجی جانے کو تھیں۔ ان کھجوروں کو ابو عبیدہ نے بمنزلہ خوراک کے فوج میں تقسیم کر دیا پانچواں حصہ حضرت عمر کی خدمت میں معہ ایک رقعہ کے روانہ کیا جس میں یہ لکھا ہوا تھا ملاحظہ فرمائیے کیا خدا کی شان ہے کہ بڑے بڑے سلاطین فارس کی خوراک ہمیں کھانے کے لئے دیتا ہے آپ اسے ملاحظہ فرمائیں اور نوش کریں اور خدا کی حمد کریں کہ اسنے ہمیں یہ شاہانہ خوراک عطا فرمائی۔

جب ایرانی فوج یوں پریشان ہو گئی تو آس پاس کے جتنے رئیس تھے وہ خراج لے لیکر حاضر ہوئے اور اپنی خیر خواہی کا ثبوت دینے کے لئے انہوں نے ابو عبیدہ کی دعوت کرنی چاہی حضرت ابو عبیدہ نے انہیں کہلا بھیجا کہ جو میرے لئے ہو میرے ایک ادنے سپاہی کے لئے ہو اگر ذرا بھی فرق ہو گا تو میں اٹھ کھڑا ہوں گا اور تمہاری دعوت نہ کھاؤں گا۔ وہاں کیا کمی تھی انہوں نے بڑے تکلف سے سامان کیا اور بڑی دھوم سے دعوت کا خاتمہ ہوا۔

جب یہ خبر رستم کو ہوئی تو اسے تعجب ہوا کہ مسلمان ایسے قوی اور خونخوار جنگ آور ہیں اناچار ایک جرار لشکر بہمن افسر کی ماتحتی میں مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔ ایرانی سپاہ ہر ببر کی کھال کے جھنڈے یا درفش کاویانی کے سایہ میں مسلمانوں پر بڑھی چلی آتی تھی۔ سامنے ابو عبیدہ کا لشکر پڑا ہوا تھا۔ آتے ہی اس نے فرات کے جانب شرق اپنی فوجوں کو ڈال دیا۔

یہ میدان جنگ بابل سے بہت دور نہ تھا۔ ایک پل کشتیوں کا بندھا ہوا تھا۔ بہمن نے کچھ ایسی خاموشی اختیار کی کہ ابو عبیدہ کو ہمت ہوئی کہ یہاں سے پار ہو کر بہمن کی فوج پر حملہ کرو جب ابو عبیدہ نے دریا کے عبور کرنے کا ارادہ کیا تو ان کے چند صلاح کاروں نے سمجھایا کہ ایسی فائدہ مند اور موقع کی جگہ کو چھوڑنا خلاف عقل ہے۔ اسپر ابو عبیدہ نے جواب دیا ہم انکی طرح موت سے

خوف کرتے ہیں یہ کہکر اس نے یکایک حکم دیا کہ فوراً دریا کو عبور کر جاؤ۔ فوج نے حکم ہوتے ہی دریا کو عبور کر لیا۔ یہاں انہوں نے دیکھا کہ ہزاروں فوج چاروں طرف گھیراڈالے ہوئی کھڑی ہے صدہا ہاتھیوں کی قطاریں عربوں کو خوفزدہ کرنیکے لئے کافی تھیں جسوقت ابوعبیدہ پُل سے ادھر اُترا ہے اسکے زیر کمان دس ہزار فوج تھی ماتحتی میں شیرول مثنیٰ کام کر رہا تھا ابوعبیدہ نے چاہا کہ سامنے کی صفوں کو چیر کر قلب لشکر پر دھاوا مارے ابوعبیدہ کی یہ تدبیر کارگر نہوئی۔ قلب لشکر میں پہنچکے جب اسنے چاہا کہ بہمن کی گردن اُتار لے اتنے میں ہاتھی نے سمٹ کر ابوعبیدہ کو سونڈ میں لپیٹ کر گھوڑے پر سے کھینچ لیا اور سخت مجروح کر دیا۔

مسلمانوں کی فوج پسپا کرنے کے لئے جو جانبازی سے اپنے دلیر اور بیگر افسر کے پیچھے قلب میں پیٹھ چلی جاتی تھی یہ افسوسناک سانحہ کافی تھا۔ جوں ہی فوج نے یہ کیفیت دیکھی اُسکے دل چھوٹ گئے اُسنے پیچھے قدم ہٹا کے پھر بذریعہ پُل دریائے فرات کو عبور کرنا چاہا لیکن بدقسمتی سے پہلے ہی ایرانی فوج نے پُل کو توڑ دیا تھا۔ جو افسر کہ اب تک زندہ تھے وہ باری باری سے شہید ہوتے رہے مگر جب سپاہیوں پر خوف طاری ہوا وہ دریا میں کود پڑے یہ محض ناممکن تھا کہ اس پریشانی اور گھبراہٹ میں وہ دریائے فرات سے ہاتھ پیر مار کر نکل جاتے جو گرتے جاتے تھے دریا کی نذر ہوتے جاتے تھے۔ مثنیٰ جو جانب شمال سرگرمی سے کارزار کر رہا تھا اسنے اپنی فوج کا جب یہ نظارہ دیکھا لڑتے لڑتے پُل کے پاس آگیا اور اپنے جنگ جو رسالے کو حکم کیا کہ تم فوراً اس پُل کی مرمت کرو اور باآواز بلند کہا اے مسلمانوں اپنے اوسان درست کرو دشمن کا کچھ خوف نہیں ہے دریا میں گر کر اپنی جانیں برباد نہ کرو جب تک پُل کی مرمت ہوتی رہی آپ مسلمانوں کا پشت پناہ بنا ہوا ایرانیوں کی فتحمندانہ یورشوں کا عمدگی سے جواب دیتا رہا۔ اس نازک اور جانبازی کے وقت میں ایک ایرانی نے بڑھکر مثنیٰ کو اپنے نیزہ سے سخت زخمی کیا مگر پھر بھی

وہ اپنی حالت پر قایم رہا اور ایرانیوں کو مار کے مسلمانوں کو عبور کراتا رہا۔ جب باقی ماندہ فوج چلی گئی تو آپ اسی زخمی حالت میں پُل پر سے پار ہو کر کنارہ پر آیا۔ اسپر بھی چار ہزار آدمی تند و تیز موجوں کی نذر ہو چکے تھے پانچ ہزار آدمی صرف بچے تھے جنمیں سے دو ہزار تو مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور تین ہزار مثنیٰ کے ساتھ رہ گئے۔ یہ شکست مسلمانوں کو تیرہ ماہ شعبان ۱۳ھ میں ہوئی۔

اسی اثنا میں بہمن کو ایران میں بغاوت کی خبر پہنچی وہ پریشان اپنی کل فوج کو لیکر واپس چلا گیا مثنیٰ جس نے اپنے کو میدان جنگ میں لاثانی ثابت کر دیا تھا اپنی قوت بڑھانے کی طرف متوجہ ہوا اور جو سردار کہ پہلے اسکے ساتھ ہو گئے تھے اِن سے مدد چاہی۔ جبان جو بہمن کے واپس پھر جانے سے بیخبر تھا مثنیٰ کے ہاتھوں پڑ گیا اِسکا سر معہ اسکے ساتھیوں کے اُڑا دیا گیا۔ اسمیں ہرگز شک نہیں تھا کہ ابو عبیدہ کی اس بے دھڑک دلیری سے ایک مسلمان بھی جانبر ہو کر نہ آتا لیکن مثنیٰ جیسے جنگ آور شخص کی عاقلانہ شجاعت نے شکستہ فوج کی بہت کچھ مدد کی اور وہ پانچہزار آدمیوں کو ایسے قیامت خیز موقع سے صحیح سالم نکال لایا

حضرت عمر نے اس شکست کی خبر کو نہایت صبر سے سنا اور جو لوگ بھاگ کے مدینہ میں آئے تھے اور کسی قدر شرمندگی سے اپنے چہرے چھپاتے تھے انہیں جمع کر کے یہ فرمایا "یقیناً میں ہر مسلمان کی جو دشمن کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہوتا ہے پناہ ہوں اور اسوقت اسکی حفاظت کرتا ہوں جب اسپر کوئی مصیبت آکے پڑے خدا ابو عبیدہ پر اپنی رحمت نازل کرے کاش اگر وہ اِدھر اُدھر جُٹیانوں میں آکر پناہ لیتا تو میں اسکی حفاظت کرنے کے لئے پہنچتا اسی قسم کی ہمت اور دلجمعی کی باتیں حضرت عمر نے اپنی بھاگی ہوئی فوج کو سنائیں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دوبارہ اس شکست کا انتقام لینے کے لئے پہلے سے زیادہ سرگرم دکھائی

دیئے۔ حضرت عمر نے فوجوں کی پھر تیاری شروع کر دی۔ مگر بہادر مثنیٰ کی دانشمندانہ حکمت عملی نے اسے ساکت نہ رہنے دیا۔ وہ اپنی شکستہ فوج کے دل بڑھاتا گیا اور نئے نئے گروہوں سے سازشیں کرنی شروع کر دیں اسی اثنا میں حضرت عمر نے جریر بن عبداللہ کی سرکردگی میں ایک فوج مثنےٰ کی مدد کے لئے روانہ کی والئے ایران نے فوراً مہران بن بازان کی ماتحتی میں درفش کادیانی کے ساتھ ایک لاکھ فوج کو روانہ کیا۔ اسکی باربرداری کا سامان فوج سے بھی زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ جریر بن عبداللہ بویب پر مقیم تھا حضرت عمر نے خوب تاکید کر دی تھی کہ جبتک کامل فتح نہ ہو جائے کبھی پُل پر سے عبور کرنے کا قصد نہ کرنا جوں ہی مثنیٰ نے سُنا کہ مہران ایک لاکھ فوج سے آرہا ہے اسنے کئی سانڈنی سوار جریر کے پاس دوڑائے کہ فوراً میری مدد کے لئے آمادہ ہو جادہ بویب کی طرف مثنیٰ کا پیغام پہنچتے ہی بڑھا یہ مقام دریائے فرات کے مغربی شاخ پر واقع ہے یہاں ایک پُل بنا ہوا تھا جس سے دشمن کے اسطرف آنیکی امید کی جاتی تھی۔ ایرانی اپنی فوج کے تین حصے کر کے بڑھے ہر حصہ کے آگے ایک ہاتھی جاتا تھا۔ جسپر ایک آدمی بیٹھا ہوا غل و شور مچا رہا تھا۔ یہ خاص رمضان المبارک کا مہینہ تھا لیکن جنگ کے لئے روزے نہ رکھنے کی رخصت دیدی گئی تھی۔

مثنیٰ کی اس جنگ میں جان لڑی ہوئی تھی وہ خوب جانتا تھا کہ یہی جنگ اسلام اور زرتشتی مذہب کی فیصلہ کرنے والی ہے اوّل تو وہ خود ہی فنون جنگ سے خوب واقف تھا دوسرے اسے گذشتہ جنگ میں تجربہ بھی بہت ہو چکا تھا۔

اس نے اپنی فوج کو دانشمندی سے ترتیب دیا اور یہ کہا تمہاری بہادری آج کے دن ضرب المثل ہو جائے گی۔ موت کی طرح خاموش ہو رہو۔ اور جو تم ایک دوسرے سے کچھ کہنا چاہو تو کان میں منہ لگا کر کہو۔ ہم میں سے ایک شخص بھی آج کے دن رستہ نہ دیگا میں جلال

اور توصیف اپنے لئے نہیں چاہتا بلکہ تمہارے لئے چاہتا ہوں۔ اُنہوں نے اِن ہی لفظوں میں اِن کا جواب دیا کہ جو کچھ آپنے فرمایا اِسکی تعمیل ہم پر فرض ہے ہم باہم گچ کی طرح جم گئے ہیں یہیں مرجائینگے اور یہاں سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹائیں گے۔

جب ایرانی فوج قریب آگئی تو مسلمانوں نے "ہن بار اللہ اکبر" کے نعرے بلند کئے خوب گھمسان کی جنگ ہوئی اخیر مسلمانوں کو فتح ہوئی یہ فتح مسلمانوں کو سنہ ۱۳ ہجری مطابق ماہ نومبر سنہ ۶۳۴ء میں ہوئی۔ میور صاحب لکھتے ہیں اس کثرت سے آدمی مارے گئے کہ اُنکی ہڈیاں مقام بویب میں مدت تک دیکھنے میں آئی ہیں۔ میور صاحب فخریہ تحریر فرماتے ہیں کہ عیسائیوں نے بھی اس جنگ میں مسلمانوں کی مدد کی۔ بدّو سوداگروں کا گروہ بیچنے کے لئے گھوڑے ساتھ لیکر اِدھر آنکلا اور ایرانیوں سے اِس نے بڑی دہشتناک بہادری سے مقابلہ کیا اِن میں کا ایک نوجوان لڑکا قلب لشکر میں گھسکر سردار فوج کا سر اُتار لایا اور فخراً اس نے آواز دیکر یہ کہا کہ میں بنی تغلب میں سے ہوں وہ میں ہوں کہ جس نے سردار کو قتل کیا ہے۔

گو یہ عظیم الشان فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی لیکن مسلمانوں کا بھی اس میں بہت نقصان ہوا۔ مثنیٰ اپنے جانباز بھائی کے شہید ہونے پر خون کے آنسو بہاتا تھا۔ وہ بہادر جسنے سخت کاری زخم لگنے کے بعد دم واپسین سے کچھ دم پہلے مرتے ہوئی آواز میں گرج کر عین کارزار کے موقع پر یہ کہا تھا "بہادر سپاہیوں اپنا جھنڈا بلند رکھنا۔ خدا اِسکے صلہ میں تمہیں بلندی دیگا میری شہادت سے تم پراگندہ خاطر نہ ہونا" یہ آواز ایک زخمی شیر کی دنیا سے رخصت ہوتے وقت جنگ کے میدان میں سپاہیوں کے دلوں پر کیسا زبردست اثر کرنے والی تھی مثنیٰ کو دو دو غم تھے ایک اپنے پیارے بھائی کی شہادت کا اور دوسرے

اپنے مددگار مسیحی افسر کا جو مسلمانوں کی جانب داری میں لڑا تھا۔ مثنیٰ نے ہر شہید کی نہایت عزت کے ساتھ تجہیز و تکفین کی اور پھر یہ کہا گو ان شہدا کی صورتیں دیکھ کر آٹھ آٹھ آنسو رونے کو جی چاہتا ہے لیکن مجھے یہ بات اطمینان دیتی ہے کہ انہوں نے قدم پیچھے نہ ہٹایا اور پرچ کی طرح دشمنوں کے مقابلہ میں قدم جما کر جان دی اور شہدائے بویب ہو گئے۔

لوٹ کی تعداد بے حد تھی۔ لاکھوں من غلہ و مویشی مسلمانوں کے ہاتھ لگے جو بدہ کہ مسلمانوں کے معاون ہوئے تھے حصہ رسد مال غنیمت میں سے ان کو بھی دیا گیا اور وہ بخوشی اپنے مسکنوں کو واپس چلے گئے۔ مثنیٰ کی بہادری نے اس بدنما دھبہ کو جو گزشتہ جنگ میں مسلمانوں کے دامن پر لگا تھا بالکل دھو دیا۔ اپنے بلند حوصلہ کی وجہ سے اسی اس نسخ پر کچھ نازنہ تھا بلکہ وہ شکر اس بات کا کرتا تھا کہ خدا نے دوبارہ عزت رکھ لی۔ جو زخم گزشتہ جنگ میں اسے لگا تھا اس سے روز بروز مضمحل ہوتا چلا گیا اور آخر چند روز کے بعد اپنے دوست شہدا سے عالم ارواح میں جا ملا۔

فتوحات شام میں سب سے پہلی فوج خالد بن سعید کی ماتحتی میں بھیجی گئی تھی گو پہلے پہل تو اسے کئی فتوحات حاصل ہوئیں لیکن پھر وہ مخالفین کی زیادہ یورش سے گھبرا گیا۔ آخر اسکی مدد کے لئے عکرمہ اور ذوالکلاع حمیری کی ماتحتی میں کچھ فوج روانہ کی شامیوں کو پے در پے سخت بیعزتی کے ساتھ شکست پر شکست ملی۔ جب یہاں کی نوبت پہونچی تو ہرقل جو ایران سے بڑی بازی جیت کر خواب خرگوش میں پڑا خراٹے لے رہا تھا بیدار ہوا اور مسلمانوں کی فتوحات کی لین دوڑی بڑھتی ہوئی دیکھکر وہ اپنے پرشوکت محلات سے روانہ ہوا اور حمص میں آکر اس نے اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کیا بڑے حصہ کو اپنے بھائی تھیوڈرک کی ماتحتی میں روانہ کیا جس میں ایک لاکھ سے کچھ اوپر سپاہ تھی۔ مسلمانوں نے بھی اپنی

فوجوں کو ایک جگہ جمع کر لیا اور سب پلٹنیں یرموک کے میدان میں جمع ہو گئیں۔ تھوڑے دن تک یوں ہی دور سے حملے ہوتے رہے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ایک خوف دو طرف تھا اِدھر تو تھیوڈرک کی فوج مسلمانوں کی تیز و تند اور لاثانی بہادری کی خبریں سُن سُن کر کانپی جاتی تھی اور اسے خوف تھا اگر ہم نے عام جنگ کر دی تو نتیجہ اچھا نہ ہوگا اِدھر مسلمانوں کو خیال تھا اگر ہم نے پہلے حملہ کیا اور اِن پر جا پڑے تو وہ ہم سے کہیں تعداد میں زیادہ ہیں ایسا نہ ہو چشم زخم اُٹھانا پڑے۔ ڈھائی تین مہینے اِسی شش و پنج میں گزر گئے نہ وہ اپنی جگہ سے ہلتے ہیں نہ یہ روزانہ جنگ کی خبریں حضرت ابوبکر کو پہنچ رہی تھیں آخر مشورہ یہ قرار پایا کہ خالد بن ولید کو عراق سے وہاں بھیجا جاوے خالد کے پاس جوں ہی حکم پہنچا وہ اپنی فوج کو لیکر سیدھا یرموک کی طرف بڑھا۔ اس نے آتے ہی میدان کو دھواں دھار کر دیا بجلی کی طرح دشمن کی بے تعداد فوج پر آناً فاناً میں گر پڑا۔ اِن کو اتنا بھی ہوش نہ آنے دیا کہ وہ سنبھلتے اتنی بے تعداد فوج اور مقابل میں مٹھی بھر آدمی کیا کمال کر گئے ایک ایک دلیر سو سو آدمیوں کا مقابلہ کر رہا تھا اور اسے کچھ ہراس نہ ہوتا تھا۔

اِس جنگ میں مسلمانوں کے مقابلہ میں یونانی بھی اپنی جانیں کھپا رہے تھے سب کی مشتملہ فوجیں یرموک کے میدان میں جو قدرت نے خصوصاً اِسی لئے موضوع کیا تھا کوسوں اور فرسنگوں پٹی پڑی تھیں یہ لڑائی بھی ایک عظیم الشان مقابلہ تھا شامی بھی جان کھپا کھپا کے جنگ کر رہے تھے۔ اِس خونخواری سے جنگ ہوئی جسکا نظیر پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ خالد کل فوج کی کمان کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں اسلامی جھنڈا تھا ایک خونریز اور انقطاعی میدان کے بعد اخیر مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

یرموک کا دمشق اور بصرہ کے درمیان واقع ہونا بھی سیاسی معاملات کے لحاظ سے

مسلمانوں کے لئے نہایت فائدہ مند ثابت ہوا۔ اِس شکست پر بھی سلطنت مشرقی کا غرور نہ گیا تھا لاکھوں فوجیں اِس کے ہاں ابھی بھری پڑی تھیں بحری قوت کا وہ ناز اور فخر جو اِن کو مدت سے ہوتا چلا آیا تھا ذرا بھی کم نہ ہوا تھا۔ گو اس شکست سے ایک دیمک سلطنت کے ستون میں لگنی شروع ہوگئی تھی لیکن وہ اندرونی رخنہ اندازی تھی جسکا بظاہر ستون پر کوئی اثر نہ معلوم ہوتا تھا جس وقت خالد کی تلوار میدان یرموک میں چمک رہی تھی ایک ایرانی نوجوان نے آگے بڑھکر اپنی فوج کو مخاطب بناکر یہ کہا تھا "کیا آج ہم وحشیوں کے مقابلہ میں دنیا کی فتح کے اس تاج کو اُتار دینگے جو سکندر عظم نے ہمیں پہنایا تھا" یہ کہکر اس نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھاکر دیکھا اور سکندر عظم کی ظفریاب روح سے مدد چاہی اور ایک پرحسرت آواز میں یہ کہا "کیا تو نہیں دیکھتا ہماری قومیں کیسی پسپا ہوتی چلی جاتی ہیں اور ہماری کیا حالت ہے اپنی نصرت نصیب قسمت کا ایک حصہ فیاضی سے اسوقت بخشدے"

فتح دمشق ایک مضبوط دستہ فوج کا یرموک میں اس غرض سے چھوڑکر کہ خط کتابت کا سلسلہ بند نہو مسلمانوں نے شمال کی جانب اپنا رخ کیا رستہ میں انہیں خبر لگی کہ دمشق کو مدد پہنچ رہی ہے اور کثرت سے فوجیں شہر کی حفاظت کرنے کے لئے جمع ہو رہی ہیں اِدھر بیت المقدس میں شکستہ اور پراگندہ آدمی جمع ہو رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کے عقب میں چھاپہ مارکر انہیں تہ وبالا کرڈالیں یہ معاملہ سخت اہم تھا ابوعبیدہ نے حضرت عمر کو ساری کیفیت لکھی کہ اب ہم کیا کریں آپ نے حکم بھیجا کہ شہر دمشق پر ایک انقطاعی حملہ کرو پھر شام کا قبضہ میں آجانا کوئی بات نہیں ہے کیونکہ دراصل اسیکو شام کی شہر پناہ سمجھنا چاہیئے۔

یہ حکم دیکھتے ہی ایک دستہ فوج کا جرّار روانہ کیا گیا اور ایک قوی لشکر سے دمشق کی طرف بڑھے۔

شہر دمشق کی فصیل بیس فیٹ بلند اور ۵ فیٹ چوڑی تھی ہنوز وہاں ایسے جگادری پتھر دیکھنے میں آتے ہیں جو سنہ مسیحی سے کتنے ہی پہلے کے ہیں۔ اس شہر کو اپنی قدامت اور اسکے ساتھ بزرگی پر جتنا فخر ہو وہ تھوڑا ہے دروازوں پر اور ادھر اُدھر دشمن کی مدافعت کے لئے ابتک برج بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں جو قدیمی سنگ تراشی کے کمال کی شہادت دیتے ہیں سینٹ جان کے بڑے گرجہ کی چھت ہنوز موجود ہے گو یہ پلیس مذہب کا گرجہ بالکل تباہ ہوگیا۔ اس کے کھنڈر اب بھی کسی قدر صحیح وسالم ہیں اور عیسائیوں کی عام شوکت کا نقشہ افسردگی کے ساتھ کھینچتے ہیں اس بڑے گرجہ کے علاوہ پندرہ اور گرجے دمشق میں بنے ہوئے تھے جب مسلمانوں نے خالد کی ماتحتی میں ہوکر اسپر حملہ کیا تھا۔ ایرانیوں کی شکست نے گو صلیب کے جھنڈے کو سینٹ جان کے سب سے بڑے منارے پر سے جھکا دیا تھا پھر بھی اس کے قائم رکھنے کا دمشقیوں میں دم خم بنا ہوا تھا۔

یہ کیفیت شام کے دارالخلافہ کی بیان ہوئی جو شہروں کی شہزادی کہلاتا تھا۔ اسکے اردگرد بلند بلند پہاڑ جو آجکل برف سے سفید ہورہے تھے مسلمانوں کی سرگرمانہ کوششوں کے فرو کرنے کے لئے سخت مخالف کا کام دے رہے تھے پہاڑوں پر سے برف برابر گر رہی تھی اور ایسا چلہ کا جاڑا پڑ رہا تھا کہ دانت بجنے لگے تھے۔ پھر بھی یہ قدرتی مخالف مسلمانوں کی شجاعانہ خون کی حرارت کو سرد نہ کرسکی گو یہ گرم ملک کے باشندے ایسی سردی کے عادی نہ تھے پھر بھی ان کی صعب گزار روح اور بھڑکتے ہوئے پرجوش ارادوں نے اس سردی کو نہ گردانا اور باگیں اُٹھائے ہوئے بڑھتے چلے آئے۔ ابوعبیدہ نے اپنا لشکرگاہ مغرب کی جانب قائم کیا اور خالد نے مشرقی دروازہ کی جانب جسکا دروازہ کہلہ عبادت گاہ کے کھنڈرون سے دشوار گزار بن رہا تھا اپنا ڈیرا ڈنڈا ڈالا۔

اسی طور سے دوسرے دروازوں کی بھی حفاظت کی گئی تھی۔ مسلمانوں کا پہلے اُس یونانی فوج سے مقابلہ ہوا جو شہر کی حفاظت کے لئے پڑی ہوئی تھی دو تین خونریز میدانوں کے بعد وہ بالکل پسپا کر کے فصیل شہر میں محصور کر دیگئی اِس فصیل کو دمشقی اپنے زعم میں بڑا مضبوط جانتے تھے اور انہیں یہ معلوم تھا کہ مسلمان کبھی ہم پر فتح نہیں پا سکتے اِدھر قیصر حمص میں آکر مسلمانوں کی قوت توڑنے کے لئے چاروں طرف سے فوج جمع کر کے یہاں روانہ کر رہا تھا لیکن مسلمانوں نے یہ بڑی عقلمندی کی تھی کہ تمام رستے فوج آنے کے روک دئے تھے ہرچند قیصر کی فوج نے چاہا کہ ہم دمشقیوں کی مدد کو پہنچیں لیکن اِن کی یہ کوشش محض بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ مسلمانوں نے کوئی ناکا بھی خالی نہ چھوڑا تھا کہ وہ ادھر سے آ سکتے چیل کی طرح اوپر ہی اوپر منڈلاتے رہگئے۔ پھر بھی محصورین کو کچھ ہراس نہ تھا وہ یہ جانتے تھے کہ موسم کی سرد مہری اور ہماری فصیلوں کی استواری کبھی مسلمانوں کا قدم آگے نہ بڑھنے دے گی مسلمانوں نے ٹھان لی تھی کہ جب تک دمشق کو فتح نہ کر لیں گے کبھی قدم پیچھے نہ ہٹائیں گے گو موسم کی سختی کا وہ بہادری سے مقابلہ تو کر رہے تھے لیکن پھر بھی انہیں اپنی پوری جسارت سے کام لینے میں تامل کرنا پڑتا تھا۔ آخر خدا خدا کر کے سردی کا موسم رخصت ہوا اور گرمی آگئی اِس گرمی نے مسلمانوں کی چستی کو اور بڑھا دیا اور اب انہیں اپنی خوفناک بیجگری کو کام میں لانے کا موقع ہاتھ آیا۔ اِدھر مسلمانوں نے اپنی پوری سرگرمی اور قوت سے کام کرنے کا ارادہ کیا اور اِدھر دمشقیوں پر مایوسی چھا گئی اور اِس یاس نے اِن کے دلوں کو توڑ دیا۔

ایک دن گورنر دمشق نے اپنے افسروں کی دعوت کی وہ اس قدر شراب پی گئے کہ انہیں اپنے جان و تن کا ہوش نہیں رہا۔ خالد کو یہ کیفیت کھل گئی وہ ساری رات بخود

سویا نہ اوروں کو سونے دیا ایک دستہ اِس بہادر فوج کا جو عراق میں اِس کی ماتحتی میں کام کر چکا تھا منتخب کر کے تیار کیا۔ چشم زدن میں کمندیں تیار ہو گئیں صبح ہونے سے کچھ دیر پہلے خالد نے خاموشی سے بغلوں میں خالی پھولی ہوئی مشکیں دبا کر معہ اپنے جان نثار شیر دل سپاہیوں کے پانی میں اپنے کو پھینکا اور نہایت تیزی سے فصیل تک پہنچ گئے اور بے تامل کمندیں ڈالکر اِن پر چڑھ گئے ابھی تک شہر میں کسی کو خبر نہیں کہ کیا ہو رہا ہے جو لوگ کہ دمدموں اور برجیوں پر پہرہ پر تھے وہ قتل کر دئے گئے کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوئی اِس کے بعد دروازے کھولدیئے گئے دائیں بائیں جتنے سنتری تھے وہ سب قتل ہو چکے تھے نعرۂ اللہ اکبر بلند ہوا قلعہ والوں کے ہوش و حواس پراگندہ ہو گئے۔ وہ پراگندہ ہو کر دروازوں کی راہ سے بھاگے مگر یہاں شیر دل خالد کی سپاہ کھڑی ہوئی تھی جس نے انکو نیزوں کی نوکوں پر رکھ لیا اور پھر اُبھرنے نہ دیا۔ گورنر دمشق نے جب دیکھا کہ اب کوئی تدبیر نجات کی نہیں ہے اور شہر ہرگز نہیں بچسکتا وہ دوڑا ہوا مغربی جانب ابو عبیدہ کے پاس آیا اور صلح کی بمنت درخواست کی۔ ابو عبیدہ کی نرم دلی اور رحیم طبیعت نے اُسے صلح کرنے پر مجبور کیا اِسی جگہ پر اسیوقت معاہدہ ہوا اور اسپر دستخط کئے گئے دروازے کھولدیئے گئے اور مسلمانی فوج بلا مزاحمت مغربی جانب سے قلعہ میں داخل ہوئی۔

جب ابو عبیدہ فوج لئے ہوئے آگے بڑھا تو اِسکے کانوں میں آدمیوں کی واویلا و بکا کی صدائیں آنے لگیں اور ابو عبیدہ کو معلوم ہوا کہ خالد مشرقی سمت حملہ آور ہوا ہے اس نے فوراً حکم بھیجدیا کہ اپنی تلوار کو میان میں کرلو گورنر نے ہمیں اپنے حوالہ کر دیا ہے۔ خالد یہ سنکر کچھ مایوس سا ہو گیا اور اِس نے ناچار یہ عذر پیش کیا کہ شہر کی فتح میں باقی ہی کیا رہا جو آپ صلح کرنے پر راضی ہوئے ایک ہی تاخت میں ابھی سب کا فیصلہ تھا۔

بیک تاختن تا کجا تاختم چہ گردن کشانرا سر اندر اختم

مگر خالد کا یہ تمام عذر بیفائدہ تھا ابوعبیدہ معاہدہ کر چکا تھا اور وہ اپنے معاہدہ پر پختہ تھا اسکا انصاف اسکا رحم اور اس کی ایمانداری معاہدہ سے ایک انچ بھی اسے پیچھے نہ ہٹنے دیتی تھی اس نے خالد سے کہلا بھیجا کہ جو شرطیں کی گئی ہیں وہ ضرور پوری ہونگی۔ چنانچہ دمشقیوں کو امان دی گئی اور تمام شام میں اپنے کو غنیم کے سپرد کرنا گویا مغلوب ہو جانے کی علامت سمجھی گئی۔ نصف حصہ عام و خاص مال میں سے فاتحوں کو دیا گیا۔ ذرا سی چیز کی بھی نصف تقسیم ہو گئی جو کچھ موجود تھا خواہ کسی نوعیت کا ہو اسمیں سے نصف فاتحان اسلام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ علاوہ اس خراج کے جو یہاں سے سلطنت مشرقی کو دیا جاتا تھا یہ طے پایا کہ جو شخص اسلام قبول نہ کرے بشرطیکہ بالغ ہو ایک اشرفی سالانہ خراج کی مسلمانوں کو ادا کرے اور ہر کھیت میں سے اسیطرح غلہ کا بھی کچھ پیمانہ مقرر ہو گیا جو مسلمانوں کو دیا جاتا تھا مسلمانوں کے ہاتھ نہ صرف اتنی بھاری غنیمت اور یہ خراج ہی لگا بلکہ دمشق کے بہت سے مکانات پر بھی اپنے مسکن کے لئے انہوں نے قبضہ کر لیا جو انکے آرام اور کاموں کے لئے کافی تھے اور اسطرح یہ خوبصورت شہر چشم مشرق ہرقل کے ہاتھ سے نکلکر خلیفہ کے مبارک قبضہ میں آکر اسلام کا عدن ہو گیا۔ یہ فتح ۱۴ھ ہجری موسم گرما میں وقوع میں آئی شہر کے گرجوں کی بھی اسی طرح تقسیم کیگئی کچھ مسلمانوں کے حصہ میں آئے اور کچھ عیسائیوں کو دیدئے گئے بڑے گرجے سینٹ جان کے بھی دو حصے کر دئے گئے نصف حصہ میں عیسائی آزادی سے انجیل سناتے تھے اور ان کی گھنٹیاں بجتی تھیں نصف دوسرے حصہ میں پانچوں وقت مؤذن اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتا تھا اور خوب زور شور سے قرآن پڑھا جاتا تھا اور دینی وعظ ہوتے تھے ایک طرف حضرت عیسیٰ کے دین کی تلقین ہوتا اور دوسری

جانب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک دین کا وعظ ہونا مسلمانوں کی انتہا درجہ بے تعصبی اور رحم ظاہر کرتا تھا۔

زمانہ محاصرہ میں ابوالعور بڑی بہادری سے یونانیوں کے جنوب جانب حملہ کو روکے رہا ہر چند یونانی کثیر التعداد لشکر نے جنوب کی طرف حملہ کرنا چاہا مگر ابوالعور کی شائستہ اور جاں نثار فوج کے مقابلہ میں انکی ہمتیں پست ہوگئیں اور وہ پیچ پیچکر رہ گئے مخل میں یونانی لشکر بٹا پڑا تھا۔ اور جرّدان میں جو اسی کے قریب ہے ابوالعور اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ قائم تھا۔ مخل جہاں یونانی سپاہ مقیم تھی پہاڑی کے مشرقی نشیب میں واقع ہے اسکی بلندی سطح آب سے چھ سو فیٹ پیمایش ہوئی ہے۔ اسی مقام میں سلطنت مشرقی کی شکستہ فوج نے پناہ لی تھی اور یہیں انھوں نے تازہ دم فوج کی مدد سے اپنے کو خوفناک لشکر کی صورت میں بدل لیا تھا۔ پہاڑوں میں سے جو پانی بہتا تھا اسکے سبب سے دلدل بہت ہوگئی تھی اسلئے ابوالعور کو موسم گرما کا رستہ دیکھنا پڑا تاکہ دلدل خشک ہو جائے۔ اسّی ہزار فوج یونانیوں کی خیمہ زن تھی۔ روزمرہ ان کے سامنے انجیل پڑھی جاتی تھی اور مسلمانوں کے خلاف جوش دلایا جاتا تھا۔ صلیب کا جھنڈا قلب لشکر میں بڑی شوکت سے اڑایا گیا تھا اور پادری سپاہیوں کو جوش دلانے اور انکے دم خم بنانے کے لئے زیادہ سرگرمی کر رہے تھے۔

اب گرمی خوب پڑنے لگی تھی اور دمشق سے مسلمانوں کی فوج روانہ ہو چکی تھی۔ ابوعبیدہؓ نے چاہا کہ بڑھکر ہرقل پر حملہ کریں مگر حضرت عمر نے منع کر دیا کہ جبتک یونانی عقب میں ہیں براہ راست ہرقل پر حملہ کرنا مناسب نہیں ہے جوں ہی حضرت عمر کا یہ فرمان پہنچا ابوعبیدہؓ یزید بن ابی سفیان کو گورنر دمشق کرکے آپ سیدھا مخل کی طرف بڑھا

فوج ہراول کی خالد کمان کر رہا تھا اور ایک طرف ابوعبیدہ بذات خود ایک پلٹن کو لئے ہوئے

جما ہوا تھا۔ عمرو بن العاص دوسرے دستہ کا اعلےٰ افسر نامزد ہوا اور مشہور جنگ آور ضرار رسالہ کی کمان پر مقرر تھا۔ اس لشکر نے یرموک کو عبور کیا اور مخل پر جہاں اسی ہزار سپاہ یونانیوں کی پڑی تھی مقیم ہوا۔ یونانی فوج نے چاہا کہ بھلاوا دیکر دھوکے سے عربوں پر چھاپا ماریں لیکن وہ یہ نہ جانتے تھے کہ شرحبیل شب و روز اپنی فوج کو لئے ہوئے جنگ پر مستعد رہتا ہے یونانیوں نے اپنے خیال میں مغالطہ دیکر یکایک مسلمان لشکر پر حملہ کیا یہ پہلے ہی سے جنگ کے لئے مستعد تھے اس خوفناکی اور خونریزی و تندی سے دونوں لشکر جان توڑ کر لڑے کہ پہلے کبھی ایسی سخت جنگ نہ ہوئی تھی۔ شام تک یونانی اپنی جگہ سے نہ سرکے مگر شب کو خالد اور ضرار کی جانبازیوں اور خوفناک مقابلوں نے انہیں جگہ چھوڑنے اور فرار ہونے پر مجبور کیا۔

سلطنت مشرقی کا بہادر کپتان جنگجو ضرار کی تلوار کی نذر ہوا۔ فوج بالکل پراگندہ ہوکر بھاگی اکثر تو دلدل میں پھنسکر گرفتار ہوئے اور اکثر بچکر نکل گئے۔ اس جنگ نے گویا صدیوں تک شام کی قسمت کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں دیدیا۔ اس خونریز جنگ میں مسلمانوں کا اتنا نقصان نہیں ہوا لیکن مال غنیمت انہیں اسقدر ہاتھ لگا جسنے اور زیادہ فتوحات کا انہیں شوق دلایا اب کوئی دشمن ادھر اُدھر نہ رہا اسلئے شیر دل خالد کی فوج کی ملک شام میں زیادہ ضرورت نہ خیال کرکے حضرت عمر نے اس فوج کے عراق جانے کا حکم دیا کیونکہ حضرت ابوبکر نے اپنی زندگی میں فوج کو خصوصاً عراق روانہ کیا تھا اس خواہش کی ضرورت نکل جانے کے بعد اب حضرت عمر نے تکمیل فرمائی۔

اور اب اس فوج کا سرکردہ بجائے خالد کے ہاشم بن عتبہ مقرر ہوا۔ یہ چستی سے صحرائے بق و دق کو طے کرکے جنگ قادسیہ میں حصہ لینے کے لئے بڑھا۔ ابوعبیدہ خالد کے ساتھ حمص پر بڑھنے کی غرض سے دمشق واپس چلے گئے۔ عمرو بن العاص اور شرحبیل کو جردان کے صوبہ

کے لئے چھوڑا گیا کہ وہ بالکلیہ اسپر اپنا قبضہ کرلیں۔

شام کی حب الوطنی کی آگ پھر کبھی روشن نہ ہوئی اسلیئے کہ وہ سلطنت مشرقی کی تخیر کم ہمتی سے بجھ چکی تھی۔ بدوٴنکی قوم جو رومیوں کے ظلم وستم سے تنگ آگئی تھی۔ عربوں کی حکومت میں آنا انہیں نامبارک نہ معلوم ہوا۔ یہودی بھی خوشی خوشی اسلامی حکومت کو قبول کرتے جاتے تھے اور عیسائی تو سب سے زیادہ مسلمانوں کی حکومت کے شایق تھے وجہ یہ تھی کہ رومیوں کے مظالم سے انہیں جان اور مال سے تباہ کردیا تھا سالانہ انکے خوبصورت بچے پکڑے جاتے تھے اور وہ وہ سلوک کئے جاتے تھے جو انتہائے ظلم قرار دئے جا سکتے ہیں۔

غرض شہر پر شہر فتح ہوتا چلا گیا اور آخر مسلمانوں کی سلطنت تجردان سے صحرا کی مشرقی جانب پھیل گئی اور عمدگی سے اسکی حفاظت کردی گئی دمشق سے یزید نے اپنی حکومت تدمور تک پھیلادی اسکے بھائی معاویہ نے سیدن اور بیروت کو یوں ہی سی مخالفت کے بعد فتح کرکے اپنی فتوحات کی لین ڈوری کو طرابلس تک بڑھادیا

شام کا ملک دریائے فرات سے ساحل سمندر تک فتح ہوگیا تھا۔ اور تمام رعایا خوشی خوشی مسلمانوں کو خراج دینے لگی تھی۔

ہرقل کی حالت کا نقشہ مسلمان مورخوں نے افسوس سے کھینچا ہے۔ وہ حمص میں اسلیئے آیا تھا کہ کسی طرح مسلمانوں کو شکست دے اور جو فوجیں ادھر اُدھر روانہ کرے وہ اپنے شاہ کی پشت پناہی میں جان توڑ کر کام کریں مگر افسوس ہے اسکی یہ مراد بر نہ آئی اور حمص کو جہاں اسنے اپنا لشکر گاہ بنایا تھا ابوعبیدہ اور خالد کو سونپنا پڑا۔ ناچار بیچارہ یہاں سے بھاگ کر انطاکیہ میں مقیم ہوا مگر وہاں بھی خالد تلوار لئے ہوئے قضا کی طرح اسکے پیچھے پہنچا۔ اسکے بھائی تھیوڈرک نے بہتیرا جان توڑ کر مقابلہ کیا لیکن خالد کی تلوار کے آگے اُسکی تمام جانبازی نقش برآب ہوگئی اور

آخر ہرقل انطاکیہ چھوڑکر دوسرے شہر میں گیا وہاں بھی بلائے بے درماں کی طرح خالد نے اسکا پیچھا نہ چھوڑا پھر وہ تیسرے شہر میں جاکر پناہ گزین ہوا یہانتک کہ قسطنطنیہ میں جاکر اس نے پناہ لی۔ اب ہم ابوعبیدہ اور خالد کو شمال کی طرف انکے لشکروں کو تازہ دم کرنے کے لئے چھوڑتے ہیں اور پھر کچھ بیان عراق عرب کا کرتے ہیں۔

جنگ قادسیہ ہم نے مثنیٰ کو عظیم الشان جنگ بویب کے بعد کالدیا کے کناروں پر چھوڑ دیا تھا کہ اگر کسی قسم کا خطرہ پایا جائے تو اسکا تدارک کرے۔ لیکن اس بدقسمت زمین کی تقدیر میں اور ایک بڑی خونریز جنگ لکھی تھی۔ مدائن میں انتظامی صورت تغیر و تبدیل ہوگئی تھی۔ امرائے مدائن رستم کی کمزوری اور ملکہ کی کم طاقتی سے درہم ہوگئے تھے اور انہوں نے شور مچانا شروع کردیا تھا کہ سلطنت تباہ ہوئی جاتی ہے جبتک کہ کوئی حوصلہ مند شاہ تخت نشین نہوگا سلطنت کبھی نہ سنبھلے گی۔ اب یہ تحریک عام میں پھیل گئی اور ہر شخص اسبات کا خواہشمند معلوم ہوا کہ کوئی عالی ہمم شہزادہ تخت نشین کیا جائے۔ اخیر یزدجرد ملا جو خسرو کی ظالمانہ قتل سے کہیں چھپ چھپا کر بچ رہا تھا اس کی عمر پوری ۲۱ برس کی تھی بظاہر دل چلا اور اولوالعزم معلوم ہوتا تھا۔ سب کی صلاح سے یہی تخت پر بٹھایا گیا۔ نوجوان شاہ کے گرد بڑے خیرخواہانہ جوش سے امرائے سلطنت جمع ہوئے اور کسی قدر حب الوطنی کی آگ انکے دلوں میں پھر بھڑک اٹھی تھی۔ فوجیں جمع ہونے لگیں عراق عرب پر دوبارہ قبضہ کیا گیا اور حیرہ تک کل شہر عمدگی اور مضبوطی سے محفوظ ہوگئے۔

تمام ارکان سلطنت معہ نوجوان شاہ کے اپنی دیرینہ حشمت و دولت کی آگ دوبارہ روشن کرنا چاہتے تھے اور اپنے بزرگوں کی غفلت اور عیاشی کی مکافات اپنی سرگرمی سے ہوجانی تصور کرتے تھے۔ جب ایرانیوں نے اپنے ہاتھ پیر اس سختی سے کشادہ

کئے تو لوگوں نے مثنیٰ کی اطاعت سے سبکدوشی حاصل کرنی چاہی اور وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہوکر سلطنت مدائن کے سایۂ عاطفت میں آگئے۔ مثنیٰ نے جب دیکھا کہ معاملہ بگڑ چلا مجبوراً اسے پھر پسپا ہوکر فرات کے پیچھے قیام کرنا پڑا۔ ایرانی فوج روز بروز تعداد میں زیادہ ہوتی گئی اور جو لوگ مسلمانوں کی حکومت سے سبکدوش ہوئے تھے ایرانیوں کا ساتھ دینے میں اور بھی سرگرم دکھائی دیتے تھے یزدجرد کی تخت نشینی گو بظاہر سلطنت مدائن کے لئے نیک شگون معلوم ہوتی تھی مگر اصل ساسانی سلطنت حکومت اور ذرتشتی مذہب کا خاتمہ کرنے والی تھی مثنیٰ نے فوراً ایک نامہ حضرت عمر کی خدمت میں روانہ کیا جس میں ایرانیوں کے مظالم کا بھی ذکر تھا اس خط کو دیکھ کے حضرت عمر بہت خفا ہوئے۔

آپ نے اپنے اسی جوش میں یہ مستقل ارادہ کر لیا کہ میں بذات خود اس جنگ میں شریک ہونگا آپکے اس ارادہ کا غلغلہ تمام مدینہ اور نئی فوجوں میں ہوگیا ہر شخص اس ارادہ پر سرگوشی کرتا دکھائی دیتا تھا کہ خلیفہ بذات خود جنگ پر روانہ ہوتا ہے حضرت علی اور بہت سے صحابہ رسول اللہ آپکو سخت مانع آئے اور کہا آپ کا تشریف لیجانا کسی طرح قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا حضرت عمر نے بہتیرا چاہا کہ صحابہ اجازت دیدیں لیکن ایک بھی راضی نہ ہوا اور سب نے متفق الالفاظ یہ کہا "تیرے جانے سے اسے عمر ہم ہلاک ہوجائینگے۔ سب سے زیادہ حضرت علی اصرار کر رہے تھے کہ آپ ہرگز نہ جائیں اور اس ارادہ کو قطعاً موقوف کر دیجئے مجبوراً حضرت عمر نے اپنے ارادہ کو ملتوی کیا۔ پھر بھی اتنے سے قصد کرنیکا نئی فوج پر یہ اثر ہوا کہ ان میں اپنے خلیفہ کی اس سرگرمی سے اور بھی جوش پیدا ہوگیا۔

چار ہزار فوج یکلخت جمع ہوگئی اب بحث یہ ہوئی کہ اس فوج کی کمان کسے سپرد کیجائے یہ گفتگو ہی ہو رہی تھی کہ سعد بن ابی وقاص کا نامہ لیکر قاصد آیا اس میں یہ مذکور تھا کہ میں نے

اپنی قوم ہوازن میں سے ایک ہزار نیزہ والے آدمی جمع کرلئے ہیں۔ اس کا نام سنتے ہی جماعت نے پکارا بس یہی ایک شخص ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا "کون" انہوں نے جواب دیا صحرائی شیر سعد کو شیر کہا کرتے تھے۔ یہ امر طے پاگیا کہ سعد افسر فوج بنایا جائے حضرت عمر نے فوراً سعد کو طلب کیا یہ شخص بچپن میں مکہ میں مسلمان ہوا تھا اور وہیں اسنے پرورش پائی تھی نبی اکرم کی جنگوں میں اس نے تیراندازی میں بڑا نام پایا تھا۔ پستہ قد اور سیاہ فام تھا اسکی بہادری اور شجاعت کی دھاک تمام عرب میں بیٹھی ہی لیکن کسی قدر سخت گیری میں بھی مشہور تھا۔ حضرت عمر نے اسے اس امر کی اطلاع دی کہ تو سپاہ سالار افواج اسلامیہ کا بنایا گیا اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی فرمایا "خدا جوہروں اور نیک کاموں کو دیکھتا ہے اسکی نظر کسی کی پیدائش پر نہیں ہوتی کیونکہ اسکی نظر میں سب برابر ہیں"۔

فرمان دیکھتے ہی چار ہزار آدمیوں کو لیکر عراق روانہ ہوا۔ عربوں کے بال بچے بھی انکے قاعدہ سفر جنگ کے مطابق ساتھ تھے۔

جوں جوں فوج آتی گئی حضرت عمر سعد کے ساتھ شریک ہونے کے لئے روانہ فرماتے گئے حضرت عمر نے جہاں تک آپ سے ممکن ہوا فوج جمع کرنے میں جان لڑادی جتنے قبائل عرب تھے انکے پاس خط دوڑادئے نہ کوئی شاعر بچا اور نہ کوئی سردار نہ شیخ قبیلہ نہ فصیح غرض جس کے پاس ہتیار اور گھوڑا ہوا اسکو طلب کرلیا۔ ہوتے ہوتے بیس ہزار فوج جمع ہوگئی جسکی کمان سعد کر رہا تھا وہ فوج جو شام سے آرہی تھی جب سعد کی فوجوں سے عراق میں ملی تو ان کی مشتملہ تعداد بیس سے تیس ہزار ہوگئی۔ سعد یہ فوج لیکر مثنیٰ کی طرف بڑھا۔ اس سے بیسیوں درجہ زیادہ فوج کا لدیا کے میدان میں ایرانیوں کی جمع تھی جو اپنے پرجوش دشمن کا انتظار کر رہی تھی۔

جب سعد حیرا سے پندرہ یا بیس میل جنوب جانب رہگیا تو اس نے مثنیٰ کے انتقال کی خبر کو نہایت حسرت سے سنا۔ جو اس مرحوم کا بھائی معہ ایک وصیت نامہ کے لایا تھا۔ سعد آنکھوں میں آنسو بھر لایا اسکے بھائی کی تشفی کی اور اس وصیت نامہ کو پڑھا جسمیں یہ قیمتی فقرہ لکھا تھا جو اسکے دم واپسیں کے ساتھ اسکی زبان سے نکلا تھا "عربوں کو حدود صحرا پر جنگ کرنا مناسب ہوگا وہاں سے وہ دشمن کو بھگا دینگے اور پھر فتحمند ہونگے اگر شکست بھی کھائی تو ویران صحرا انکی پناہ کے لئے بہت موزوں ہے وہاں ایرانی کبھی نہیں جا سکتے اور پھر عرب تازہ دم ہو کر وہیں سے حملہ کر سکتے ہیں" جوں ہی سعد نے یہ وصیت نامہ پڑھا جنرل اعظم مثنیٰ کی اس یادگاری پر رحمت بھیجی۔ اس کے بے وارث خاندان کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور عربوں کے قاعدہ کے مطابق اس کے بیوہ سلمیٰ نامی سے آپ نکاح کر لیا نئی طرح سے سعد نے فوج کو ترتیب دیا۔ ہر کمپنی دس آدمیوں کی مقرر کی اور اس پر ایک افسر نامزد کیا جو لوگ کہ بڑے جنگجو تھے انکو جھنڈا دیکر آگے کیا الگ الگ قوموں کے جدا جدا دستے بنا لئے اور اسی ترتیب سے انہیں میدان جنگ میں لایا۔ چند محکمے اسلئے بھی مقرر کئے کہ اگر عین جنگ میں فوج کو کسی قسم کی ضرورت پڑے تو ان محکموں کے ذریعہ سے وہ ضرورت رفع ہو جائے خاص خاص کمانیں اُن آزمودہ کار سپاہیوں کو دی گئی تھیں کہ جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک اور مقدس جھنڈے کے نیچے مشرکین عرب سے سینہ سپر ہو چکے تھے ان مبارک انفاس میں ۹۹ خاص وہ بزرگ تھے جو جنگ بدر میں شامل تھے اور ۱۴۰۰ وہ صحابہ تھے جنہوں نے نبی اکرم کا مختلف جنگوں میں ساتھ دیا تھا۔ سعد نے مثنیٰ کی قیمتی وصیت پر عمل کیا۔ اور آہستہ آہستہ اس دشت خونخوار کے کناروں کی طرف بڑھا۔ وہاں کچھ عورتوں اور بچوں کو چھوڑا اور انکی نگہبانی کے لئے ایک رسالہ مقرر کر دیا اور قادسیہ کی طرف باگیں اُٹھائیں یہ وہ میدان ہے جس کی

تقدیر میں زرتشتی اور محمدی مذہب کا عظیم الشان فیصلہ کرنا لکھا تھا جو فارس کی قسمت کی ڈانوا ڈول کشتی کو اسلامی مصفا سمندر کے کنارہ لگانے والا تھا کچھ فوج تو دریائے فرات کے مغربی کنارہ پر ڈالدی اور ایک مضبوط لشکر قادسیہ کے میدان میں لاجمایا۔ یہاں سعد نہایت صبر سے حریف کی فوجوں کی شوکت اور جنبش کو دیکھتا رہا۔ اس نے حضرت عمر کی ہدایت کے بموجب یہ مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ پہلے آگے بڑھکر حملہ آور نہ ہونگا اور جبتک حریف خود نہ بڑھے گا جنگ نہ کرونگا۔

رستم جو یزدگرد کی طرف سے سپاہ سالار ہوکر آیا تھا اسی ترتیب سے اسنے بھی چال چلنی چاہی اسی اثنا میں عربوں نے براہ دریا عراق عرب پر چھاپہ مارا اور امرا کے ایک محل پر حملہ کرکے اسکی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ایک برات کو حیرا کے پاس گرفتار کرلیا۔ دلہن جو عامل یا صوبہ دار کی لڑکی تھی معہ براتی جاہ وحشم کے اسلامی لشکرگاہ میں پہنچادی گئی موسم بہار گزر گیا اور خوب گرمی پڑنے لگی۔ تمام مویشی چراگاہوں سے ہکادئے گئے اور اکثر بار مسلمانوں کی خوراک مہیا کرنے اور اپنے حریفوں کو سزا دینے کے لئے تاخت کی گئی۔ ادھر اُدھر کے گاؤں کو لوٹ لیا اور اپنے لشکر کے لئے خوب سامان رسد مہیا کرلیا۔

سعد کی اس تاخت وتاراج سے دو حکمتیں تھیں پہلی حکمت تو یہ تھی کہ اپنی فوج کیلئے بخوبی رسد کا سامان جمع ہوجائے گا دوسری حکمت یہ تھی کہ جب یہ زمیندار تنگ ہوکر شاہ ایران سے فریادی ہوں گے تو مجبوراً رستم کو ہم پر حملہ کرنے کا جوش پیدا ہوگا۔

چنانچہ یہی ہوا کہ زمینداروں نے واویلہ وشور مچایا اور یزدجرد کے پاس جاکر کہا اگر آپ ہماری پشتی نہیں لیتے تو ہم مسلمانوں کی حفاظت میں چلے جاتے ہیں۔ جب یہ شور مچا تو یزدجرد کی بچین طبیعت اور بھی پریشان ہوئی اور اس نے باصرار رستم کو آگے بڑھنے کا حکم کیا۔

اسی عرصہ میں حضرت عمر اور سعد کی خط و کتابت ہوتی رہی حضرت عمر نے سعد سے قادسیہ کی جغرافیائی کیفیت دریافت کی اس نے لکھدیا کہ قادسیہ ایک خندق سیر نامی اور دریا کے مابین واقع ہی اسکے سامنے ایک گہری آبجو ہی۔ جو بائیں جانب چکر کھاتی ہوئی ایک شاداب اور سرسبز وادی میں ہوکر شہر حیرا کے نیچے تک چلی گئی ہی۔ ایک نہر اسی راستہ سے جھیل نجیف میں چلی جاتی ہی اسکے کناروں پر ایک محل خواورنامی بنا ہوا ہی۔ اسکی داہنی جانب غیر قابل گزر دلدل سے محفوظ ہی اور اسکی پشت پر صحرا واقع ہوا ہی۔ جب یہ رپورٹ حضرت عمر کو پہنچی آپ مطمئن ہوئے لیکن آپکی یہ رائے ہوئی کہ پہلے یزدجرد کو دعوت اسلام کی جائے۔ بیس جنگجو بہادر آدمیوں کو اس پیغام لیجانے کے لئے منتخب کیا جن میں سے نعمان بن مقرن المزنی و بشر ابن ابی حازم حرملہ بن صفوان۔ حنظلہ بن الربیع۔ عدی بن سہل۔ مغیرۃ بن سقیۃ۔ عطارد بن حاجب سبت الکعدی۔ معن بن الحارث الشیبانی بڑے مشہور لڑاکو اور دلیر تھے اور انہیں کئی کئی زبانیں بھی آتی تھیں۔ یہ دلیر سفیر صحرا سے لق و دق کو طے کرکے مدائن میں پہنچے۔ شان و شوکت ملاحظہ کی۔ ایک قوی ہیکل گارڈ سے قلعہ کو محفوظ پایا۔ اسکے بیل شکل گھوڑے سب ایک ہی رنگ کے تھے زنار کی صورت میں سونیکی موٹی موٹی زنجیریں ان کی کمر میں پڑی ہوئی تھیں۔ زرہ بکتر اور خود فولادی نے انکی صورتوں کو خواہ مخواہ پرخوف بنا دیا تھا مگر ان صحرائی اسلامی بہادروں نے انکی اس پرشان ہیبت کو بھی نہ جانچا اور حقارت کی نظروں سے انہیں دیکھتے رہے۔ یزدجرد کو اس سفارت کی اطلاع کردی گئی تھی۔ کچھ دیر باہر کے درجہ میں اسکا انتظار کرنا پڑا۔ پھر یزدجرد نے انہیں اپنے سامنے بلایا۔ محل کی دولتمندانہ اور شاہانہ صورت دیکھکر عرب دنگ رہگئے لاکھوں روپیہ کے جواہر جڑے ہوئے اور ہزاروں من سونیکا کام تمام در و دیوار پر جگمگ کر رہا تھا۔ یزدجرد نے اپنے وزیر کے ذریعہ سے انکے آنے کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے دعوت اسلام

کی اور آزادانہ یہ تقریر کی "ہم ظلمت کفر میں صدیوں سے گرفتار تھے نیکی اور بدی کی شناخت نہ رہی تھی تمام انسانی اخلاق اور روحانی برکتیں زایل ہوگئی تھیں جب ہماری نوبت حد سے زیادہ بری ہوئی تو خدا نے ہم ہی میں سے برگزیدہ نبی مبعوث کیا اس نے تمام روحانی برکتوں اور انسانی فضایل سے ہمیں حصہ دیا کفر کی ظلمت سے نکال ایمان کے روشن میدان میں لے آیا۔ اب اسکی وفات ہوگئی ہے اسکی جگہ اسوقت عمر خلیفہ ہیں جو اسکے احکام کی تعمیل کرتے ہیں ہم میں سے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے نبی کی ہدایت کے بموجب سب کی دعوت اسلام کرے اگر اس نے اسلام قبول کرلیا تو وہ ہمارا بھائی ہے اور نہیں اسے اختیار ہے تو مسلمان ہوجا تو پھر ہم میں سے تو بھی شمار کیا جائے گا اور اگر تو مسلمان نہیں ہونا چاہتا تو جزیہ دینا قبول کرتا کہ ہم تجھے اپنی حفاظت میں لیلیں اگر اس سے بھی تو نے انکار کیا تو سمجھ لیجو تیری سلطنت کے دن قریب آن لگے ہیں" بیس آدمیوں نے یکے بعد دیگرے اسی مضمون کو بڑی دلیری اور بیباکی سے ادا کیا۔ نوجوان شاہ نے اس سیدھی سادی مودب گفتگو کا جواب نہایت بے ادبی اور گستاخی سے دیا۔ وہ جواب یہ تھا "تم محض ناچیز ہو۔ ایک غیر مزروعہ زمین کے خانہ بدوش ہو تمام عمر تمہاری صحرا در صحرا پھرتے ہوئے گزر گئی اس حالت میں تم تاج کیانی کی آرزو کرتے ہو تمہیں اب معلوم ہوجائیگا کہ یہ خبط تمہیں کسدرجہ تباہ و برباد کرتا ہے" یہ سنکر انہوں نے جواب دیا "اے شاہ تو سچ کہتا ہے ہم بیشک غریب اور بھوکے ہیں خدا ہمیں دولتمند اور مطمئن بنادے گا۔ پھر اگر تو نے تلوار کو پسند کیا ہے یہی ہمارا تیرا فیصلہ عمدگی سے کردیگی" یہ سنتے ہی نوجوان شاہ کے تن بدن میں آگ لگ گئیں۔ اور وہ یہ کہنے لگا "تم اگر ایلچی نہوتے تو سبکو قتل کرڈالتا تم میں سے ایک بھی زندہ بچکر نہ جاتا۔ پھر اپنے ارکان دولت کی طرف مخاطب ہوکر کہا انہیں ایک ڈھیلا مٹی کا دو اور شہر کے دروازہ کے باہر نکال دو۔ چنانچہ فوراً ایک ڈھیلا منگایا گیا اور کہا اسکو

اُٹھا کر لے جاؤ یہی تمہارے قابل ہے۔ عاصم نے اس ڈھیلے کو اُٹھا لیا اور شہر کے باہر معہ اپنے ساتھیوں کے چلا۔ اتنے میں رستم دربار میں حاضر ہوا بادشاہ نے اس سے یہ کیفیت بیان کی کہ میں نے اسے ذلیل کرنے کے لئے یہ کارروائی کی۔ اس نے ٹھنڈا سانس بھر کر جواب دیا تو نے انہیں ذلیل نہیں کیا تو خود ذلیل ہو گیا" پھر اس نے سوار دوڑائے کہ عربوں سے جا کر اس ڈھیلے کو چھین لائیں۔ عرب کبھی کے اپنے منزل مقصود پر پہنچ چکے تھے عاصم نے اس ڈھیلے کو سعد کے آگے رکھکر کہا "اے سعد خوش ہو کہ خدا نے تجھے زمین ایران بخشی"۔ پھر بڑی سخت جنگ کے بعد ایران فتح ہو گیا اور قریب قریب تمام ایرانی زمین پر قابض ہو گئے۔

عظیم فتوحات کے بعد ۶۳۳ء مطابق ۱۴ھ میں بصرہ کی بنیاد پڑی اور پھر حضرت عمر نے حکم دیا کہ کوفہ آباد کیا جائے اور آپ نے یہ بھی حکم بھیجدیا کہ چاہے کوئی مدائن میں رہے یا کوفہ میں آکر قیام پذیر ہو۔ کوفہ کا موسم عربوں کو پسندیدہ معلوم ہوا وہ غول کے غول وہاں جا کر آباد ہونے لگے پہلے یہاں مکانات سرکنڈے کے بنائے گئے جیسے بصرہ میں بنے تھے مگر شب دروز کی آتشزنی نے شہریوں کو بولا دیا پھر حضرت عمر نے حکم دیا کہ بصرہ اور کوفہ دونوں میں اینٹوں کے پختہ مکانات بنائے جائیں حکم ہوتے ہی بڑے بڑے مکان تیار ہو گئے۔ لاکھوں روپیہ کے تجارتی سامان سے شہروں کو رونق ہو گئی اور کوفہ ایک بارونق اور دلچسپ جگہ رہنے کی ہو گئی مرکز شہر میں ایک مسجد بنائی گئی جس کے ستون سنگ مرمر کے تھے جو حیرا سے لائے گئے تھے سعد نے بھی اپنے لئے ایک بہت بڑا محل تیار کرایا اور اسکا ایک وسیع احاطہ گھیر کر ایک بہت بڑا دروازہ بنایا تاکہ کوئی بازار میں پھرتا ہوا انجان آدمی بغیر پوچھے گچھے مکان میں چلا آئے جب حضرت عمر نے اس دروازہ کی کیفیت سنی تو آپ کو سخت رنج ہوا آپنے فوراً سعد سے کہلا بھیجا کہ اس دروازہ کو گرا دے اور بھائیوں کو اپنے پاس آنے سے منع نکر حضرت عمر نے یہ لکھکے بھیجا

اِس امر کی مجھے اطلاع گزری ہی کہ تونے اپنے لئے ایک محل بنوا کر تیار کرایا ہی اور لوگ اسے حصار سعد کہتے ہیں اور تونے اسکا بہت بڑا دروازہ بنایا ہی۔ یہ تیرا حصار نہیں ہی غالباً یہ حصار تباہی و بربادی کا ہی خزانہ کے لئے اِسکی کیا ضرورت ہی جبکہ تو خود اسکی حفاظت کر سکتا ہی اور اسے مقفل کر سکتا ہی لیکن یہ دروازہ جسنے آدمیوں کو تیرے پاس آنے اور اپنی عرض معروض کرنے سے بند کر دیا ہی تو ضرور اسکو گرا دے۔" یہ نامہ خلیفہ کا دیکھتے ہی سعد نے تعمیل حکم کی مگر اس نے از روئے ایمان یہ تحریر کیا جس غرض سے میں نے دروازہ بنایا تھا اسکے خلاف حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا میری ہرگز یہ رائے نہ تھی کہ لوگ میرے پاس التجا لیکر نہ آئیں حضرت نے اسکے عذر کو قبول فرمالیا۔

اِس قطع کا انتظام کرنا یہ دوسرا مقصد تھا اس بار آور صحرا کو عرب انعام جنگ کہتے ہیں حضرت عمر نے اِن کاشتکاروں کو جو ہنگامہ عراق میں پریشان اپنی زمینیں چھوڑ چھوڑ کر اِدھر اُدھر بھاگ گئے تھے یہ اعلان دیا کہ وہ بدستور یہاں آکر آباد ہوں اپنے اپنے ملکوں پر قبضہ کریں اور ہلکا سا خراج زمین اپنے محافظین کو ادا کرتے رہیں مگر اِن شہزادوں اور امرا کی ملکیں جنہوں نے مسلمانوں سے جنگ کی تھی اور اِن کے تمام آتشکدے یا وہ ملکیں جو شاہی تھیں سب حضرت عمر کے حکم سے ضبط کر لی گئیں۔ تمام ضرورتیں جن سے عامہ خلائق کی بہبودی اور آسایش متصور ہو سکتی تھی خلیفہ کے حکم سے پوری کی گئیں۔ مثلاً جا بجا سڑکوں کا بننا۔ نہروں کا دریاؤں سے کاٹکر لانا اور کھیتوں میں چھوڑنا۔ ڈاکخانہ کا انتظام۔ لنگر خانوں کا جاری ہونا یہ ساری باتیں بطرز احسن عمل میں آئیں۔ پھر حضرت عمر نے یہ حکم دیدیا کہ عرب مستقل طور پر سوائے میدان جنگ کے کہیں جمکر نہ رہیں اور نہ کاشتکاری یا زراعت کریں کیونکہ اس سے انکی جنگی قوت میں فرق آجائے گا جتنی کہ زمینیں سپاہیوں کے حصہ میں آئی تھیں انہیں چھوڑنی پڑیں اور اِن پردیسی کاشتکاروں

کا قبضہ ہوگیا۔ جو لوگ ان زمینوں کے ملاک تھے اِنکو وہ زمینیں سونپ دی گئیں اِدھر محصول کی کثرت اور اِدھر آبادی کی بہتایت اور پھر عربوں کی جنگی قوت کی سلامتی نے شام کی حدود سے ایران کی پہاڑی سلسلوں تک تمام باشندوں کو مالامال بنا دیا۔ تمام ملک مفتوحہ اِسی کے کاشتکاروں کو بالکلیہ سونپ دیا گیا اور اِنکو محفوظ رعیت قرار دیدیا گیا انکا نام ذمی مشہور ہوا جس کے لئے یہ حکم ہے کہ ذمی کا خون مومن کے برابر ہے۔

وہ ضبطی کی زمینیں جو تاج کی مقبوضہ سمجھنی چاہییں اِن کے اِنتظام کے لئے تاج کی طرف سے ایجنٹ مقرر ہوئے مگر یہ ایجنٹ بھی زیادہ تر وہی اصلی کاشتکار ہوتے تھے جو قدیم سے اس ملک کے رہنے والے تھے اور جو کچھ محصول آتا تھا وہ عامۂ خلایق کے منافع میں خرچ کردیا جاتا تھا۔ کوفہ کی مملکت کا حاصل بصرہ سے کہیں زیادہ تھا۔ کوفہ کے بنیاد پڑنے کے چند روز کے بعد بصریوں نے اپنے وکلا حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں روانہ کئے اور التجا کی کہ ہمارے اوقات بڑھادئے جائیں اور آمدنیاں ہماری ذمہ داریوں سے زیادہ مناسب کی جائیں۔ اِن وکلا میں سے ایک شخص نے عرض کیا۔ اے امیرالمومنین کوفہ ایک تروتازہ باغ ہے کہ جو موسم میں کھجوروں کی فصل بہتات سے دیتا ہے اسکے مقابل میں ہماری زمین شور ہے یہ ایک طرف سے تو صحرا کے کنارے پہنچے جس وقت کوئی طوفان آتا ہے تو دریا کا شور پانی اسکی شور زمین کو اور رہا سہا تباہ اور برباد کردیتا ہے اب آپ کوفہ سے مقابلہ فرمائیں ہمارے ہاں غریب کثرت سے ہیں اور امیر بہت کم ہیں۔ اپنی جود و کرم سے ہمیں حصہ بخشاوے۔

آن چشم دارم از نظر بندہ پرورت کز عین التفات بریں بصرہ بنگری

حضرت عمر نے جب انکی عرضداشت پر غور فرمایا تو نہایت فیاضی سے تاج کی زمینوں میں سے ان کے اوقات اِن کی مرضی کے موافق زیادہ کردیئے بعد ازاں جو کچھ بصرہ کو ترقی

ہوئی وہ کوفہ سے کم درجہ پر تھی۔ اگر ہم بصرہ اور کوفہ کی بے نظیر قسمتوں پر ایک نظر ڈالیں گے تو ہمیں بخوبی کھلجائے گا کہ یہ دونوں شہر بہت جلدی کیسے آباد ہوئے۔ تمام اطراف سے لوگ آ آکر آباد ہوگئے تھے تجارت کی گرم بازاری جابجا مدارس کا جاری ہونا اور علم کا چرچہ۔ فوجوں کی آمد و رفت نے کچھ زمانہ تک خصوصاً کوفہ کو بڑا خوشنما شہر بنائے رکھا حضرت علی نے اپنا دارالخلافہ علاوہ اور سیاسی اسباب کے کوفہ کو اسلئے بھی بنایا تھا کہ اسکی تروتازگی اور سرسبزی روح کو تازہ رکھتی ہے یہاں کی آب و ہوا صحت بخش تھی شجرش عرعر و حجرش مرمر کا حکم رکھتے تھے مگر اسکی بہبودی اور تروتازگی کو حضرت عمر جیسے قوی اور مضبوط بازو سہارا دئے ہوئے تھے مگر جب آپکی وفات ہوگئی اور یہ کمزور ہاتھوں میں پڑا بس پھر جو کچھ اسکی تقدیر ہونی تھی وہ آنکھوں کے آگے آگئی۔

شمالی شام کی مہم شامی جنگی سلسلہ تازہ کرنے کے لئے ہمیں ذرا پیچھے ۱۵ھ ۶۳۶ء جردان کے کناروں کی عظیم الشان فتح کی طرف ہٹنا چاہئے ۱۸ھ کے اختتام پر ابوعبیدہ نے عمرو بن العاص کو حکم دیا کہ وہ بیت المقدس میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے سلسلہ جنبانی کرے۔ یزید بن ابی سفیان گورنر دمشق اپنی باقیماندہ فوج لیکر حمص کی شمالی جانب بڑھا۔ جہاں شہنشاہ بیٹھا ہوا اپنی حریف کی حرکت کو دیکھ رہا تھا۔ راہ میں یزید کی فوج کا تھیوڈرک برادر ہرقل سدراہ ہوا اور اس نے چاہا کہ دمشق پر حملہ کرکے اسکو چھین لے مگر خالد کی فوج نے اسکی بڑھتی ہوئی سپاہ کو شکست دیکے بھگا دیا اس سے فارغ ہوکر عربوں نے بعلبک کا رخ کیا تھا۔

ابوعبیدہ سیدھا حمص کی طرف بڑھا چلا گیا تھا۔ ہرقل تھیوڈرک کی شکست پر ایڈیسا بھاگ کر چلدیا تھا جہاں اس نے بدؤں کو مسلمانوں سے بھڑکا کر آمادہ جنگ کردیا۔ مگر ان بدؤں کی کچھ دال نہ گلی اور سعد نے انکو تباہ کردیا پھر ابوعبیدہ نے حمص کا محاصرہ کرلیا۔ لیکن ایسی دقت ہوئی کہ حمص کے فتح ہونیکی امید جاتی رہی اور عربوں نے ارادہ کرلیا کہ یہاں سے پھر کر چلے جاویں اس لئے

کہ جاڑے کی سختی ناقابل برداشت تھی۔ یکایک اسی اثنا میں اسی طرح خطرناک دلیری سے حملہ کیا گیا جیسا دمشق پر کیا گیا تھا اور آخر رعایتوں سے نصف نصف ملک پر صلح ہوگئی۔ حضرت عمرؓ نے ابوعبیدہ کو حکم دیدیا تھا کہ تو برابر اپنی فوج کی رفتار کو جاری رکھیو اور آگے بڑھتا چلا جائیو تاکہ تو کناروں کی قومی قوموں کو حاصل کرکے اپنے لشکر کو قوی بنا سکے۔

حمص میں کچھ فوج چھوڑ کر ابوعبیدہ شمال کی جانب روانہ ہوگیا تھا چھوٹے چھوٹے شہر برابر مطیع ہوتے چلے جاتے تھے۔ ہاں لیوڈیسیا نے بہت سختی سے مقابلہ کیا اور عربوں کو ناک چنے چبوادئے مگر عربوں کے جوش نے دھاوا کرکے اسکو بھی فتح کرلیا اور اسکی تمام بہادر فوجوں کو کاٹ ڈالا۔ ہنوز شمال کی طرف بڑھتے چلے جاتے تھے۔ خالد نے قرقیسیا کے پاس یونانیوں کی ایک بڑی جمعیت کو شکست دی اور آگے بڑھکر ایلیپو کو بڑی خونریز جنگ کے بعد فتح کرلیا جب یہاں سے فراغت پائی تو ابوعبیدہ انطاکیہ میں پھرا۔ یہاں شکستہ سلطنت کی فوجیں جمع ہونے لگی تھیں اور اُنہوں نے مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ مسلمانوں کو حکومت شام کی سرداری سے بالکل سبکدوش کردینا چاہیئے۔ ہرقل نے یہاں فوج جمع کرنے میں جان لڑادی اور اسکو خوفناک مضبوطی سے آراستہ کیا۔ لیکن ہرقل کی ساری کوششیں محض بیکار گئیں۔ انطاکیہ کی دیواروں کے نیچے ایک عظیم الشان اور خونریز جنگ کے بعد ہرقل کی فوج کو پسپا ہونا پڑا اور مسلمان فتحمندانہ جھنڈا اُڑاتے ہوئے قلعہ میں داخل ہوئے یہ مختصر بیان ہے جسمیں نہ صرف شمالی شام کی قسمت کی کیفیت درج ہے بلکہ دمشق سے ایشیائے کوچک کے پہاڑی سلسلہ کا حال بھی بیان ہوا ہے۔

مشرقی طرف یونانیوں نے آخری مگر کمزور کوشش دوبارہ اپنا ملک حاصل کرنیکے لئے کی وہ دوبارہ سخت بیعزتی اور مایوسی کی حالت میں پسپا کردئے گئے۔ ان کا رہنما قتل ہوگیا اور انکی بڑی تعداد قیدی بنائی گئی۔ سلطنت کے لشکر کے جسم میں رعشہ پیدا ہوگیا تھا اور شام بآسانی فتح

سمندر کے کناروں تک مسلمانوں کا بیڑا رہ گیا تھا۔ ان حدود کی تمام قومیں مطیع کرلی گئی تھیں اور ان کو اس کام پر مقرر کر دیا تھا کہ مفتوحین کی تیاری یا حرکت کی کل خبریں مسلمانوں کو پہنچاتی رہیں اب بدو بھی مسلمان ہونے شروع ہو گئے تھے۔

ہر قلعہ اور ہر گھاٹی میں محصور ہو کر ہرقل نے جان توڑ توڑ کر جنگ کی اور قدم قدم پر اپنی فوج کو نثار کیا مگر سب کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں بہتر ہوتا گیا جب وہ مجبور ہو کر قسطنطنیہ بھاگا ہی تو جاتے وقت اس نے بیت المقدس کو مخاطب بنا کر یہ کلمے کہے "اے پاک زمین اور اے مقدس معبد میں تجھ سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوتا ہوں۔ کیا پھر بھی میں تیری مبارک چوکھٹ میں کھڑا ہو کر تیری طرف سجدہ کروں گا!!"

فتح فلسطین ۱۵ھ ۶۳۶ء عرب جغرافیہ دانوں کے مطابق فلسطین وہ قطعہ ہی جو بحر لوط کے مغرب میں واقع ہی۔ اسکی شمالی حدود ایک خط ہی جو سمندر سے کارمیل پہاڑی تک کھینچا چلا گیا ہے۔ اس کے شمال میں پھر جس ملک کو دریا سے سیرابی حاصل ہوتی ہے اسکو ملک فردان کہتے ہیں۔ پہلے عربوں نے حارن کی طرف یورش کی تھی جو شام کے شمال اور جردان کے مشرق میں واقع ہی۔ عرب سے نکل کر ان کا شمالی رستہ شاہراہ دمشق تھی جہاں سے موجودہ زمانہ میں حاجی آتے جاتے ہیں جو بحر لوط کے مشرق کی طرف واقع ہی۔ شام میں مسلمانوں نے جابیہ پر ہو کر جنگ کی۔ جابیہ سے بڑے بڑے زبردست لشکر دمشق کے شمال۔ مغرب کی طرف جردان اور فلسطین پر روانہ ہو سکتے تھے۔ محاصرہ دمشق اور جنگ مخل کے بعد فوراً جردان کا ایک بہت بڑا صوبہ عمرو بن العاص کی فوجوں کا شکار ہو گیا۔ قیصر کی حکومت فلسطین ہی میں متزلزل نہو گئی تھی بلکہ مصر میں بھی اسکی بنیادیں ہل گئی تھیں فلسطین اور اسکے پاس کے دو مقام اس عظیم الشان لشکروں سے مضبوط ہو رہے تھے۔ بظاہر یہ امید نہ کی جاتی تھی کہ مسلمان اسے بہت جلد فتح کر لینگے۔ عیسائی سمجھتے تھے کہ مسیحی دین کی عزت

اور بقا صرف فلسطین کے قائم رہنے پر منحصر ہی اسلئے عیسائیوں کی کل قومیں فلسطین میں جمع ہوئیں بطریق ارطفون فلسطین کی کمان کرتا تھا جس نے خاص ایک حصہ لشکر سے بیت المقدس کی سختی سے محافظت کی اور باقیماندہ فوج سے اجنادین پر مقیم ہوا تاکہ مسلمان حملہ آور دونکو روکے۔ اس چالاک شخص نے یہ چال چلی کہ عمرو بن العاص کو تنہا کچھ گفتگو کرنیکے لئے بلایا اور کمینگاہ میں چند آدمی چھپا دئے جو راستہ ہی میں اسکا فیصلہ کردیں مگر یہ تدبیر کچھ کارگر نہ ہوئی اور اجنادین کے میدان میں ایک خونخوار جنگ ہوئی جسنے فی الحال فلسطین کی قسمت کا فیصلہ کردیا۔ سخت خونریزی کے بعد ارطفون واپس بیت المقدس بھاگا پہلے عمرو بن العاص نے چھوٹے چھوٹے شہر فتح کر لئے اور اب صرف رملہ اور بیت المقدس رہ گیا۔ بیت المقدس کی طرف آخر عمرو بن العاص نے قدم بڑھایا ارطفون میں اتنا بھی دم نہ رہا تھا کہ وہ وہاں مقابلہ کرتا بیت المقدس کو چھوڑ کر مصر چلا گیا۔ بطریق نے صلح کی درخواست کی لیکن قید یہ لگائی کہ خود امیر المومنین حضرت عمر تشریف لائیں تو انکے ساتھ معاہدہ ہو۔ حضرت عمر کو اسکی بابت لکھا گیا گو آپکے مشیروں کی رائے نہ تھی لیکن پھر بھی مدینہ سے جابیہ کی طرف روانہ ہوئے یہ ایک یادگار دن ہی کیونکہ یہ پہلا ہی وقت تھا کہ خلیفہ نے حدود عرب سے قدم باہر نکالا۔ ابوعبید۔ خالد بن ولید۔ یزید بن ابی سفیان مشرق سے حضرت عمر کے استقبال کیلئے دوڑے سواروں کا ایک پرا وردیوں سے سجکر اعلےٰ درجہ کے گھوڑوں پر سوار ہوکر حدود عرب تک شام سے اپنے امیر کی پیشوائی کیلئے روانہ ہوا انکے زریں تاج اور جواہر نگار کلغیاں۔ سونے اور چاندی کی موٹی موٹی زنجیریں انکے گلوں میں پڑی ہوئیں ہر قسم کے جواہرات سے انکی وردیاں جھم جھم کر رہی تھیں جوں ہی حضرت عمر نے انکی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تو آپکو اپنی فوج کا زرین لباس برا لگا آپ نے جھنجلا کر فرمایا۔

"دور ہو میرے پاس سے تمنے دو ہی برس میں اپنی پوشاک بدل لی اسی لباس نے کسرےٰ اور قیصر کو

برباد کردیا اگر دو سو برس میں تمہارے لباس میں اتنا تغیر آجاتا جب بھی ایک بات تھی اُنہوں نے اپنے زرین جواہر نگار کوٹوں کے بٹن کھولکر دکھائے اور عرض کیا اے امیر المومنین ہمنوز وہ ہی ہمارے قدیمی ہتھیار ہمارے زیب تن ہیں۔ یہ دیکھکر حضرت عمر کو کسی قدر اطمینان تو ہوگیا تاہم آپ ناخوش رہے اور اِن کے یہ زریں لباس پسند نہ کئے حضرت جابیہ میں مقیم ہوئے کہ اتنے میں ایک سفارت بطریق کے پاس سے آئی جو شروط کہ بطریق نے کی تھیں منظور کرلی گئیں شہادتیں ہوگئیں اور حضرت عمر کی مُہر ثبت کی گئی۔ سفارت کو وہ عہدنامہ دیدیا گیا وہ اپنے مالک کے پاس لیکر چلی گئی۔ بعدازاں بیت المقدس اور رملہ کا دروازہ حملہ آوروں کے لئے کھلگیا عمرو بن العاص اپنی فوج لیکر جابیہ میں جہاں حضرت عمر مقیم تھے حاضر ہوا حضرت عمر کو دیکھتے ہی وہ دُور سے اُتر آئے اور اُنہوں نے امیر المومنین کی رکاب کو بوسہ دیا۔ حضرت عمر بھی گھوڑے پر سے اُترے اور عمرو بن العاص کو بہت محبت سے گلے لگایا اور جنرلوں کو اِن کی کمان کی جگہ پر رخصت کرکے حضرت عمر عمرو بن العاص کو ہمراہ لیکر بیت المقدس کیطرف بڑھے عمرو بن العاص نے حضرت عمر کی خدمت میں ایک یابو سواری کے لئے حاضر کیا اِسکے گلے میں گھنگروؤں کی ہیکل پڑی ہوئی تھی اور جسوقت وہ چلتا تھا تو وہ چھن چھن کرنے لگتی تھی۔ یہ شام کے طریقہ پر مٹکر اور ناچ کر چلتا تھا (جیسا آجکل مہاجنوں کے گھوڑے گتیں پھرتے چلتے ہیں) حضرت عمر چند قدم تک اسپر سوار گئے لیکن بعدازاں اُتر آئے اور عمرو بن العاص سے دریافت فرمایا کہ اس قسم کی چال گھوڑے کو کیوں سکھائی جاتی ہے۔ عمرو بن العاص نے عرض کیا اے امیر المومنین مجھے اسکی خبر نہیں کہ گھوڑوں کو شام میں ایسی چال کیوں سکھائی جاتی ہے آپ اِس یابو پر سے اُتر آئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوگئے۔

جب حضرت عمر بیت المقدس میں تو آپنے بطریق اور رہنندگان شہر پر نہایت مہربانی فرمائی

آپ نے انہیں اجازت دیدی کہ وہ خفیف سا محصول ادا کریں اور انکی تمام عبادتگاہیں اور گرجے آزاد چھوڑ دئے گئے سب پر ان ہی کا قبضہ رہا اور انہیں اسبات کی آزادی دیدیگئی کہ جس طرح پہلے اپنی عبادت اور تلقین دین کرتے تھے اسیطرح اب بھی کریں۔ ملکی اور مذہبی حقوق انکے اسیطرح برقرار رکھے گئے بیت المقدس صرف یہودیوں اور عیسائیوں کا معبد نتھا بلکہ مسلمانوں کا بھی اسیطرح معبد تھا۔ پہلے مسلمانوں کا یہی قبلہ تھا اور اسکی طرف سب سجدہ کیا کرتے تھے۔ پاک پہاڑی کی چوٹی پر ایک نشان ہنوز بنا ہوا ہی جسکو حضرت یعقوب علیہ السلام کا بالین کہتے ہیں۔ اسی مقام پر حضرت عمر نے مسجد کی بنیاد ڈالی جو اب موجود ہے۔

مسلمان مورخوں نے اور زیادہ حضرت عمر کے بیت المقدس تشریف لیجانیکی بابت تحریر نہیں کیا مگر جو کچھ مسیحی مورخوں نے لکھا ہی وہ درج کیا جاتا ہی۔ مسیحی مورخ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے بطریق کے ساتھ تمام زیارتگاہوں کو جا جا کر ملاحظہ فرمایا اور ہر پاک عمارت کی نہایت متانت سے تاریخ دریافت فرماتے رہی۔ نماز کی مقررہ ساعت میں بطریق نے حضرت عمر سے عرض کیا کہ آپ اس گرجہ میں (جسمیں انکے عقیدہ کے موافق قیامت کے دن خداوند تعالی لوگوں کے اعمال کا فیصلہ سناویگا) نماز پڑھ لیں حضرت عمر نے باہر گرجہ کی سیڑھیوں پر جانماز بچھا کر نماز پڑھ لی اور کہا "میں نے اسلئے اندر جا کر نماز نہیں پڑھی مبادا مسلمان عیسائیوں کے گرجوں میں نماز پڑھنا شروع کردیں اور پھر مسیحیوں کو تکلیف پہنچے" مسٹر امیر علی نے اس واقعہ کو بعینہ اسیطرح اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام میں لکھا ہی لیکن میور صاحب یوں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے اسلئے انکار کیا تھا کہ مسلمان اس معبد میں کہیں قبضہ نہ کرلیں اور پھر آپنے قسطنطین کے گرجہ میں جانماز بچھا کر نماز پڑھی۔ اور اس خیال سے کہ قسطنطین کے گرجہ میں مسلمان قبضہ نہ کرلیں ایک مسجد اسی کے پہلو میں تعمیر کرادی جو ہنوز موجود ہے۔

حضرت عمر نے زیادہ یہاں قیام نہیں فرمایا جس لئے آپ تشریف لائے تھے وہ کام ہوچکا تھا

صرف آپ نے اتنا اور کیا کہ فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ایک حصہ میں تو بیت المقدس اور دوسرے حصہ میں رملہ نامزد کیا گیا۔ پھر آپ جس راستہ سے تشریف لائے تھے اسی راہ سے مدینہ منورہ واپس تشریف لیگئے اسطرح شام شمال سے حدود مصر تک تین سال کے عرصہ میں عیسائیوں کے ہاتھ سے نکلکر مسلمانوں کا ہوگیا۔ ہر شخص تعجب کریگا کہ مسلمانوں کی یہ شتابانہ فتوحات کیا ایک معجزہ تھیں جو آناً فاناً میں ادھر سے اُدھر پہنچ گئیں۔

فاتحانِ شام نے کیلدیا کی طرح اپنے ہاتھ پیر شام میں نہیں کشادہ کئے۔ انہوں نے اپنے لشکرگاہ اور عربوں کے رہنے کی معقول جگہ بصرہ اور کوفہ سے بہتر نہیں دیکھی۔ ملک اور موسم بھی موافقت میں کمی کرتا تھا۔ عرب شام میں فتح کرنے والونکی صورت میں آئے اور انہوں نے زیادہ تر اپنا زور دمشق۔ حمص اور دوسرے حصوں پر انتظام کے لئے قایم رکھا کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ یہی شہر شام کے دروازے ہیں ان پر قبضہ ہوجانا کل شام کے ملک کا فتح کر لینا ہے گو مسلمانوں نے اتنی عظیم الشان فتوحات کیں اور بڑے زور شور سے حکومت کی لیکن عیسائیوں یا یہودیوں یا مجوسیوں کو انکے دین چھوڑنے کیلئے مجبور نہ کیا گیا یہی کیفیت عیسائیوں کی ہوئی جو صدیوں سے اپنے اسی آبائی مسیحی مذہب پر چلے آتے ہیں کیا اس سے بھی زیادہ کوئی قوم انصاف پسند اور آزادی بخش ہوسکتی ہے۔

قسطنطنیہ کے مسیحی مصنفوں نے شام کی کیفیت اس سے زیادہ کہ دو سطریں بھی پوری نہوں نہیں لکھی انہوں نے صرف اسی قدر لکھنے پر اکتفا کیا ہے "عیسائیوں کی قلم بزدلی اور شرم کی بھری ہوئی حکایت لکھنے سے انکار کرتی ہے"! یہ لکھکر وہ سہل چھوٹ گئے۔ میں ہرگز اسکا قائل نہیں ہوں کہ شامیوں نے بزدلی سے کام کیا۔ کیونکہ حمص۔ دمشق اور یرموک کی خونخوار لڑائیاں شامیوں کی بزدلی ثابت نہیں کرتیں بلکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حق و باطل کی جنگ میں حق ہی غالب آیا

اور اسی کو فروغ ہوا اور الہامی کتاب کی وہ پیشین گوئی پوری ہوئی" غیر مختون خدا کے پاک گھر میں آئندہ سے نہ جائیں۔

شمالی شام میں بغاوت
سنہ ۱۷ھ سنہ ۶۳۸ء

حضرت عمر کی خلافت کے چھٹے سال یونانیوں کے دل میں یکایک یہ خیال پیدا ہوا جسطرح ہو سکے شمالی شام سے مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ یہ جوش ان کی طبیعت میں بُرے طور سے اُٹھا اور اب وہ پریشان شیر کی طرح مسلمانوں پر جست کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

یونانیوں نے بلندی عراق عرب کی قوموں سے فریاد کی اور شہنشاہ ہرقل سے التجا کی کہ یہی وقت یاری کا ہے اگر حضور نے دستگیری کی تو شمالی شام میں ایک مسلمان کا بچہ بھی نہ دکھائی دیگا گو سعد نے عراق عرب کو استواری سے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا اور اسکی فتح کے ہاتھ بہت دور دور تک کشادہ ہو گئے تھے پھر بھی بلندی صوبہ کی وہ بدوی قومیں جو عیسائی تھیں ایرانی اور قسطنطنیہ کی سلطنت کا ساتھ دینے کے لئے انہیں کچھ انکار نہ تھا۔ یونانیوں کی اپیل سُنکر وہ خوش ہو گئیں اور انہوں نے مسلمانوں کو شمالی شام سے نکال دینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

شہنشاہ قسطنطنیہ کو گو بڑی شکستیں مل چکی تھیں لیکن ابھی بحری لشکروں کا دم خم باقی تھا اور اسے اپنی بحری فوجی قوت پر بہت بڑا ناز تھا اسنے یونانیوں اور بلندی عراق عرب کی بدوی اقوام کو دلاسا دیکر کہا کہ میں تمہیں بحری مدد دوں گا فوراً ایک مہم اسکندریہ سے انطاکیہ روانہ ہوئی اور بدو بے تعداد حمص کے اردگرد جمع ہونے لگے اس پرجوش طریقہ پر کثرت سے فوجیں جمع ہونے سے ابو عبیدہ کو بہت اندیشہ ہوا اس نے اپنی اِدھر اُدھر کی فوجوں کو ایک جگہ جمع کیا پھر بھی حریف کی قوت اپنے سے کئی گنی دکھائی دی ناچار نہایت جلد حضرت عمر سے مدد کی درخواست کی۔ اسپر حضرت عمر نے سعد کو لکھا کہ فوراً ایک لشکر قعقاع کی سرکردگی میں کوفہ سے حمص کی

حفاظت کے لئے روانہ کرا سی عرصہ میں یونانی اپنے جہازوں سے اُتر آئے انطاکیہ جو مسلمانوں کی حفاظت میں آچکا تھا اور جس پر مسلمانوں نے سب سے زیادہ مہربانی کی تھی وہ بھی باغی ہوگیا اور اس نے یونانیوں کے لئے اپنے دروازے کھولدئے۔ قنسرین اور الیپو اور شمال کے کل شہروں میں مسلمانوں کے خلاف آتش بغاوت بھڑک اُٹھی۔ کوئی جگہ مسلمانوں کی پناہ کی نہ تھی چھوٹے چھوٹے گاؤں بھی مسلمانوں سے شمشیر آزمائی کرنے کو تیار ہوگئے تھے۔ ابوعبیدہ نے ایک مجلس کی اور مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے سب کی یہی مرضی تھی کہ جبتک کوفہ سے قعقاع فوج لیکر نہ آئے ہرگز جنگ شروع نہ کی جائے مگر خالد نے ہرگز اسے گوارا نہ کیا اور وہ اس بات پر آمادہ ہوگیا کہ انکی جمعیت کا ذرہ برابر بھی خیال نہ کرنا چاہئے اور فوراً شمشیر بدست ہونا لازم ہے۔ ہرچند خالد نے ابوعبیدہ کو یقین دلایا کہ آپ ہراساں نہ ہوں میں دو خونریز میدانوں میں اس کثیر جمعیت کو پراگندہ کر دونگا مگر ابوعبیدہ نے فی الحال خالد کی درخواست کو قبول نہیں کیا اور قعقاع کے آجانیکا منتظر رہا۔ جب حضرت عمر نے مدینہ میں یونانیوں۔ شامیوں۔ رومیوں اور مسیحی بدوؤں کی جمعیت کا خوفناک حال سنا۔ آپ سیدھے جابیہ روانہ ہوئے۔ ابھی آپ سفر ہی میں تھے کہ اس خوفناک منظر میں ایک تغیر پیدا ہوگیا۔ ایک قوی مغالطہ نے بدوؤں کو شہنشاہ بحر و بر ہرقل کا ساتھ چھوڑنے پر مجبور کیا وہ عراق عرب اپنے صحرائی گھروں کی حفاظت کے لئے بھاگے انہیں خیال ہوا کہ ہم یہاں جنگ کریں اور وہاں ہمارے گھروں پر دوسروں کا قبضہ ہوجائے اور پھر یہاں بھی شکست ملے تو پھر سوائے جانیں ضایع ہونیکے اور کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ ابوعبیدہ ہنوز قلعہ میں محصور تھا جب اس نے دیکھا کہ فوج کا ایک بازو ٹوٹ گیا ہے وہ فوراً قلعہ کے باہر نکل آیا قلعہ کے دروازے کھولدئے اور اب دست بدست تلواروں کی جنگ شروع ہوگئی۔ یونانی شامی رومی ایک جگہ جمع تھے اور ابوعبیدہ ایکطرف تھا

ابوعبیدہ نے اِن تینوں مشتملہ فوجوں کی کمروں کو توڑ ڈالا اور صفوں کی صفوں کے دھوئیں اُڑا دئے اتنے میں قعقاع بھی آگیا اب کیا تھا بھیڑوں کی طرح سے ان تینوں مشتملہ قوموں کو سخت شکست دی۔ جب یہ فتح ہوگئی تو حضرت عمر مدینہ واپس تشریف لیگئے اور آپ نے قعقاع کو دعا دی "اے قعقاع خدا تجھے اِسکا صلہ عنایت کرے گا تو نے اِس پھرتی اور تیزی سے اپنے بھائی کی حمص پر آکر مدد کی" سلطنت قسطنطنیہ کی یہ آخری کوشش مسلمانوں کو شمالی شام سے نکال دینے کی تھی اور جب اسمیں بھی ناکامی ہوئی تو اب اِس نے ہمیشہ کیلئے شام کی طرف نظر اُٹھانے کی بھی قسم کھالی۔

سعد نے بعدازاں عراق عرب کی انتہائے حدود تک اپنی فتوحات بڑھانی شروع کیں وہ تجربہ کار جنگ آزمودہ خوب جانتا تھا کہ جبتک یہ بدوی مسیحی قومیں جنہوں نے ہرقل اور یونانیوں کی مدد کے لئے یہ شور و شغب مچایا تھا بالکلیہ مطیع نہ کرلی جائیں گی ان سے ہمیشہ خوف ہی رہے گا چنانچہ اِس نے اس ملک کو اِس کونہ سے اُس کونہ تک فتح کرلیا ہزاروں بدوی فرقوں نے جو عیسائی تھے اِسلام قبول کرلیا۔ ایشیائے کوچک کے مشہور مقامات فتح کرلئے گئے اور نصیبین اور رُوہا وغیرہ قلعے جو اپنی مضبوطی میں مشہور نام تھے مسلمانوں کے دست تصرف میں آگئے۔ جن بدوی قوموں نے مسلمانوں کے خلاف یہ شورش مچائی تھی اِن کو مسلمانوں نے ذرا بھی تکلیف نہ دی اور آزاد اِنکے مسکنوں میں رہنے دیا ان ہی فتوحات کی رَو میں آرمینیا کا بہت سا حصہ بھی قبضہ اسلام میں کرلیا گیا تھا۔

شام میں آخری مقام ایک قیساریہ رہ گیا تھا کہ جو حضرت عمر کی خلافت کے پانچویں سال مسلمانوں کے ہاتھ میں آگیا۔ عمرو بن العاص مدت سے یہاں مقیم تھا۔ عمرو بن العاص اور معاویہ برادر یزید نے اپنی زبردست اور خطرناک دلیریوں سے اِس شہر کو دو تین دھاووں میں فتح کرلیا پانچہزار قیدی

مدینہ روانہ کئے گئے اور مال غنیمت کی حسب معمول تقسیم عمل میں آئی افسوس ہے حضرت عمرؓ کی خلافت کے آٹھویں سال خالد کا انتقال حمص میں درد گردہ سے ہوگیا۔ گبن صاحب لکھتے ہیں کہ حوالی حمص میں ہنوز سیف اللہ یعنی خالد بن ولید کی قبر موجود ہی پھر گبن خالد کی بابت یہ تحریر کرتا ہی اسکی "بے دھڑک دلیری اور بے تحاشا شجاعت جس نے عرب اور شام کی سلطنتوں کو اسلام میں شریک کردیا صرف آئندہ زندگی کے صلہ پر موقوف تھی۔ وہ اپنی بیش بہا کوششوں کا کسی پر احسان رکھنا نہ چاہتا تھا بلکہ اس نے جو کچھ عرقریزی اور جانفشانی کی وہ صرف خدا کے لئے تھی اور اسکی کوئی مراد نہ تھی جب وہ میدان جنگ میں جھپٹ کر جاتا تھا تو اسکے سر پر وہ ٹوپی ہوتی تھی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اُسے عطا فرمائی تھی ٹوپی پہنکر وہ اپنی عزت کے آگے کسریٰ وقیصر کو حقیر جانتا تھا"

دیوان اور ملکی انتظام
سنہ ۱۵-۲۴ھ سنہ ۶۳۵-۶۴۴ء

سب سے پہلے حضرت عمر نے ان عربی قبایل نصاریٰ اور یہود کو سرزمین عرب سے خارج کردیا جو بار بار بغاوت کرچکے تھے اور جنکا عرب میں رہنا ہمیشہ امن کے لئے بُرا تھا اس کے بعد اپنے فوجی عربوں کے لئے قوانین مرتب کئے۔

یعنی آپنے یہ قاعدہ مقرر فرمادیا تھا کہ کوئی عرب نہ تو مفتوحہ ممالک کو اپنا وطن بناکر رہی اور نہ کسی زمین کا مالک ہو نہ تجارت کرے نہ کوئی محنت کرے جتنے ملازم انکے لشکر گاہ میں کام کاج کرتے رہتے تھے انہیں دیسی آدمیوں کے سوا اور کوئی نہ ہوتا تھا۔ مال غنیمت کے پانچ حصے کئے جاتے تھے جسمیں چار تو وہیں فوج کو تقسیم ہوجاتے اور پانچواں حصہ بیت المال میں داخل کردیا جاتا۔ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں تو یہی رسم جاری رہی لیکن حضرت عمر کی خلافت میں شام اور ایران کی غنیمت جو بے تعداد چلی آتی تھی خزانہ مدینہ میں داخل ہوتے ہی سب میں تقسیم ہوجاتی تھی مگر حضرت عمر کو اسکی بابت خیال پیدا ہوا کیونکہ پہلے آسانی صرف مال کی کمی کی وجہ سے تھی اور

اِس قدر خرچ کی ضرورت بھی نہ رہتی تھی مگر اب دونوں باتیں جاتی رہیں آخر دوسرے سال یا تیسرے سال فوج کو ایک خاص اور مقررہ مقدار کی آمدنی سابق کے طور پر تقسیم کیجاتی تھی مگر اسمیں اتنا فرق کیا گیا کہ مدارج کی تقسیم بھی ہوگئی اِس کارروائی کے لئے تین باتیں سوچی گئی تھیں۔

(۱) تقدیم قبول مذہب اسلام (۲) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ داری (۳) جنگی ملازمت یا خدمت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازدواج مطہرات کی دس ہزار روپیہ مہینہ تنخواہ مقرر کیگئی اور آپکے تمام رشتہ داروں کو ایک ہی سلسلہ میں انکے رشتہ کے مدارج کے مطابق وظیفے ملنے لگے۔ نبی اکرم کے تین سو صحابہ جنہوں نے جنگ بدر میں بڑا نام پایا تھا اِن میں سے ہر صحابی کا پانچ پانچ ہزار روپیہ مہینا مقرر کیا گیا۔ اور جو صحابہ حدیبہ اور بیعت رضوان میں موجود تھے ان میں سے ہر ایک کے چار چار ہزار قرار دیئے۔

بغاوت اور مفسدہ کے فرو کرنے میں جو شریک ہوئے تھے انکو تین تین ہزار۔ جو لوگ شام اور کالدیا کے بڑے بڑے خونریز میدان لڑ چکے تھے اور اِن صحابہ کے بچے جو پاک جھنڈے کے نیچے نبی کے پہلو بہ پہلو جنگ کر چکے تھے ہر ایک کے دو دو ہزار قرار پائے اور جنہوں نے یرموک اور قادسیہ کی جنگوں میں شرکت کی تھی انکے ایک ایک ہزار مقرر ہوئے اور جنہوں نے اپنی بہادری کے امتیازیہ نمونے اِن مذکورہ جنگوں میں دکھائے تھے انہیں علیحدہ انکی تنخواہوں سے پانچ پانچسو اور بطور انعام کے مقرر کئے گئے۔ عورتوں کو مرد کا دسواں حصہ دیا جاتا تھا۔ سپاہیوں کی بیویوں اور بیواؤں کی الگ تنخواہ مقرر کی گئی اور آپنے یہ قاعدہ بھی مقرر فرمایا کہ بچہ پیدا ہوتے ہی دس روپیہ ماہواری کر دئے جاتے تھے جبتک وہ بالغ نہ ہو جاتا اسے دس روپے برابر ملے جاتے عربوں کے غلاموں کی تنخواہیں بھی مقرر ہوگئیں۔

اس طرح گویا ہر درجہ کے شخص کی ایک خاص قیمت مقرر ہوگئی تھی لیکن حقوق خصوصاً عربوں ہی

کے لئے محدود تھے۔ ایرانی سرداروں کے لئے چند باتیں مستثنیٰ کر دیگئی تھیں جنگجو عربوں انکے بچوں انکی عورتوں کے حقوق وسیع تھے۔

وہ قریش مکہ جو مکہ کی فتح کے بعد اسلام میں داخل ہوئے تھے کم تنخواہوں پر جو تقدیم و تاخیر کے مطابق دی گئی تھیں ناراض ہوئے اور انہوں نے حضرت عمر سے یہ کہا کہ ہم اشراف قوم قریش ہیں اپنے کم درجہ کے آدمیوں سے کم تنخواہ ہرگز نہ لینگے۔ حضرت عمر نے جواب دیا "یہ صحیح ہے کہ تم اشراف قوم میں سے ہو لیکن جن لوگوں کو تم سے زیادہ تنخواہ ملی ہے وہ تم سے پہلے دائرہ اسلام میں آئے اسمیں شرافت اور غیر شرافت کی بحث نہیں ہے" یہ سنکر انکا اطمینان ہوا اور جو کچھ انہیں دیا جاتا تھا اسپر وہ راضی ہو گئے۔

اِس عظیم کام کی بطریق احسن انجام دہی کے لئے ایک بڑے دفتر مرتب کرنیکی ضرورت ہوئی اور فوراً اسکا ظہور ہوا اس دفتر کا نام دیوان رکھا گیا۔ تمام آمدنی کا حساب معقول طریقہ پر کیا گیا مال غنیمت کی جدا فہرست طیار کی گئی۔ اور جزیہ کا الگ گوشوارہ بنایا گیا غرض آمد و خرچ کو اس سہل طریقہ سے حساب میں لے آئے کہ اسکے سمجھنے پر کسی قسم کی دقت نکرنی پڑے پہلا کام جسکی طرف خصوصیت سے توجہ کی گئی وہ محاصل اور ملکی انتظام تھا۔

دوسرا جنگی مقصود تھا۔ جو بہت جلد ایک دائمی اور مستقل صورت میں نہایت عمدگی کے ساتھ بنکر تیار ہو گیا۔ بڑا مقصود فوج کی برہوتری کا تھا ہزاروں عرب آرہے تھے اور انکا خوشی سے خیر مقدم ہو رہا تھا اور درحقیقت ایسی حالت میں لشکر کی زیادتی ایک لازمی امر تھا تمام مسیحی بڑی بڑی سلطنتیں منہ کھولے ہوئے بیٹھی تھیں اور ہر کروٹ پر چاہتی تھی کہ مسلمانوں کا تان توڑ اوندھا کر دیں اس نازک وقت میں بھی بہت بڑی مصلحت تھی کہ فوج کی جہاں تک ہو سکتا ترقی ہوتی۔ تمام سلطنتوں کے محاصل کے آنے کی دیر تھی اور خرچ ہونے کی دیر نہ تھی۔ لشکر اتنا بڑھ گیا تھا

کہ لاکھوں روپیہ چٹکیوں میں اُڑجاتا تھا۔

مختلف صوبوں کا حساب کتاب دیسیوں کے ہاتھ میں تھا شام میں یونانی ریونیو کمشنر اور وزیر خزانہ تھے اور کالدیا میں ایرانی ان معزز عہدوں پر مقرر تھے۔ حجاج تک یہی کیفیت رہی لیکن بعد ازاں تعلیم پاکر عرب ان تمام کاموں پر مقرر ہونے لگے

تنخواہیں ماہ بماہ جب جایا کرتی تھیں اگر مدینہ میں کوئی بیمار ہوا اور نہ آسکا اسے حضرت عمر خود جاکر دے آتے تھے۔ جہانتک مسلمانوں کی عملداری تھی سب جگہ ایک ہی تاریخ تنخواہ بٹ جاتی جو بیوائیں کہ مدینہ میں رہتی تھیں ان کو تو حضرت عمر آپ جاکر ان کی پنشن دے آتے تھے اور جو کسی اور شہر میں رہتی تھیں۔ آپ کا حکم تھا اس صوبہ کا گورنر اُن کو جاکر تنخواہ دے اور اُس سے رسید لیکر دیوان میں بھیجدے۔

بچوں کی تنخواہ کی بابت جو آپ نے مقرر کی تھی جس کی نسبت ہم ابھی اوپر اشارہ کر آئے ہیں اس میں مورخوں کا اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ پانچ روپیہ ماہوار بچہ ہوتے ہی ہوجاتے تھے کوئی لکھتا ہے دس روپیہ ماہوار جیسا میں نے اوپر لکھا کوئی تیس روپیہ ماہوار بتاتا ہے میرے خیال میں اس میں ایک بڑی غلط فہمی پڑ گئی ہے اور اسی لئے کل مورخوں میں اختلاف ہوگیا ورنہ معاملہ بہت صاف ہے ہر درجہ اور ہر قبیلہ کے بچے کے پیدا ہوتے ہی جیسا کہ قاعدہ تھا ایک ہی تنخواہ ہوئی خارج از فہم ہے۔ ضرور ہے کہ عربوں کے مدارج کے لحاظ سے انکے بچوں کی بھی تنخواہ ہوئی ہوگی مثلاً جو صحابہ جنگ بدر اور احد میں لڑ چکے تھے اور جو جنگ قادسیہ اور قادیا کے میدانوں میں لڑائی مار چکے تھے کیا یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ دونوں کے بچوں کا ایک ہی وظیفہ مقرر ہوگا؟ ادنے درجہ بچہ کی تنخواہ پانچ روپیہ تھے دوسرا درجہ دس پہلا بیس اور خاص تیس روپیہ۔

قحط۔ وبا ۱۸ھ ۶۳۹ء حضرت عمر کی خلافت کا پانچواں سال وبا اور قحط سے یاد رہے گا اس سال کو سال رمادہ کہتے ہیں۔ نہریں خشک ہوگئی تھیں اور ہرے بھرے باراور باغ سوکھ کر ٹھنٹ بنگئے تھے۔ جزیرہ نمائے عرب کا نصف شمالی حصہ تو بہت ہی مصیبت میں تھا اس میں کچھ ایسا اسکال باراں ہوا تھا جس کی نظیر پہلے کبھی بیان نہیں کی گئی۔ وحشی اور صحرائی ڈریوک جانور جو انسان کی پرچھائیں سے بھاگتے تھے صرف خشک سالی کی مصیبت سے ایسے بس بدیر ہوگئے کہ آدمیوں کے ہاتھ سے آ آکر کھانے لگے تھے۔ مویشی اور بھیڑ بکریوں کے گلے بھوک کے مارے چلے جاتے تھے۔ یا انسان انہیں مجبوری اپنے بچانے کے لئے اپنی خوراک بنالیتا تھا۔ بازار خالی ہوگئے تھے۔ غول کے غول بدو مدینہ کی طرف چلے جاتے تھے حضرت عمر سے جہاں تک ہوسکتا تھا انکی مدد کرتے تھے اور ہر ایک شخص کو حتی الوسع بھوکا نہ سونے دیتے تھے آپ نے قسم کھائی تھی کہ جب تک گوشت دودھ روٹی حرام ہی رہیگا کریں گے مسلمانوں کو اپنی آنکھوں کے آگے میرہ دیکھ لوں آپ نے سونا چاندی بیچنا سب ترک کردیا تھا اور تمام مدینہ میں لوگوں کے کھانے کا انتظام کرتے پھرتے تھے ایک دن آپ کا غلام ایک مشکیجا دودھ سے بھرا ہوا اور دوسرا گھی سے بھرا ہوا لایا اور عرض کیا امیر المومنین آپنے کئی دن سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا ہے اس کو تناول فرمائیں آپنے اس سے یہ کہا تم یہ دونوں چیزیں لیجاکر محتاجین کو دے آؤ میں انہیں نہیں کھانے کا اگر میں اپنی تن پروری کی فکر میں رہونگا اور یہ چیزیں کھاؤں گا تو مجھے میرے عام مسلمان بھائیوں کی مصیبت کی تکلیف کا کیونکر اندازہ ہوسکے گا۔ سوائے زیتون کے تیل اور کچے پکے برے کھانے کے آپ اور کچھ نہ کھاتے تھے اور وہ بھی نصف پیٹ آپ کا چہرہ اس فکر اور سختی سے زرد پڑگیا تھا گو آپ کی طاقت روز بروز زائل ہوتی چلی جاتی تھی لیکن ہمت اور عمل ہمدردی میں زیادہ جوش بڑھتا جاتا تھا۔

حضرت عمر شاید دو یا تین گھنٹہ بمشکل رات کو سوتے ہوں گے اور نہیں صبح و شام ہر کو پکڑ رہتا

تھا جتنی تدبیریں ممکن ہوئیں اس مصیبت کے رفع کرنے کے لئے عمل میں لائی گئیں دار الخلافہ کے بیت المال اور مودی خانہ ہی سے مدد نہ لیجاتی تھی بلکہ مفتوحہ ممالک سے بھی برابر غلہ آنا شروع ہوگیا۔ ابو عبیدہ شام سے چار ہزار خچر غلہ کے لدے ہوئے لایا جو اس نے آپ قحط زدہ اشخاص میں تقسیم کر دئے۔ عمرو بن العاص نے فلسطین سے بذریعہ اونٹوں کے غلہ روانہ کیا اور بحری راستہ سے بھی ایک معقول تعداد غلہ کی بوریوں کی روانہ کی۔ اسی طرح کالدیا سے بھی لاکھوں من غلہ آنا شروع ہوگیا۔ جن جانوروں پر غلہ آتا تھا وہ بیس روز کے حساب سے ذبح کئے جاتے اور اُن کا گوشت بھوکوں کو تقسیم ہوجاتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حالت عجیب بیان ہوئی ہے آپ کے کندھے پر روٹیوں کا تھیلا خام روغن زیتون کا مشکیجا لئے ہوئے ہے اور سب کو دیتے پھرتے ہیں۔ ایک دن سر شام بعد نماز مغرب چمڑے کا تھیلا کندھے پر ڈالے ہوئے روٹیاں بانٹ رہے تھے اتنے میں چند بچوں اور ان کے ساتھ ایک ماں کے کرّانے کی آواز آئی آگے جاکر پوچھا کہ تو کچھ بھوکی ہے اُس نے کہا ہاں حضرت عمر نے کچھ روٹیاں اور روغن زیتون اُسے دیا اُس نے کہا کہ میں اور میرے بچے زیتون کا روغن کھاتے کھاتے بیمار پڑ گئے اگر دودھ اور مکھن کہیں سے دستیاب ہو تو وہ لاؤ۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ نے تلاش کرکے اُسے دودھ پلایا اور یہ آئندہ کے لئے التزام کرلیا کہ روز مرّہ دودھ اور مکھن چاہئے کہیں سے ممکن ہو اُس کے لئے خود پہنچا دیا کرتے تھے۔ ایک دن ایک عورت نے کہا مجھے بچے چین نہیں لینے دیتے میں روٹی کیونکر پکاؤں۔ میرا خاوند جانتا نہیں آٹا اور کل سامان یوں ہی رکھا ہوا ہے۔ عمر کوئی تدبیر اسکے پک جانیکی بتاؤ۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ سے اسکی روٹی بیٹھکر پکا دی اور جبتک اس نے اور اس کے خاوند اور بچوں نے نہ کھالی وہاں سے نہ سرکے آئندہ سے حکم دیدیا کہ اسے پکا کر روٹیاں دی جائیں۔ ابو ہریرہ روایت کرتے

ہیں کہ شاید کم سے کم حضرت عمر دو سو تین سو تھیلے غلہ اور روٹیوں کے بھرے ہوئے اپنے کندھے پر رکھکر دن اور رات میں تقسیم کرتے تھے اور جب کوئی بھوک کی شکایت نہ کرتا تو اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتے اس وقت کوئی سوکھا گیرا یا ٹکڑا کسی قدر سہارے کے لئے کھالیا کھالیا۔ یا نہ کھایا نہ کھایا۔ مدینہ کا خزانہ اور مودی خانہ مطلق خالی ہوگیا تھا یہانتک کہ حضرت عمرؓ نے اپنی گرہ کا بھی سب خیرات کردیا تھا۔

قحط کم ہونے نہ پایا تھا کہ وبا نے اپنا منہ نکالا۔ اور وہ آناً فاناً ہیں دیکھتے دیکھتے حجاز کے بازاروں اور شام میں تاخت و تاراج کرنے لگی اور براہ سمندر مصر پہنچی ہنوز قحط بھی موجود تھا جو اس کے ہمراہ ہمراہ چل رہا تھا۔ ہاں اتنا بیشک ہوتا تھا کہ اگر حمص میں وبا موجود ہی تو فلسطین میں قحط ہے اور اگر قاہرہ میں کال ہے تو اسکندریہ میں وبا ہے لوگ کال سے ابھی چیتے بھی نہ تھے کہ کمبخت وبا نے انہیں آکر دبالیا اور ہزاروں کا لقمۂ خام کرنے لگی وبا نے جھنجھلا کر حملہ کیا اور حمص دمشق وغیرہ میں عربوں کو تباہ کرتی ہوئی صحرا کو پھیلانگ بصرہ میں پھیل گئی۔ اس وبا نے قحط سے بھی زیادہ پریشانی سب میں ڈالدی تمام مہلک حالات کی خبریں حضرت عمر کو برابر پہنچ رہی تھیں۔ آپ نے ابوعبیدہ کو بلایا کہ تم وبا کے ہوتے تک مدینہ چلے آؤ مبادا وبا تمہیں اپنا شکار بنائے ابوعبیدہ نے ایسی حالت میں مدینہ آنا تسلیم نہ کیا مگر حضرت عمر نے مصلحت وقت کے لحاظ سے یہ لکھکر بھیجا کہ تم سے ایک ضروری کام ہے تم فوراً مدینہ چلے جاؤ۔ ابوعبیدہ نے اسکا جواب دیا۔ ایسی نازک حالت میں یہ شایاں نہیں ہے کہ میں اپنے بھائیوں کو اس خوفناک مری میں چھوڑکر چلا آؤں۔ جب یہ خط حضرت عمر کے پاس پہنچا تو آپ رونے لگے لوگوں نے عرض کیا ابوعبیدہ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت عمر نے فرمایا نہیں۔ خدا سے سلامت رکھے مجھے ہاں کے مسلمانوں کی مصیبت پر رونا آتا ہے۔

آخر جوش ہمدردی نے قرار سے مدینہ نہ رہنے دیا فوراً حضرت عمر اپنے بھائیوں کی مصیبت کا حصہ بٹانے کے لئے شام روانہ ہوئے۔ ابوعبیدہ اور بہت سے جنگی افسر سرحد شام تک اپنے ہمدرد امیر کا استقبال کرنے کے لئے حاضر ہوئے کئی دن حضرت عمر نے وہاں قیام فرمایا اور بڑی صلاح و مشورہ سے یہ امر طے پایا کہ فی الحال فوج صحرا کی اس حصہ میں مقیم ہو کہ جہاں وبا کا منحوس قدم نہ گیا ہو صرف اسی لئے آپ تشریف لائے تھے اپنا کام کرکے پھر مدینہ واپس تشریف لے گئے۔

ابوعبیدہ نے خلیفہ کے حکم کے مطابق حوران سے ہمدان حصص میں اپنی فوج کے کوچ کیا ابوعبیدہ بمشکل جابیہ پہنچے ہونگے کہ آپ کی اور آپکے صاحبزادہ کی وبا میں وفات ہوگئی اسلامی لشکر کو ابوعبیدہ جیسے رحیم الطبع بہادر سپاہ سالار کی وفات اور وہ بھی ایسی حالت میں سخت دھچکا دینے والی تھی۔ جابیہ میں لشکر پہنچا ہی تھا کہ وبا مطلق جاتی رہی۔ اس وبا میں جتنی جانیں ضائع ہوئیں وہ اختلاف سے بیان کی جاتی ہیں۔

زمانہ کی اُلٹ پھیر اور تاریخی گردش نے ہمیں بتا دیا ہے کہ جو کچھ دین کی بابت حضرت عمر کی پولیسی تھی وہ ایسی صحیح اور بے داغ تھی کہ جس پر ہر مسلمان کو عمل کرنا چاہئے۔ اگر ہم بنور حضرت عمر کی سوانح عمری پڑھینگے تو ہمیں بخوبی معلوم ہوجائیگا کہ آپنے دنیوی معاملات کو دین سے بالکل علیحدہ کردیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان روحانی تعلیمات اور زبانی ہدایات کو دنیاداری کا ناموزوں جامہ نہ پہنایا تھا اور آپ کی ہمیشہ یہی کوشش رہتی تھی کہ دین اور دنیا کو کہیں غت ربود نہ کر دیں۔ ایسے موقع پر کہ شام میں وبا پھیل رہی تھی آپنے حضرت ابوعبیدہ کو اسی لئے جگہ چھوڑ دینے کو لکھا تھا مبادا انہیں کوئی چشم زخم پہنچے ان باتوں کو دینی تعلیم سے کیا علاقہ نہ مذہب اس کے لئے کوئی کافی و وافی حکم پیش کرسکتا ہے۔ اگر ایک چھت گرنے کو ہو اور وہاں چند

آدمی بیٹھے ہوئے ہوں اور ایک شخص اُن آدمیوں کو یہ کہہ کر بلاوے کہ اس چھت سے باہر نکل آؤ تمہارے دب جانے کا خوف ہے کیا ہم اس پر یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ اس نے خلاف خدا اور رسول یہ بات کی۔ استغفر اللہ۔ یہ عین مصلحت ہے اور ہمیں اسپر عمل کرنا چاہیئے خدا نے جو قانون قدرت مقرر فرما دیئے ہیں ان سے کسی حالت میں تجاوز نہیں کرنا چاہیئے ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے لیکن پھر بھی وہ اپنی بات پر قائم ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری پر غور کرو اور سمجھو کہ آپ نے کس قدر قوانین قدرت کی متابعت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل ہمارے لئے ایک ناصح مشفق ہے اور ہمیں حکمت کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم دیتا ہے۔

جب ابو عبیدہ کا معہ صاحبزادہ انتقال ہو گیا تو سارے لشکر میں ایک تہلکہ پڑ گیا اور یہ تہلکہ ہونا ہی ضرور تھا حضرت ابو عبیدہ ایک بہت بڑے صحابی نبی اکرم کے تھے اور آپ خاص ان صحابہ میں سے جنہیں نبی اکرم نے بہشتی ہونے یا آخرت میں نجات پانے کی بشارت دی تھی اور آپ ایسے جلیل القدر صحابی تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ ہی کو خلیفہ نامزد کرنے کے لئے رائے دی تھی اسپر بھی ابو عبیدہ نے منظور نہ کیا تھا اور پھر جو کچھ کارنمایاں ان سے ملک شام میں ہوئے انکی قدر حضرت عمر جیسا خلیفہ بخوبی کر سکتا تھا خراب موسم کی پریشانی اور وبا کی اس مہلک آفت نے تو ایک تہلکہ مچا ہی رکھا تھا دوسرا غضب مسلمانوں پر ابو عبیدہ کے وفات پانے سے ٹوٹ پڑا تمام مسلمان اپنے سپاہ سالار سے بہت محبت رکھتے تھے دوست تو دوست دشمن بھی اس بہادر کی حمیدہ خصائل اور برگزیدہ فضائل کے ثنا خواں تھے ایسے شخص کا یکایک مسلمان فوج کے سروں پر سے اُٹھ جانا کتنا غضبناک تھا ملک کی یہ حالت تھی کہ ہر شخص اپنی جان کے خوف سے ادھر اُدھر پریشان تکتا تھا اور فوج کے افسر کے اچانک انتقال نے یہ خوف دلایا کہ کہیں رومی حملہ نہ کریں حضرت

ابو عبیدہ کی وفات کے بعد یہ گفتگو شروع ہوگئی کہ سپاہ سالار کون بنایا جائے۔ اس کشمکش کے علاوہ اور بھی بہت پیچیدگیاں اور غلط فہمیاں معاملات سیاسیہ میں پڑ گئی تھیں اِنکے لئے یہ ضرور تھا کہ حضرت عمر تشریف لاکر فیصلہ کریں۔

دم دم کی خبریں مدینہ چلی آرہی تھیں پیچیدگی طول پکڑتی جاتی تھی اسلئے حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ میں خود جاکر تمام غلط فہمیوں کو مٹادوں حضرت عمر کا ارادہ تھا پہلے مدینہ سے عراق عرب جاؤں اور وہاں سے ماوراء النہر ہوتا ہوا شمال سے شام میں داخل ہوں لیکن اس سفر میں دن زیادہ لگتے تھے اور آپکو شام میں جلد پہنچنا تھا۔ آخر یہی رائے طے پائی کہ اپنے قدیمی راستہ سے سیدھا شام کی جانب روانہ ہوں۔ راہ میں کئی بستیاں عیسائیوں کی پڑتی تھیں۔ جب آپ ان بستیوں میں پہنچے ہیں تو عیسائیوں نے بڑے جوش سے خلیفہ بنی اللہ کا استقبال کیا۔ جو جو مہربانیاں حضرت عمر نے ان پر کی ہیں وہ تحریر کی قلم سے بھی رک نہیں سکیں اور آخر اسے ظاہر کرنا پڑا کہ حضرت عمر نے اپنی مسیحی رعایا پر زیادہ نوازشیں کیں جو کچھ انہوں نے عرض کیا وہ فوراً قبول کرلیا گیا۔ انکے حقوق وسیع کردئے گئے اور انکی آسایش کی صورتیں زیادہ مہیا ہوجانے کا حکم دیدیا۔ اکثر عیسائیوں کی تنخواہیں کردیں اور بہت سے نادار عیسائیوں سے ٹیکس لینا بند کردیا۔ حضرت عمر کا رحیمانہ قلب اور کریم فطرت نے عیسائیوں کو اپنا فریفتہ بنالیا جب عیسائیوں کا شہر قریب رہگیا تو صرف اس خیال سے کہ کوئی مجھے نہ پہچانے حضرت عمر نے اپنے غلام کو اونٹ کے آگے بٹھادیا اور خود اسکے پیچھے بیٹھ گئے ہزاروں آدمی منتظر تھے کہ خلیفہ بنی اللہ سے ملاقات کرینگے اُنہوں نے آکر نہایت وفادارانہ جوش سے گھیر لیا اور کہا کہ عمر کہاں ہے۔ حضرت عمر نے ذومعنی جواب دیا تمہارے آگے آتے ہیں۔ نہ اونٹ کیساتھ کچھ جلو کا سامان تھا نہ جاہ وحشم تھی۔ نہ خلیفہ کے کپڑے زریں اور قیمتی تھے نہ نقیب پکار پکار کرتے

ہوئے آگے دوڑ رہے تھے نہ اردلی کے سوار باگین اٹھائے ہوئے پیچھے آرہے تھے جب کسی قسم کا کوئی سامان نہ تھا وہ لوگ کیونکر پہچانتے وہ یہ سمجھے کہ شاید خلیفہ بنی اللہ پیچھے آتے ہونگے اونٹ کو انہوں نے جانے دیا اور آپ رستہ میں سے ہٹگئے حضرت عمر سیدھے بڑے پادری کے مکان پر فیام پذیر ہوئے حضرت عمر کا کوٹ رستہ میں پھٹ گیا تھا آپنے بطریق کو دیا کہ میرے اس کوٹ کو سلوا دو اسنے ایک نفیس کوٹ موسم کے موافق نیا سلوا کر پیش کیا حضرت عمر نے پھر بھی اپنا ہی پیوند لگا ہوا کوٹ زیب تن کیا۔

یہاں سے حضرت عمر شام کی جانب روانہ ہوئے جو جو مقامات بیچ میں پڑتے گئے انکے گورنروں کو ملکی معاملات میں ہدایتیں کرتے گئے انکے کل جھگڑوں کو چکا دیا۔ چونکہ ابوعبیدہ اور یزید دونوں وبا کے شکار ہو چکے تھے اسلئے حضرت عمر نے معاویہ کو سپاہ سالار افواج اسلامیہ شام کا مقرر کیا۔ یہاں سے گویا خاندان امیہ کی بنیاد پڑگئی ولیم میور لکھتے ہیں کہ معاویہ لامحدود حوصلہ کا شخص تھا اور بہت بڑا قابل اور لایق تھا اس نے اپنے عہدہ کے فرائض کی انجام دہی اس خوش اسلوبی سے کی جیسا ایک قابل سپاہ سالار کو شایاں ہے اسکے بعد حضرت عمر مدینہ تشریف لاکر حج بیت اللہ شریف کو روانہ ہوئے حدود عرب سے نکلنے کا بس آخری سفر تھا حضرت عمر ہر سال حج بیت اللہ کو ضرور تشریف لاتے تھے جتنے فرائض کہ خلعت خلافت زیب تن کرکے لازم ہو گئے تھے جس عمدگی اور تندہی سے انہیں حضرت عمر نے انجام دیا زمانہ کی پیشانی پر ہنوز لکھے ہوئے ہیں۔

فتح مصر ۱۹ ہجری ۶۴۰ء اس سال اسلام کو نسبتاً زیادہ آرام ملا تھا۔ چار دانگ عالم میں سلطنت پھیل گئی تھی کسی قسم کا مرض اور مہلک باران مطلق نہ تھا۔ رعیت خوشحال تھی مسلمان اپنی حدود مفتوحہ فارس پر مقیم تھے مگر ایرانی برابر فوجیں جمع کر رہے تھے اور مسلمانوں سے

اِن کی چیرہ دستی جاتی تھی اِسلیئے مسلمانون نے بھی یہ مصمم ارادہ کرلیا کہ ایران کو اِس کونے سے اُس کونے تک فتح کرلیا جائے تاکہ مخلوق اللہ شاہان ایران کے ظلم وستم سے نجات پائے۔ اپنی حفاظت کیلئے پھر اُنھون نے آگے سرحد ایران کی طرف باگین اُٹھائین۔ پہلے اِسکے کہ ہم ایران کی بابت کچھ لکھین مصر کی طرف رجوع ہوتے ہین اور اِسکے فتح کی کیفیت لکھتے ہین۔ مصر پر چڑھائی کے حالات شروع کرنے سے پہلے اِسکے اندرونی انتظام کا مختصر حال لکھدیا جاتا ہے تاکہ بخوبی اندازہ ہوجائے کہ آیا وہان کا انتظام اِس قابل تہا کہ مسلمان وہان حملہ آور ہون یا مسلمانون کی فتح ایک ظالمانہ فتح تھی۔

قسطنطنیہ جسکو مصر پر ورش کرتا تہا پادریون کے ہاتہ سے سخت ناگفتہ بہ حالت مین تہا پادریون کے حقوق وسیع کردیئے گئے تھے اور روز بروز وسیع ہوتے جاتے تھے کوئی انہین محدود کرنیوالا نہ تہا۔ اِنکے حقوق یہانتک وسیع تھے کہ پادری کے ہاتہ سے کسی شخص کا مارا جانا مبارک سمجہا جاتا تہا۔ گرجون کی پاک زمین انسانی خون سے رنگی جارہی تھی عیسائیون کے تمام معبد چکلے بن رہے تھے۔ امیرونکے گھرون دیوے لوٹے جارہے تھے مصر کی یہی خاص یہی کیفیت تھی اِس سرسبز ملک کی زمین بھی پادریونکی روندون سے نہ بچی تھی ممکن نہ تہا کہ پادریونکے خلاف کوئی کچھ کہسکتا غلاسون سے گرجے پٹے پڑے تھے اور وہ بھیڑ بکریون کی طرح ہنکاکر ایک جگہ سے دوسری جگہ بند کردیئے جاتے تھے۔ قمار بازی کی گلی گلی دھوم تھی مے خواری کی کوئی انتہا نہی تھی ہر سال کئی حسین حسین لڑکیان دریائے نیل کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھین۔ نہ پولیس کا انتظام درست تہا نہ رعیت کا کوئی سرپرست نہ تہا۔ فریاد سننے کے دروازے بند ہوگئے تھے پردیسی تاجرون کا مال دن دیوے لوٹ لیا جاتا تہا۔ اسکندریہ جسمین دیسی آباد تھے پھر بھی ملک کے ہر حصہ کے لوگ اِسمین بستے تھے۔ یہان تجارت علم وہنر کا بہت چرچا تہا۔ مگر جب حضرات پادری

صاحبان کا دور دورہ ہوا وہی ظلم وستم یہان بھی ہونے لگا۔ لوگونکا جرم کفر مین بیگناہ پادریون کے ہاتھ سے مارا جانا اور شریف خواتین پر دست درازی کرنے کا عام طریقہ پادریونمین رائج تھا اس شہر مین رومی عیسائی۔ یونانی۔ عرب۔ یہودی بت پرست غرض کل قومین آباد تھین اس وسیع شہر اور اسکی کثیر التعداد آبادی مین تماشہ گاہین۔ حمام اور دل لگی کی چیزین بھی موجود تھین۔ یہان چھ لاکھ کی آبادی تھی۔ اسکے بندرگاہ مین ہر وقت جہازون کا بیڑا حفاظت کے لئے کھڑا رہتا تھا اور تجارتی اشیا کی آمد و رفت راہ تری برابر جاری تھی پھر بھی عیسائی پادریونکے ظلم وستم سے لوگ تنگ آگئے تھے اور یہان ہر وقت ایک عظیم ہنگامہ کھڑا ہونے کا خوف تھا قسطنطنیہ کی سلطنت کے بازو کچھ ایسے کمزور ہوگئے تھے کہ وہ اسکے انتظام کو سنبھال نہ سکتے تھے بایں ہمہ مصر کی حالت خود مختاری کی اور نہ پابندی کی تھی ایک عجیب ڈھنگی صورت مین ملک کا انتظام تھا جسکی لاٹھی اسکی بھینس ہو رہی تھی کوئی پوچھنے والا نہ تھا کہ آخر یہ ظلم وستم کیون ہوتا ہے اور اسکا روکنے والا کوئی ہے یا نہین جب مصر سے ان مظالم کی خبرین گزرنے لگین تو عمرو بن العاص حضرت عمر کا حکم لیکر فلسطین سے مصر کیطرف بڑھا عمرو بن العاص جسکی فوج مین زیادہ تر بدو تھے کل چار ہزار تعداد مین تھی حضرت عمر کو خیال ہوا کہ صرف چار ہزار فوج مصر کیلئے کافی ہوگی چونکہ عمرو بن العاص روانہ ہو چکا تھا اسلیئے آپ مصلحتاً اسکے پیچھے زبیر کو ایک قوی لشکر کی سرکردگی مین روانہ مصر کیا۔ اب ابن العاص کی فوج کی تعداد پندرہ ہزار ہوگئی جس مین اکثر بڑے بڑے نام آور جنگجو بھی تھے۔

عمرو بن العاص ایلیا سے داخل مصر ہوا اور پھر بائین جانب پھر کر صحرا مین ہوتا ہوا دریائے نیل کے دہانہ پر پہنچگیا یہان سے اسنے بلندی مصر کا رخ کیا جہان کا حکمران مقوقس قبطی تھا راہ مین بڑی بڑی فوجین عمرو بن العاص کی سدراہ ہوئین لیکن آگے بڑھنے مین مزاحمت نہ کر سکین

لیکن آگے بڑھنے میں مزاحمت نکرسکیں۔ اسی اثنا میں ارطغول جو فلسطین سے بھاگ کر یہاں پناہ گزین ہوا تھا ایک قوی لشکر کے ساتھ مقابلہ میں آیا ایک دن کی خونریز جنگ میں ارطغول مارا گیا عمرو بن العاص وادی نیل میں ہوتا ہوا ہیلیوپولس میں پہنچگیا یہاں کا حاکم مقوقس قبطی تھا۔ اس نے چارون کی مہلت مانگی۔ فوراً مشورہ کرنے اور جنگ کی تیاری کیلئے اسے چارون کی مہلت دی گئی۔ پانچوین دن سخت جنگ شروع ہوگئی قبطی ایسے جان توڑ کر لڑے کہ مسلمانون کے چھکے چھوٹ گئے۔

عمرو بنی فوج سے آگے تھا اور دشمن کو برابر دبا تا ہوا چلا جا تا تھا قبطیون نے بڑی بہادری کی بانگی عرب جنگ آورون کو پوری پوری دکھا دی جب عرب بڑھے چلے گئے تو قبطی پسپا ہوگئے اور ان کے افسرون نے یہ کہا جو لوگ کسریٰ و قیصر کو شکست دے چکے ہین ان سے ہم کبھی مقابلہ نہین کرسکتے۔ پسپا ہوتے ہوتے وہ قلعہ مین محصور کردیئے گئے محاصرہ کو کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ زبیر کی شجاعت نے بہت جلد محصورین کی قسمت کا فیصلہ کردیا زبیر کمند ڈالکر قلعہ کی دیوارون پر چڑھنا چاہتا تھا کہ مقوقس کے پاس سے ایک سفارت صلح کی درخواست لیکر آئی فوراً ان کو امان دیگئی۔ یہ طے پاگیا کہ جو شخص مسلمان نہین ہے بشرطیکہ وہ مانع ہو دو دینار جزیہ کے ادا کرے اور باقی ماندہ شرطین وہی تھین جو شامیون سے کیگئی تھین بہت سے قیدی مسلمانون کے قبضہ مین تھے۔ قاعدہ کیموافق غنیمت کا پانچوان حصہ مدینہ شریف بھجوادیا گیا یہی کیفیت یونانیون اور اہل نیوبیا سے ظہور مین آئی اور انہین شروط پر انہین بھی امان دیگئی۔ یونانی مفتوحہ اقوام کیساتھ ہمسر نہ رہنے کو پسند نکرتے تھے اسلئے وہ ساحل سمندر کیطرف چلے گئے مسٹر گبن نے اس واقعہ کی بابت یون تحریر کیا ہے جنکو ہم بلفظہ درج ذیل کرتے ہین مقوقس ایک شریف اور نجیب مصری جنگ ایران کے بعد آزاد ہوگیا تھا اس نے چاہا تھا کہ مقس کا انتظام بطور خود کرکے ہرقل کے ظلم وستم سے اسے نجات دون کہ اسی اثنا مین

مسلمانون سے اسکا مقابلہ ہوگیا جب وہ محصور ہوکر تنگ آیا اور اپنا قلعہ فتح ہوتا دیکھا تو اس نے چاہا کہ
مین اپنے کو مسلمانون کے سپرد کردون اول ہی مکالمہ مین اس نے عمرو بن العاص کی زبانی بخندہ
پیشانی بلا غضب و غصہ یہ دو لفظ سنے جزیہ یا تلوار۔ یہ سنکر مقوقس نے جواب دیا "یونانیون نے
مصمم ارادہ کرلیا ہو کہ تلوار کو مسلمانون کے مقابلہ مین نہ اٹھائینگے لیکن میری یونانیون سے سنگت
اور کچھ میل جول نہین ہو۔ نہ اس دنیا مین مین ان سے تعلق رکھنا چاہتا ہون نہ آئندہ زمانہ مین
قسطنطنیہ کے ظالم شاہون۔ ان کی کیلدی انجن اور ملجانٹ غلامون سے ہمیشہ کیلئے قطع تعلق
کرتا ہون کیون کہ مین اور میرے بھائی حضرت عیسیٰ کے دین اور موجودہ انجیل اور مذہب تثلیث مین
زندہ رہنا اور رہی مین مرجانا چاہتے ہین ہمارے لئے یہ ناممکن ہو کہ ہم آپکے نبی کا دین قبول کرلین لیکن
صلح کے خواہشمند ہین ہم آپکو خراج سال بسال بھیجتے رہینگے اور آپکے خلفا کی اطاعت کرنی ہمارا فرض ہوگا
عمرو بن العاص نے انہین انکے مذہب پر رہنے کی آزادی دیدی اور باہم معاہدہ ہوگیا عمرو بن العاص کی
پرشوق طبیعت اسے ایک جگہ چین نہ لینے دیتی تھی اس فیصلہ کے بعد سے چند روز یہی یہان آرام نہین لیا اور
سیدہا اسکندریہ کی طرف روانہ ہوگیا جو آجکل مصر کا دارالخلافہ تھا عمرو بن العاص کے پاس گو بمقدار فوج
نہ تھی پھر بھی وہ ارادہ کا پورا باگین اٹھائے ہوئے اللہ اور اپنے بازو کے بھروسہ پر اسکندریہ کیطرف بڑھا
چلا جاتا تھا بمقس سے اسکندریہ تک سفر مین عمرو بن العاص نے اپنی حفاظت مصریونکی خیرخواہانہ جوش
پر منحصر رکھی۔ پل اور سڑکونکی فوراً مصریون نے مرمت کردی اور ہر منزل پر مسلمانون کیلئے اس کثرت سے رسد کا
سامان جمع کردیا تھا کہ پھر انہین کسی چیز کی ضرورت نہ رہتی تھی۔ یونانی جنکی تعداد دسبیون سے دسوان حصہ
تھی اس عالمگیر بغاوت سے مغلوب ہوگئے مجسٹریٹ یونانی اپنی عدالتون سے کافور ہوگئے اور یونانی
بشپ جون سے بھاگ کر چلے گئے اور جو کرسیان دور دراز تھین وہان وہ اپنی تجربہ کی حالت مین
گھر گئے اگر انہین سمندر رستہ نہ دیتا تو ایک بھی یونانی بچہ دسبیون کے ہاتھ سے بچکر نہ نکلتا

مسلمانونکے حملے سے پہلے مصری یونانیون سے تنگ آگئے تھے گبن لکھتا ہے کہ جب مصری مسلمانون کی حفاظت مین آئے ہین تو اسی دن سے یونانی پادریون اور رومی بشپونکے مظالم سے اُنھون نے رہائی پائی مصریون نے سینٹ سرل کا گرجہ توڑ ڈالا اور پادریون کی پاک عمارتونکی اینٹ سے اینٹ بجادی یہ موقع انتقام کا مسلمانونکی سرپرستی مین انہین بہت اچھا ملگیا کہ اُنھون نے اپنے جانی دشمنو سے مدت کے بعد انتقام لیا۔

ممفس مین جب قبطیونکے بڑے مقتدی نے جو یونانیون اور رومیونکے ظلم سے صحرانشین ہوگیا تھا عمرو بن العاص کی فتح کی خبر سنی وہ دوڑا ہوا عمرو بن العاص کے پاس آیا اور آتے ہی اسنے یہ فقرہ کہا "ہم تمہارے ممنون ہین کہ تم نے ہمین دو بھیڑیونکے پنجون سے نجات دی" پھر باہم بڑی دیر تک باتین ہوتی رہین عمرو بن العاص کہتا ہے مین نے ایسا خلیق اور شائستہ پادری اپنی عمر مین نہین دیکھا۔ اسکا نام بنجمین تھا۔

بلندی مصر کے صوبون سے یونانیونکی مفروری نے جزیرہ ڈلٹا مین ایک قوی لشکر جمع کرنیکا موقع دیا نیل کے فطری اور صنوعی نالیون اور دھاردن نے مدافعت کیلئے مضبوط مقامات کا سلسلہ قایم کر رکھا تھا اسکندریہ کا رستہ بائیس دن مین مسلمانون نے تلوارون سے صاف کردیا جو دستہ یا دشمن کی پلٹن مقابلہ مین آئی وہی تیغ کی گئی اسکندریہ کا دھاوا اور اسکا محاصرہ مسلمانونکی تاریخ مین مشہور واقعہ ہے۔ دنیا کا پہلا تجارتی شہر طرح طرح کی فصیلون اور بڑی بڑی گہری کھائیونسے محفوظ تھا۔ بظاہر اسکی صورت غیر قابل فتح معلوم ہوتی تھی۔ سکندر نے جب اس شہر کی بنیاد ڈالی تھی اس کی حفاظت اِس استواری سے کی تھی کہ کوئی دشمن یکایک اس پر قبضہ نہ کرسکے۔ وہ بیشمار باشندے جنکے حقوق کو اسکندریہ مین بڑی فراخی کے ساتھ وسعت تھی انمین سے ہر شخص شمشیر بدست تھا اور مسلمانونکے خلاف جنگ کرنیکو تیار تھا سمندر کا رستہ ہمیشہ سے

کھلا ہوا تھا۔ اتنے مین ہرقل دوبارہ بیدار ہوا اور اپنی سلطنت کے دوسرے دار الخلافہ کو بچانے کے لئے اس نے کئی جہاز لشکر جرار سے بھرے ہوئے اسکندریہ کی حفاظت کیلئے روانہ کئے۔ یہ وہ بحری فوج تھی جسپر تمام سلطنت قسطنطنیہ کو ناز تھا۔ دس میل چوکور زمین مین یونانیونکی فوجین پڑی پڑی تھین۔

مگر اس زاویہ قایمہ بنانیوالے مربع کی مستطیلی دو طرفین سمندر اور جبل میریوٹس سے ڈھکی ہوئی تھین اور اسکی ہر تنگ انتہا کے آگے دس فرسنگ سے زیادہ زمین نہ تھی عربون کی لاثانی کوشش اور جانبازیان صرف دین خدا کی اشاعت اور مظلومین کا انتقام لینے پر منحصر تھین اس امر کا یقین تھا کہ خدا نے ہمین مظلومین کی سرپرستی کیلئے پیدا کیا ہی اور انکی حمایت کرنی ہمارے فرائض مین داخل ہی حضرت عمر کی آنکھین مدائن سے شہر اور لشکر گاہ کی طرف برابر لڑ رہی تھین گو بظاہر آپکے آگے اسقدر عرصہ حائل تھا پھر بھی شب و روز کی خبرون نے ان تمام حائل چیزون کو گویا اڑا دیا تھا اور اب مدینہ سے بخوبی شہر اسکندریہ اور اسکے لشکر گاہ کو دیکھ سکتے تھے اسکندریہ کی مظلومین کی آہ و زاری کی دردناک صداؤن نے حضرت عمر کے رحم کو جنبش دی اور پھر اشارہ ہوتے ہی فلسطین سے عمرو بن العاص روانہ ہوا۔ اس پاک جنگ کا مفہوم بے زادون و مصیبت زدون کی حمایت تھا۔

مسلمان اسکندریہ کی دیوارون کے نیچے آپڑے تھے روزمرہ جنگ ہوتی تھی اور کوئی نتیجہ طرفین کو حاصل نہوتا تھا اسکندریہ والے مسلمانون کی جانبازی دیکھ رہے تھے کہ کیسے ہوم وہام سے لڑ رہے ہین اور نہین ایسے زبردست قلعہ کے فتح کر لینے کی کتنی امیدین ہین جتنے مورچے اسکندریہ والون نے قلعہ کے باہر بنائے تھے وہ سب مسلمانونکے قبضہ مین آگئے اور وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے خاص قلعہ مین جاکر محصور ہو گئے عمرو بن العاص کی بے محابا دلیری

فتح مین اتنی دیر ہونے سے بیجین تہی اخیر ایک دن اس نے کھائیون کو پھیلانگ کر چاہا کہ
قلعہ مین چلا جاؤن۔ یہان عمرو بن العاص کو اس کی بے دھڑک دلیری نے دھوکا دیا وہ
گرفتار شدہ صحرائی شیر کی طرح کئی دن سے بیچین ہو رہا تہا اخیر ایکدن اس نے مصمم ارادہ
کر لیا کہ آج شب کو قلعہ مین داخل ہونا چاہیے اپنے چیدہ چیدہ سپاہیون کو لیکر کہائی مین
کود پڑا اور سیدھا قلعہ کی دیوار کے بند ہن کو پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور بعد ازان خطرناک دلیری سے
معہ سپاہیونکے قلعہ مین اُتر گیا عمرو بن العاص کی خطرناک شجاعت نے اسے بہی دھوکا
دیا تہا کہ وہ آدمی زیادہ نہ لیگیا۔ وہان ایک لکھ سے زیادہ بہرے پڑے تھے ان حملہ آورون
کی جنکا شمار صرف انگلیون پر تہا داد نہ گئی وہ وہان سے پسپا کر دیئے گئے صرف عمرو بن العاص
اور ان کا ایک غلام اور ایک ساتہی گرفتار ہو گئے۔ عمرو بن العاص کو یہ خیال نہ رہا
کہ مین کہڑا کہان ہون اور میری کیا حالت ہی آپنے اسی سردارانہ جوش اور اپنی سپاہ سالاری
کی ہوا مین کڑک کر بولا اور کچہہ توہین آمیز الفاظ منہ سے نکالے۔ یہ سنتے ہی ایک یونانی
نے گردن اُڑانے کیلئے تبر اُٹہایا ہی تہا کہ عمرو بن العاص کے غلام نے چالاکی سے
ایک مکا اپنے آقا کے گلے پر مارا اور کہا تو بہی بڑا بے ادب ہی اس آتش زبانی سے تجہے کیا
سروکار تو معمولی ایلچی ہی۔ رموز مملکت خاص خسروان دانند جو تجہے کہنا ہو اپنے آقا کے ہمسروں کے
آگے عرض کر اور پہر بہت جلد یہان سے چل کیونکہ ہمارا آقا راستہ دیکہہ رہا ہوگا یہ سنتے ہی
عمرو بن العاص نے خطرہ کے وزن کو پہچانا اور اب اس نے ایلچیون کی سی معمولی گفتگو کی سو قوقف
یونانی دہوکے مین آگئے اور فوراً معمولی باتونکے بعد ان کو جانے کی اجازت دی جب عمرو بن العاص اپنے
لشکر مین پہنچگیا تو مسلمانون نے اپنے سپاہ سالار کے بچکر آنے سے بہت خوشی کے نعرے لگائے اور یونانیونکی دلی
پر قہقہے اُڑائے چودہ مہینے کے محاصرہ کے بعد مسلمان غالب ہو گئے یونانی بہی اسقدر جان توڑ کر لڑے

لڑے کہ جس کی تنہا نہین اُنہون نے مسلمانون کو اپنی بہادری کے پورے نمونے دکھا دیئے مگر اِن کی قابل توصیف بہادری مسلمانون کی تلوار کے آگے کچھہ نہ چلی اور وہ کٹ کٹ کر وہین ڈہیر ہوگئے۔ اسلامی پہریا مصر کے دارالخلافہ کے جگر مین لہلہانے لگا۔ فتح اسکندر کے بعد عمرو بن العاص نے جو نامہ حضرت عمر کو لکھا حسب ذیل ہی۔

مین نے مغرب کا بہت بڑا شہر فتح کیا۔ مین اس شہر کی خوبصورتی اور دولتمندی کی تعریف نہین کرسکتا مین یہ دیکھکر خوش ہوا کہ اِس مین چار ہزار محل چار ہزار حمام۔ چار ہزار تھیٹر اور دل لگی کے مقامات ہین۔ بارہ ہزار دُکانین غلہ ترکاری اور میوہ جات کے فروخت کرنے کی ہین علاوہ اور قومون کے چالیس ہزار یہودی آباد ہین صرف تلوارون کے منہ پر اِس شہر کو فتح کیا ہے اور دست بدست جنگ کرنے کے بعد ہم اِس خوبصورت مقام پر قابض ہوئے ہین مسلمان فتح کا پھل حاصل کرنیکے لئے تڑپ رہے ہین۔"

اِس نامہ کا حضرت عمر نے فوراً یہ جواب دیا کہ تم ہرگز لشکر کو واپس ہونیکی اجازت نہ دینا جسقدر مال ہو وہ سب محفوظ کر لیا جائے کیونکہ علامہ خلائق کے فائدہ کے کامون مین وہ صرف کیا جائیگا ہرگز کسی باشندے کو ست ستانا اور محاصل ملک کی جمع بندی ہمارے مقررشدہ قواعد کے موافق کی جائے۔ اسکندر کی موجودہ سرسبزی اور بہبودی مین کچھہ فرق نہ آئے۔" جون ہی یہ خط عمرو بن العاص کو پہنچا اِس نے فوراً خلیفہ کے خط کی تعمیل کی اور کل ہدایتون کیموافق بندوبست کر لیا۔ ہرقل نے اسکندر کے مسلمانون کے قبضہ مین چلے جانے کی خبر سنی اور کلیجہ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ گیا تمام جہان اسکی آنکھون کے آگے اندھیرا ہوگیا زمین پیرون کے نیچے سے

نکل گئی اور اسکا دل کچھ اس شکست سے کچھ ایسا سوسا گیا کہ پھر وہ پلنگ سے نہ اُٹھا اور اسکندریہ کی فتح کے سات ہفتے بعد مرض استسقا مین انتقال کر گیا۔

ہرقل کے پوتے کی ماتحتی مین جب لوگ خوراک سے عاجز ہو گئے کیونکہ انکی پرورش صرف مصر سے ہوتی تھی تو انہون نے جمع ہو کر مجبور کیا کہ یون بہو کے مرنے سے تلوار کے منہ پر مرنا بہتر ہے فوراً دارالخلافہ مصر مسلمانون سے واپس لینے کیلئے آمادہ ہو جاؤ چار برس کے عرصہ مین ایک لشکر جرار مسلمانون کو مصر سے نکالنے کیلئے پہر پر اڑاتا ہوا پہلے سمندر مین دکھائی دیا سمندر جہازون سے ایسا پٹا ہوا تھا گویا پانی مین کوئی بڑا تاپو نکل آیا ہے اور ایک شہر بتا ہے عمرو بن العاص اسوقت طرابلس ورنابیہ کی خونخوار جنگون مین مشغول تھا وہ خبر پاتے ہی جھپٹا اور اس نے قسطنطنیہ والونکا سارا جوش تلوار کے پانی سے بجھا دیا کل جہاز انکے گرفتار کر لئے گئے

اسکندریہ کا کتبخانہ

اگر یہ[1] اسکندریہ کے کتبخانہ کی قسمت پر منہ مین گھنگنیان دیلون کا تو گویا مین نے میری کتاب کے پڑھنے والے کو دھوکا دیا فاضل ابوالفرج نے اسپر اپنی رائے دی ہے عمرو بن العاص کی طبیعت اپنے اور ساتھیون کے مقابل مین ایک عجیب اور آزاد فطرت کی تھی وہ اپنے فرصت کی ساعتون مین جان سے جو بہت بڑا فلاسفر اور عالم صرف و نحو تھا باتین کیا کرتا جب اسنے سپہ سالار کا رجحان اپنی طرف دیکھا اور اسکی خلق آمیز گفتگو سے مطمئن ہوا تو یہ التماس کیا کہ یہ شاہی کتبخانہ جسپر حضور کا بھی تصرف نہین ہوا ہے مجھ بخشدیا جائے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ہمارے آگے یہ کتبخانہ ہمول ہے مسلمانونکے آگے اسکی ساری کتابین فضول ہین ضرور میری استدعا قبول ہوگی اور پھر اس کتبخانہ پر کچھ آنچ نہ آئیگی۔

عمرو بن العاص چاہتا تھا کہ اسکی استدعا قبول کر کے کتبخانہ اسے واپس دیدیا جائے لیکن اسکی یہ مجال نہ تھی کہ حضرت عمر کے حکم بغیر ذرا سی بھی کوئی بات کرنے پاتا اس نے فوراً حضرت

---

[1] اسکندریہ کے کتبخانہ کی بابت کئی رسالے اور مضمون شایع ہو چکے ہین اسلئے مین اسے زیادہ طولدینا نہین چاہتا صرف موخ عظم گبن کا قول نقل کر دیا گیا ہے جو بڑی تحقیق کے بعد لکھا گیا ہے ۱۲

عمر کی خدمت مین اسکی بابت تحریر کیا وہان سے یہ جواب آیا "اگر یونانیون کی یہ کتابین قرآنی مطالب سے مطابقت کھاتی ہین تو وہ فضول ہین ان محفوظ رکھنا بالکل غیر ضروری ہو اگر یہ ربانی احکام سے خلاف ہین تو سخت مضر ہین ان کو فوراً برباد کر دینا چاہیئے" اس حکم کی اندہی نافرمانی سے تعمیل کیگئی۔ چار ہزار حماموں مین وہ کمائے ہوئے چمڑے جنپر لکھا ہوا تہا معہ تحریری کاغذی کتابون کے تقسیم کر دیئے گئے۔ اتنی کثرت سے کتابین تہین کہ چھے مہینے تک حماموں مین ان کا ایندھن کافی ہوا جبتک ابوالفرس کے خاندان مین لاطینی زبان رہی یہ کہانی پے در پے نقل ہوتی چلی گئی اور ہر ایک طالبعلم خدا پرستی کے طیش مین علوم و فنون کی اس توہین و بیقدری اور دولت پر دانت پیستا رہا لیکن مجھے اس سے بالکل انکار ہے اور مین دعوی سے کہتا ہون کہ مسلمانون نے یہ کتبخانہ نہین جلایا۔ اسکی وجہ بہی بہت بڑی عجیب ہے پڑہو اور تعجب کرو خود موروخ کہتا ہے اور تنہا یہ رپورٹ ایک پردیسی کی جس نے چھ صدی کے اختتام پر صدود سیدیا پر لکھا جو مصریون اور عیسائیون کی خاموشی کے باعث سے زیادہ وزن رکھتا ہو ان مین سب سے زیادہ قدیمی اطریق ایوتی چیٹس ہو جس نے اسکندریہ کی فتح کی کیفیت پوری پوری لکھی ہو اسکے علاوہ حضرت عمر کا نا ملایم حکم مسلمانون کے مذہبی احکام سے متناقض پڑتا ہو وہ کھلم کھلا اسبات کا دعوے کرتے ہین کہ یہونیون کی مذہبی احکام کی کتابین اگر غنیمت مین آجائین تو کبہی نہین ضایع نکرنا چاہیئے مورخون شاعرون طبیبون فلسفیون کی کتابین بخوبی مسلمانون کے استعمال مین آسکتی ہین بنابرین مسلمانون کو کفار کی ہر چیز برباد کرنے کا جوش آیا ہوگا اسلیئے بنی عربی نے یہ حکم صادر فرمایا مین نہ تو اسکندریہ کے کتبخانہ کی تباہی کا حال بیان کرونگا اور نہ اس شعلہ کی نسبت کچہ کہونگا کہ جو قیصر نے اپنی مدافعت کے لئے روشن کیا تہا۔ نہ مین عیسائیونکے ضرر رسان تعصب کو دوہراونگا جنہون نے بت پرستی کی ایک بہت بڑی یادگار کو جڑسے اکہیڑ کر پھینکدیا

لیکن اگر ہم رفتہ رفتہ زمانہ ہنٹی ٹونس سے تھیوڈوسس پر ملاحظہ کرین تو ہم ہمعصر شہادتون کے ایک سلسلہ سے یہ پائینگے کہ شاہی محل اور سرپس کا عظیم الشان مندر جسمین چھ سات لاکھ سے کم کتابین نہ تھین۔ جو ٹولیمون کی اولوالعزمانہ کوششون کی وجہ سے کیگئی تھین شاید گرجے اور بطریقون کی جگہ اس خزانہ کتب سے دولتمند بنجاتی لیکن آرین اور مونوفی زائٹ کے بڑے بڑے علمی ڈھیر حامون کو سونپ دیئے گئے تھے ایک فلسفی اس صورت مین مسکرا کر یہ کہسکتا ہو کہ یہ کتابین آخرالامر تو انسان کے فائدہ ہی کیلئے قربان کردی گئین مین ایمانداری سے ان قیمتی کتبخانون کے برباد ہوجانے کا افسوس کرتا ہون جو رومۃ الکبریٰ کی سلطنت کے ساتھ تباہ ہوگئے۔

ایکدن جان عمرو بن العاص کو اسکندریہ کے عجایبات دکھا رہا تھا کہ ابن العاص کی نظر جلے ہوئے کھنڈرون پر پڑی جو بربادی کیحالت مین بھی اپنے بانیونکی شوکت ظاہر کررہے تھے عمرو بن العاص نے دریافت کیا کہ یہ عمارت کونسی تھی۔ کس نے بنائی اور کس نے تباہ کی؟ جان نے آنکھون مین آنسو بھر کر جواب دیا اے امیرالمومنین یہ بہت بڑا کتبخانہ تھا جسکی بنیاد ٹولیمی جنرل افواج اسکندر نے (جو گجرات پر سکندر کیساتھ پورس سے لڑا تھا اور جو بہت بڑا حکیم تھا) ڈالی تھی۔ مدت تک اسکی نسل اس کتبخانہ کو نئی نئی کتابون سے رونق دیتی رہی مین کمبخت بھی اسی کی مین ہونیکا فخر کرسکتا ہو۔ مگر چار سو برس ہونے کو آئے کہ ٹولیمی ڈیلفی گس نے باہمی ضد اور مذہبی تعصب سے اسے جلا دیا۔ یہ سنکر عمرو بن العاص کو بہت رنج ہوا اور وہ ٹھنڈا سانس بھر کر خاموش ہورہا۔ ان تمام مین شہادتون سے جو پے در پے ہمین پہنچی ہین یہ بخوبی ثابت ہوگیا کہ مسلمانون نے اس کتبخانہ کو نہین جلایا۔

غرض جب بالکلیہ مصر پر عمرو بن العاص نے قبضہ کرلیا تو اسکے انتظام کی تدبیرین عمل مین

آئین عمر سے اسکی انتظامی قابلیت اعلےٰ درجہ پر بڑہی ہوئی تہی نہایت انصاف اور روشن دماغی
سے اس نے مصر کا انتظام حضرت عمر کے مشورہ سے انجام دیا فتح جدید کے ہنگامہ اور اس سے
نجات ملنے کے عرصہ مین عربون کی تلوار اور قبطیون کی تعداد بہبودی صوبہ کیلئے نہایت نامساعد
تہی اسی لیئے اس نے یہ اعلان دیدیا جو حضرت عمر رضی اللہ کی قلم مبارک کا لکہا ہوا تہا کہ اگر
کسی عرب نے اپنے کو فاتح سمجھکر کسی مصری کو ستایا اور اسے دکھ دیا تو اسکو وہی سزا دیجائے گی جو
ایک ایسے مجرم کیلئے لائق اور شایان ہوسکتی ہو۔ قبطیون کو یہ فہمائش کردی کہ ہماری حفاظت
مین تم اسی حالت مین خوش و خرم رہ سکتے ہو کہ جب تم ہمارے خیرخواہ بنے رہو گے ایمانداری
سے ہمین سلطنت کے کامون مین جو تمہارے ملک کی بہبودی کیلئے کئے جائینگے ہماری مدد
کروگے اور ہمین اسی توقیر کی نگاہ سے دیکہو گے جسکے ہم شایان ہین۔ خدا پر ہمیشہ بہروسہ رکھو
اور خلیفہ کی اطاعت اپنے اوپر لازم کرلو اسی سے تمہاری بہبودی متصور ہو اور یہی رستہ تمہاری
ترقی کیلئے کافی ہوگا۔ ہمارے دشمنون کے تم بہی دشمن ہو اور ہمارے دوستونکے تم نیک خواہ
دوست ہو تمہین تمہاری ان وفادارانہ کوششون اور خیرخواہیون کا برابر صلہ ملتا رہیگا حضرت
عمر نے نظام مین محاصل کے یہ جابر اور بیرحم طریقہ سرشماری کا ناپسند فرمایا جیسا قسطنطنیہ کی گورنمنٹ
مین رائج تہا بلکہ بجائے اسکے نہایت منصفانہ صورت یہ نکالی کہ ملک کی ہر شاخ پر ایک خاص
محصول مقرر کردیا جس محصول کا اکثر حصہ زراعت اور پبلک منفعت کیلئے صرف کیا جاتا تہا کاشتکارون
کو خزانہ شاہی سے مدد دیجاتی تہی اور تاجرون کی دستگیری کرنے کا بہی علیحدہ فنڈ مقرر
تہا محاصل مصر کا تیسرا حصہ صرف نہرون اور پشتون کے بنانے پلون کے مرمت کرنے
یا نئے تعمیر کرنے مین صرف ہوتا تہا اور خاص رعایا کو فائدہ پہنچانے کی باتین تہین جنمین
گورنمنٹ حضرت کا کوئی فائدہ نہ تہا چونکہ حضرت عمر نے فرائض منصبی مین مخلوق کو نفع پہنچانا

فرض سمجھتے تھے اسلئے آپکا خیال دولت سے خزانہ پر کرنے کا نہ تھا محض اس برتر ذات کی غرض مخلوق اللہ کو فائدہ پہنچانے کی تھی۔ مصر کی سرسبزی نے اور حضرت عمر کے عمدہ انتظام نے عرب کے قحط زدہ ملک کو بہت کچھ سہارا دیا۔ صدہا اونٹ اور خچر غلے کے بھرے ہوئے ممفس سے مدینہ کی پرجانے دکھائی دیتے تھے۔ حتی الوسع مصریون کی ضروریات اور فائدہ رسانی کی سب چیزین مہیا کی جاتی تھین۔ صدہا نہرین تیار ہوگئین اور کثرت سے سڑکین بنائی گئین مصریون کو آزادی دیدی تھی کہ جب تمھین کسی چیز کی ضرورت ہو فوراً گورنر مصر کے ہان باقاعدہ درخواست پیش کرو اگر وہان اسکی تعمیل مین تامل ہو تو مدینہ بھیجدو اس کا فوراً انتظام کردیا جائے گا قبطیونکی آتش زبانی اور انکے دین کی تلقین کو مطلق روکا نہ گیا تھا جسطرح کہ مسجدین آزاد تھین اسیطرح گرجے بھی آزاد کردیئے گئے تھے اور جیسے ہر مسجد کے ساتھ ایک گاؤن ضرور وقف ہوا کرتا تھا اسیطرح ہر گرجے کو بھی زمین دیجاتی تھی کہ جو اپنی جمعبندی سے گرجہ کے تمام اخراجات کو بطرز احسن سنبھالے رکھتی تھی۔ پادریون کی وہ ہی عزت کیجاتی تھی کہ جو ان کی خاص مذہبی گورنمنٹ مین ممکن ہوسکتی۔

مقدمات مین صدہا فیصلے مسلمانون کے خلاف قبطیون کے موافق صادر ہوتے تھے مصری کہا کرتے تھے کہ سلطنت کیا ہے خدا کی رحمت ہے جس نے ہمین یون خوش اور آزاد دولتمند بنا دیا ہے۔ حضرت عمر نے اپنے سپاہ سالار ابن العاص کو لکھکر بھیجا کہ مصر کے آدمیون اور اس سرسبز ملک کی جغرافیائی حالت سے تم مجھے آگاہ کرو اسکے جواب مین عمرو بن العاص نے یہ نامہ حضرت عمر کی خدمت مین روانہ کیا اے امیرالمومنین مصر سیاہ زمین اور سرسبز پودون سے مرکب ہے۔ جو بجری کے پہاڑون اور سرخ ریت کے درمیان واقع ہے۔ سینا سے اگر سمندر تک کوئی گھوڑے سوار جانا چاہے تو ایک مہینہ مین پہنچ سکتا ہے۔ پہاڑیون مین سے دریا نکلتے ہین

جو اسکی سرسبزی اور بار آوری کے پورے باعث ہین اور جو چاند و سورج کی گردش اور انقلاب کی وجہ سے نکلتے اور گرتے ہین۔ جب فطرت کی سالانہ تقسیم کی نوبت آتی ہی تو وہ پانی کے منبعون اور چشمون کا قفل کھولدیتی ہی تاکہ وہ زمین کو باآور کرین دریائے نیل مصر کی مملکت کو سیراب کرتا ہوا ادہر اُدہر نکلجاتا ہے تمام کھیت اِس رَو سے لدے پھندے دکھائی دینے لگتے ہین فطرت کا چہرہ خوشنما اور صحت بخش ہوجاتا ہے اور جہانتک ایک گاؤن سے دوسرے گاؤن تک نگاہ جاتی ہی ہراہی ہرا دکھائی دیتا ہی کاشتکار اور دہقانی ایک دوسرے سے ملتے ہین اور باہم مبارکباد کہتے ہین۔ دریائے نیل کی رَو زمین کو اِس قابل بنادیتی ہی کہ اس مین بیج بخوبی پھلے پھولے اور بارآور ہو زمینداروں اور کاشتکارون کا ہجوم جب زمین کے جوتنے بونے کی طرف متوجہ ہوتے ہین محنتی چینیون کی سرگرمانہ محنت سے ان کی حالت کذائی بہت مشابہ ہی۔ ان کی دیسی سستی فطرت کے ایک سالانہ تازیانہ سے بالکل جاتی رہتی ہے جب فطرت ان سے یہ وعدہ کرتی ہی کہ اب کے سال تمہاری بہروتری ہوگی اور تمہارے کھیتو مین غلہ اور صحرا مین پھول باغون مین میوے زیادہ پیدا ہونگے۔ ان کی اُمید مین گاہے مایوسی مین بھی اپنا جلوہ کرلیتی ہی۔ لیکن وہ دولتین جو انہین گیہون۔ جو۔ چانول۔ مٹر۔ اُڑد۔ میوہ۔ درخت۔ اور سبزیون سے حاصل ہوتی ہین بے انصافی سے انہین تقسیم ہوتی ہین کہ جو محنت کرتے ہین اور جو ان کے مالک ہین موسمون کے تغیر و تبدیل کے مطابق ملک کا چہرہ پہلی موجون سے آراستہ یا چھپا یا ہوا معلوم ہوتا ہے پختہ ارادون کی سنہری فضیلین کیا ہی بھلی دکھائی دیتی ہین۔ فقط

یہ ایک مقررہ بات تھی کہ جہان کوئی ملک فتح ہوا اور فوراً اسکی پیمائش کرلی گئی اور تمام اسکی جغرافیائی حالت سے حضرت عمر کو اطلاع کی گئی۔ دوسرا خط جو عمرو بن العاص نے مصر کی

جغرافیائی اور تاریخی حالات کا لکھا تھا وہ بہت طول طویل ہی اس مین ایک ایک قطع زمین کی پیمائش اور نوعیت درج ہی آبادی کا بھی پورا تذکرہ کیا گیا ہی اور آدمیون کی نسلین اور انکے خاندانون کا حال بھی بخوبی درج ہی چونکہ آجکل مصر کی جغرافیائی حالت بچہ بچہ جانتا ہی اسلئے عمرو بن العاص کی وہ طول طویل رپورٹ نقل کرکے ناظرین کا وقت لینا نہین چاہتا۔

عمرو بن العاص نے چاہا کہ مین اپنا قیام اسکندریہ مین رکھون لیکن حضرت عمر نے یہ نہ چاہا کہ وہ چھاؤنی سے اتنی دوری پر ہو اسلئے اسے بلندی جانے کا حکم ہوا۔ عربون کے ایک گروہ نے دریائے نیل سے عبور کرکے اپنا قیام غازیہ مین کیا جو مغربی کنارہ پر واقع ہی حضرت عمر نے حکم دیا کہ اسی مغربی کنارہ پر فوراً ایک مضبوط قلعہ کی تعمیر کیجائے تاکہ وقت بے وقت کام دیسکے حکم ہونے ہی بہت جلد قلعہ بنکر تیار ہوگیا۔ لشکر اسلامیہ کی چھاؤنیان مصر کے نزدیک قرار دی گئین انکے گرد جنگی اسٹیشن بہت سے بنگئے جو تیزی سے موجودہ دار الخلافہ مصر تک پھیلتے چلے گئے یہان عمرو بن العاص نے ایک عظیم الشان مسجد کی بنیاد ڈالی جو ہنوز اپنے بانی کے نام سے مشہور ہے۔

زبیر نے عمرو بن العاص کو اسبات پر آمادہ کیا کہ حق فتح کے لحاظ سے زمین کو اپنے ساتھیون مین تقسیم کردے عمرو بن العاص نے اس سے انکار کردیا اور حضرت عمر نے زبیر کی اسبات پر توجہ نہ کی بلکہ برخلاف اسکے آپنے صاف حکم دیدیا کہ عرب ایک ایکڑ زمین کے بھی مالک نہین بن سکتے۔ جنکی زمینین کہ پشتون سے چلی آتی تھین ان ہی کو دیدی گئین یہانتک کہ عمرو بن العاص نے حضرت عمر سے اجازت چاہی کہ ایک قطع زمین پر مجھے ایک مکان بنانے کی اجازت دیجائے۔ حضرت عمر نے اسکو بھی منظور نہ فرمایا۔ اور دوسرا حکم صاف دیدیا کہ اپنی زمین پر بھی کوئی عرب قبضہ نہین کرسکتا۔ یہ حضرت عمر کی بہت بڑی حکمت تھی کہ اگر عربون کو اجازت

دیدی جاتی کہ وہ اپنے لیئے مکانات بنالیں اور زمینوں کی تقسیم ان میں ہوجاتی تو علاوہ مضرت ملک کے انکی جنگی روحیں بدل جاتیں اور پھر دیسیوں کے مانند آرام طلب ہوجاتے۔

عمرو بن العاص نے دیکھا کہ مصری اپنی زندگی تکلفانہ صورت اور عیش پسند حالت میں بسر کرتے ہیں اس لئے انکی نگاہیں عربوں کی سادہ کفایت شعاری پر اچھی نہیں پڑتیں اور وہ کسی قدر وقعت سے نہیں دیکھتے۔ عمرو بن العاص نے چاہا کہ ان کا یہ خیال مٹادیا جائے تاکہ انہیں اس امر کا یقین ہوجائے کہ عربوں کی اس سادہ زندگی پر بُرے طور سے خیال کرنا ہماری سخت نافہمی ہے۔

پہلے دن لائق سپاہ سالار نے اپنی فوج کی بدوؤں کی صحرائی طریقہ پر دعوت کی اونٹ ذبح کئے گئے اور انکا کھانا پک کے تیار ہوا جس وقت عربوں نے کھانا شروع کیا مصریوں نے نہایت تعجب سے دیکھا کہ ایسا بسا ندا کھانا ان کے حلق سے کیونکر اُترتا ہے۔ جبتک وہ کھاتے رہے نہایت تعجب سے تکتے رہے گویا اُنہوں نے کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔ دوسرے دن عمرو بن العاص نے مصریوں کے پر تکلف طریقہ پر اپنے لشکر کی دعوت کی بڑے بڑے پر تکلف کھانے پکائے گئے جنگجویوں نے ان کھانوں کو بھی اسی ذائقہ سے کھایا جیسے اپنے ہاں کے کھانے کھاتے تھے تیسرے دن بہادر جنرل نے بہت بڑی پریڈ کی اور جنگ کے قاعدہ پر لشکر کو آراستہ کیا ہزاروں مصری یہ بھی تماشہ دیکھنے آئے اس وقت بہادر جنرل نے مصریوں کے غول کی طرف مخاطب ہوکر یہ کہا "پہلے دن کی دعوت تم نے دیکھی یہ ہمارا گھر میں زندگی گزارنے کا سادا طریقہ ہے دوسرے دن کی دعوت اس امر کو ظاہر کرتی ہے کہ ہم مفتوحہ زمین کی پر تکلف چیزوں سے لطف اُٹھا سکتے ہیں اور پھر بھی ہماری وہی جنگی جستی باقی ہے۔

قبطی یہ سماں دیکھکر باہم یہ ایک دوسرے سے یہ کہتے ہوئے چلے گئے" اس سے عربوں کا صرف

یہ مطلب معلوم ہوتا ہی کہ ہم انکی تعظیماً اطاعت کریں بس ہمارے لئے یہی کافی ہے۔

حضرت عمر نے جب اپنے جنرل کی اس کارروائی کو سُنا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ملک گیری صرف قوت بازو اور دلیری ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ خداداد عقل کی بھی اسمیں ضرورت ہے اور وہ دونوں باتیں عمرو بن العاص میں موجود ہیں ایک اور عجیب و غریب واقعہ کی طرف ناظرین کی توجہ مائل کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہی کہ مصر میں جیسا کہ گبن محقق نے لکھا ہی۔ سالانہ ایک دوشیزہ لڑکی کی عیسائی دریائے نیل کو بھیٹ دیتے تھے اِن کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف اسی بھیٹ دینے سے دریا امنڈ آتا ہی۔ ہر سال ایک نوجوان خاتون کی جان ضایع ہوتی تھی۔ عمرو بن العاص کے زمانہ میں بھی اس قہرناک دن کی آمد آمد ہوئی کہ جب ایک لڑکی کو دلہنوں کے سے کپڑے اور گہنا پہنا کر دریائے نیل میں چھوڑ دیتے تھے اِس لڑکی کو عروس دریائے نیل کہتے تھے۔ عمرو بن العاص نے مصریوں کی اِس رسم کی خبر سنی اس نے فوراً ایک گارد بھیجکر منع کر دیا کہ لڑکی کبھی بھیٹ نہ جائیگی اتفاق سے دریا نہ چڑھا اور مصریوں میں بڑی پریشانی پھیلی۔ اِن بیچاروں کی سرسبزی اور بہبودی کا دارومدار جیسا کہ اوپر بیان ہوا محض دریائے نیل پر تھا باہم سرگوشیاں ہونے لگیں اور انہیں اِس امر کا پورا یقین ہوگیا کہ بھیٹ نہ دینے کا یہ سبب ہی کہ دریائے نیل کا پتہ نہیں جب مصریوں نے اِس معاملہ میں زیادہ شورش برپا کی تو عمرو بن العاص نے ساری کیفیت حضرت عمر کو لکھکر بھیجی آپنے دریائے نیل کے نام یہ رقعہ بھیجا جو بعینہٖ درج ذیل کیا جاتا ہی "از امیرالمومنین بجانب دریائے نیل۔ اگر گزشتہ زمانہ میں تو اپنی مرضی سے بہتا تھا تو اب بھی نہ جاری ہو لیکن اگر تو قوی ترین خدا کی مرضی سے بہتا تھا تو ہم اِس سے دعا کرتے ہیں کہ تیرا پانی سال گزشتہ کی طرح سیراب کرتا ہوا نکلجائے حضرت عمر نے اپنے سپاہ سالار کو لکھا کہ دریا میں اس خط کو ڈالدینا بس یہی کافی ہے۔ یہ کیا گیا اور خط ڈالتے ہی دریا خوب زور شور سے موجیں مارتا ہوا اُٹھا اور مصری ملک کو سیراب کر دیا

عمرو بن العاص نے پھر اپنی فتوحات کو مغرب کی طرف وسعت دی اور برقا کو فتح کرتا ہوا طرابلس تک پہنچگیا اور ادھر سے اُدھر تمام میدان آئینہ کر دیا۔ کوئی مخالف نہ رہا تھا جو ذرا بھی سر اُٹھا کر امن میں خلل اندازی کرتا مصر بالکلیہ مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا تھا گو حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ہرقل کے پوتے نے دوبارہ اسکندریہ کو مسلمانوں سے فتح کرنا چاہا تھا جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں لیکن انہیں ایسی سخت شکست ہی کہ پھر اسکندریہ کی طرف نگاہ کرنیکا بھی یارا نہ رہا۔

جنوبی ایران پر حملہ اور ہرمزان کا قید ہونا ۲۱ھ مطابق ۶۴۱ء

حضرت عمر کی خواہش تھی کہ مسلمانوں کی فوجیں عراق عرب کی حدود تک پہنچ جائیں ابھی اسپر خیال رجوع ہوا تھا کہ واقعات نے خود اسلامی فتوحات کی لین ڈوری بڑھانے کی اجازت دی۔

مدائن کے شمالی جانب اسلامی سرحد حلوان اور بڑے بڑے مضبوط مقامات پہاڑی سے خوب محفوظ ہو رہے تھے بشیبی عراق میں عتبہ نے پے در پے کئی مقابلوں کے بعد اپنے کو بصرہ میں قایم کر لیا تھا جہاں سے وہ خلیج فارس تک کے ملک پر بخوبی قبضہ رکھ سکتا تھا لیکن ایرانی ناظم ہنوز اہواز اور رم ہرمز میں بہت قوت سے حکومت کر رہا تھا۔ جو عتبہ سے سو میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ اسی اثنا میں علاؤ بن الحضرمی نے جو بحرین کی بغاوت فرو کرنے میں اعلےٰ درجہ کا ثابت ہوا تھا عتبہ اور سعد کی فتوحات کو عراق میں حاسدانہ نظروں سے دیکھا اور چاہا کہ میں بھی انکی سی نمود حاصل کروں ایک تنگ راستہ میں سے ہوتا ہوا سامنے والے ضلع میں پہنچا۔ علاء ابن الحضرمی نے یہ حملہ نہ صرف حضرت عمر کی خلاف مرضی کیا بلکہ آپکے اس اُصول کے خلاف بھی کیا کہ دھوکا دے کر بیخبری میں کسی ملک پر حملہ نہ کرنا چاہئے مگر علاء بن الحضرمی میں کامیاب نہ ہوا۔ فوج ایرانی کنارہ پر اُتر گئی۔ اتنے میں اصطخر سے ایرانی کچھ خبر نہ ہوئے نہ آتے ہی کوئی فوج روانہ کی لیکن کچھ زمانہ کی

فرصت دیکر وہ اصطخر سے روانہ ہوئے یہ ہنوز بیخبر تھے دشمن نے آتے ہی انکو کاٹ ڈالا۔ علاء نے ہرچند پریشان فوج کے سنبھالنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ سنبھل سکی اور آخر بڑی مشکل سے براہ خشکی بصرہ کی طرف آنا پڑا۔ بہت سی فوج دشمن نے گھیر لی۔ مسلمان ایک قلعہ میں محصور ہوگئے اس افسوسناک واقعہ کی خبر حضرت عمر کے پاس پہنچی آپنے علاء کی اس حماقت پر سخت افسوس کیا مسلمانوں کے بیگناہ ضایع ہونے پر آپکے آنسو نکل آئے اسکا علاج سوا اسکے اور کیا ہوسکتا تھا کہ فوراً عتبہ کو لکھا گیا کہ تو بہت جلد فوج لیکر محصورین کو دشمن کے ہاتھوں سے نجات دینے کے لئے پہنچ۔ یہ حکم سنتے ہی عتبہ بارہ ہزار فوج لیکر روانہ ہوا۔ ایرانی فوج سے جنگ ہوئی ایک سخت میدان کے بعد ایرانی اپنی جان بچاکر بھاگے اور مسلمان بحفاظت بصرہ واپس چلے آئے عتبہ کی فوج نے اس جنگ میں بڑا نام پایا اور حضرت عمر کے خاص شکریئے حاصل کئے۔

مسلمانوں کے بصرہ واپس چلے آنے نے ہرمزان ناظم اہواز کا دل بڑھادیا یہ وہ شخص تھا جو جنگ قادسیہ میں سے جان بچاکر بھاگ آیا تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ عربوں کی سرحدوں پر فوجکشی کروں ایک قوی فوج اس نے جمع کر رکھی تھی اور روز بروز مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے اپنی فوجیں بڑھاتا چلا جاتا تھا۔ یہ موقع اس نے حدود اسلام پر بڑھنے کا اچھا دیکھا ادھر عتبہ اسکی حرکت فوج پر تاک لگا رہا تھا۔ اسکی سرکوبی کے لئے اس نے بھی باگیں اٹھائیں۔ عتبہ کے لئے کوفہ سے مدد روانہ ہوئی اور اسکی خوش قسمتی سے بدؤں کی ایک قوم بھی اس سے آملی جو اہواز کے حوالی وجوانب میں رہتی تھی اور بصرہ والوں سے اسکا ایک خاص تعلق تھا ہرمزان سے عتبہ کا بڑا بھاری مقابلہ ہوا۔ اس بہادری سے اس نے ہرمزان پر حملہ کیا ایک خونریز مقابلہ کے بعد اسکو بیعزتی کے ساتھ پسپا ہونا پڑا اور اخیر عتبہ نے جب اسکا تعاقب نہ چھوڑا تو وہ دریائے قارون سے پار ہوکر بھاگ گیا۔ اہواز پر اسلامی پھریرا اڑا دیا گیا۔ وہاں پہنچکر اس نے التوائے

جنگ کے لئے کچھ مدت چاہی ادھر سے فوراً رخصت دی گئی۔ عتبہ نے اپنی عاقلانہ حکمت عملی سے اہواز اپنے مددگار بدوؤں کو دیدیا اپنی فتوحات میں سے اس فتح کے بعد عتبہ نے خلیفہ کی خدمت میں مرزبان کا ایک پٹکا بطور نشان فتح کے روانہ کیا۔ ایک قاصد حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے یہ التماس کیا کہ "ممالک غیر کے مسلمان آرام طلب ہوتے جاتے ہیں۔ چاندی اور سونے کی چیزوں نے انکی آنکھوں میں چکا چوند کردی ہے اس نامبارک تصدیق کے بعد حضرت عمر نے عتبہ کو لکھا۔ افسوس کی بات ہے کہ تو نے بصرہ کا ایک صحرائی بدو کو انتظام سپرد کردیا ہے۔ یہ کبھی نہ ہوگا کہ ایک صحرائی بدو صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حکومت کرے گا۔ مغیرہ بن شعبہ اس خدمت کے لئے بھیجا جاتا ہے۔

عتبہ حضرت عمر کی اجازت سے حج بیت اللہ کو روانہ ہوا وہاں سے واپس ہوتے وقت اس کا بطن النخلہ میں انتقال ہوگیا۔

عتبہ نے چونکہ بدوؤں کو اہواز کا حاکم بنادیا تھا اسلئے ان سے وہاں کی حکومت نہ سنبھل سکی اور ہرمزان نے پھر بغاوت کا جھنڈا بلند کیا اور چاہا کہ بہت جلد اہواز کو مسلمانوں کی حکومت سے آزاد کرے۔ تو بھی مسلمانوں نے اسے فاش شکست دی پھر مسلمانوں نے حضرت عمر سے آگے بڑھنے کے لئے اجازت طلب کی۔ حضرت عمر نے اس عرضی کو تو دبا رکھا اور یہ تاکیدی حکم بھیجا کہ جہاں جہاں تمہارا قبضہ ہوگیا ہے ان مقامات کو ہر طرح مضبوط کرو اور زیادہ تر کھیتوں میں آبپاشی کا کام بہت جلد شروع کردو اور نہریں کاٹ کاٹ کر کھیتوں میں پہنچاؤ۔ ہرمزان مشرق کی طرف بھاگا چلا جاتا تھا دوبارہ مسلمانوں کی طرف سے اسے پھر معافی دی گئی۔ اور اس کا تعاقب نہ کیا گیا۔ ایک دفعہ اس نے عہدنامہ کرلیا تھا کہ اب میں مسلمانوں کے خلاف کبھی ہتھیار نہ اٹھاؤں گا اس بات پر معہ فوج یہ رہا کردیا گیا تھا دوسری دفعہ اس نے

پھر سرکشی کی اسپر بھی اسے معافی دیدی اس کے بعد معلوم ہوا کہ مرو میں یزدجرد کثرت سے فوج جمع کر رہا ہے تاکہ مسلمانوں کو ایرانی حدود سے بالکل خارج کردے جب سے مسلمانوں نے مدائن فتح کیا تھا وہ اسی وقت سے تیاری جنگ میں مصروف تھا۔ یہ موقع فرصت کا اسے بہت ہی اچھا ملا تھا جو کچھ اسکی قدرت میں تھا فوج جمع کرنے میں اس نے جان لڑادی تھی۔ اس کی تیاری سے حضرت عمر بھی غافل نہ تھے آپ کو دم دم کی خبریں پہنچ رہی تھیں سخت مقابلہ کرنے کے لئے حضرت عمر بھی مستعد ہو گئے اور بصرہ کوفہ سے عظیم لشکر مہیا کرنے لگے۔ کوفہ اور بصرہ سے فوجیں جمع کرکے نعمان بن المقرن کو اسکا سرکردہ کیا۔ اور اُسے حکم دیا کہ تو ہرمزان کو سوس میں روک تاکہ اس کی فوج یزدجرد کی شاہی فوج سے نہ ملنے پائے سوس دو دریاؤں کے بیچ میں واقع تھا جس کی تھوڑی دور برف پوش پہاڑ معلوم ہو رہے تھے ہنوز یہ ایک مضبوط شہر تھا جسکا مقابلہ کرنا سخت دشوار تھا۔ اخیر ایک سخت مقابلہ اور کئی خونریز میدانوں کے بعد سوس کو فتح کر لیا۔ جہاں حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر تھی جسکی عزت اور ادب کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سپاہ سالار سے ارشاد کر دیا تھا۔ ہنوز اس مقدس مقبرہ کی وہ ہی کیفیت ہے اور اس کی وہ ہی عزت کی جاتی ہے۔

سوس میں جب ہرمزان معہ چند امرا اور رئیسان شہر کے گرفتار کر لیا گیا تو اسے حضرت عمر کی خدمت میں مدینہ روانہ کر دیا اور نعیم بن مقرن یا نعمان بن المقرن اصفہان کی طرف بڑھا اور اپنا رستہ آخکار لڑ جھگڑ کر ایران کے جگر میں کر لیا۔

جب ہرمزان اپنی شاہانہ پوشاک پہنے ہوئے مدینہ پہنچا ہے اسوقت حضرت عمر مدینہ کی مسجد میں سو رہے تھے پہلو میں درہ رکھا ہوا تھا۔ جوں ہی ہرمزان مسجد کے قریب پہنچا۔ اس نے کہا خلیفہ کہاں ہے اور اسکا جاہ و حشم اور نقیب و عصا بردار وغیرہ کہاں ہیں۔ وہ عظیم الشان سنگ مرمر کے محلوں

اور تزک و احتشام سے رہنے کا عادی تھا اسے یہ یقین تھا کہ زبردست خلیفہ اور بھی جاہ و حشم زندگی بسر کرتا ہوگا۔ ہرمزان اپنی قیمتی پوشاک اور زریں کمر باندھے ہوئے حضرت عمر کے سرہانہ کھڑا ہوگیا۔ اور جب کسی نے بتایا کہ یہی امیر ہے جو کھجور کی چٹائی پر پیوند دار کمل اوڑھے ہوئے لیٹا ہے تو اسے سخت تعجب معلوم ہوا اتنے میں حضرت عمر کی بھی آنکھ کھل گئی۔ دریافت فرمایا کہ یہ اجنبی کون شخص ہے۔ جواب آیا کہ خدا بہت بڑا قوی ہے کہ جو اسکو اور اس جیسوں کو مطیع بنا دیتا ہے یہ ہرمزان شہزادہ ہے۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ یہ زریں کپڑے اسکے اُتار لو اور عرب کی سادی پوشاک پہنا کر ہمارے سامنے لاؤ فوراً حکم کی تعمیل کی گئی اور مغیرہ ترجمان مقرر ہوا۔ ہرمزان نے اور باتیں کرنے سے پہلے پانی مانگا حکم دیا گیا کہ پانی دو اور سیر ہوکر اسے پینے دو۔ پھر ہرمزان نے عرض کیا کہ میں پانی پینے سے ڈرتا ہوں مبادا غفلت میں مجھے کوئی قتل کر ڈالے حضرت عمر نے جواب دیا جبتک تو پانی نہ پی لیگا تیری طرف کوئی آنکھ بھر کر بھی نہیں دیکھ سکتا یہ سنتے ہی ہرمزان نے پانی کو زمین پر پھینکدیا اور کہا کہ میں پانی نہیں پیتا تو نے میری جان بخشی کی ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا "تو جھوٹا ہے تیری زندگی تیری بداعمالی کا تاوان ہوچکی ہے" ایک شخص نے پاس بیٹھنے والوں میں سے کہا جب تک یہ پانی نہ پی لے اسکا قتل کرنا جائز نہیں ہے حضرت عمر نے فرمایا اس شخص نے مجھے دھوکا دیا اب میں ایسے شخص کو قتل نہیں کرسکتا جس نے فریب و دغا سے ہزارہا مومنین کی جانیں ضایع کی ہیں مگر پھر میں تجھسے یہی کہتا ہوں کہ تیری کل بداعمالیوں کا کفارہ اسلام میں داخل ہونے سے ہوسکتا ہے۔ خیر تو نے جتنے مومنین قتل کئے اور جو کچھ مسلمانوں کا نقصان کیا صرف مسلمان ہونا ان سب گناہوں کا کفارہ دیدیگا" ہرمزان نے فوراً کلمہ پڑھا اور خلیفہ کے یہ حکیمانہ الفاظ اسکے دل میں گھر کرگئے وہ فوراً مسلمان ہوگیا اور اس نے اپنی بود و باش مدینہ میں اختیار کی۔ عطائیوں کی فہرست میں اسکا نام لکھ لیا گیا اور بیس ہزار درہم ماہانہ

اسکا مقرر ہوگیا۔ اسکی تمام زریں فرد دی اور جواہر نگار کمربند اسے واپس دیدیا گیا۔

(فتح ایران) سنہ ۲۱-۲۲ھ
مطابق سنہ ۶۴۲-۶۴۳ء

فتح قادسیہ اور مدائن کے بعد مسلمان سپاہ سالار آگے بڑھنے کی اجازت مانگتے تھے لیکن حضرت عمر راضی نہ تھے اسی اثنا میں کہ یزدجرد نے بیٹھے بٹھائے چھیڑ چھاڑ شروع کردی اپنے مہیب لشکر کے بل پر اس نے مصمم ارادہ کرلیا کہ کوفہ اور بصرہ سے بھی مسلمانوں کو محروم کردیا جائے اور اگر موقع ہو تو مدینہ تک چھاپہ مارا جائے۔ حضرت عمر نے یزدجرد کی اس مستعدی پر یہ ارادہ کرلیا کہ اب کے اس سے ایک انقطاعی میدان ہونا چاہئے اور بالکل فیصلہ کرلیا جائے یزدجرد جب مدائن سے نکل کر بھاگا ہی تو اسے یہ یقین تھا کہ مسلمان مدائن کی فتح پر قانع ہوکر آگے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھینگے اور انہیں صبر آجائے گا اور اس فرصت کے زمانہ میں مجھے تیاری کرنے کا موقع ملے گا۔ خدا نے اسکی مراد دی اور اس نے اس عرصہ میں اپنی جمعیت خوب بڑھالی اور پھر ہرمزان کو اکسایا اور اسکا نتیجہ دیکھنے کیلئے آپ خاموش بیٹھ گیا جب سوس فتح ہوگیا ہرمزان گرفتار کرلیا گیا اور ناچار مسلمانوں نے اصفہان کی طرف اپنی باگیں اٹھائیں تو اب وہ بہت چونکا اور اپنی اس تدبیر کو ناکام پاکے اسکے پہلے خیال کا خاتمہ ہوگیا اس نے یہ سوچا تھا کہ ہرمزان سوس پر مسلمانوں کو روکے رکھے گا اور میں دوسری جانب سے حملہ کردونگا لیکن اسے بھی انقطاعی جنگ پر آمادہ ہونا پڑا۔ جتنے صوبوں کے گورنر تھے سب کے پاس یزدجرد نے حکمنامے بھیج دئے کہ اپنی اپنی فوجیں لیکر چلے آئیں ان میں سے بہت سے گورنر بالکل آزاد تھے لیکن اس موقع پر انہوں نے بھی ایک عام خطرہ دیکھکر یزدجرد کا ساتھ دینا قبول کیا۔ بحر خزر کے کناروں سے بحیرۂ ہند تک اور جیحون سے خلیج فارس تک جتنے گورنر صوبہ تھے سب نے فوج جمع کرکے دیمیوند میں کاویانی درفش کے نیچے لاکر کھڑی کردی۔ گویا ملک کا ملک امنڈ آیا وہ سب جانتے تھے کہ گو ہم یزدجرد سے آزاد ہیں پھر بھی ہماری سلامتی سلطنت ایران کی سلامت

رہنے پر موقوف ہی۔ اسکی خبر شیر دل سعد کو پہنچی اس نے فوراً براہ راست حضرت عمر کی خدمت میں لکھ کے بھیجا۔ ایک قاصد خبر لایا کہ فیروزان کی ماتحتی میں ایک لاکھ پچاس ہزار فوج جمع ہی وہ اسوقت ہمدان میں مقیم ہیں۔ اِن کا قصد حلوان کی طرف بڑھنے کا ہی جہاں سے وہ کوفہ پر دھاوا مارینگے کوئی کہتا تھا کہ فلاں شہزادہ کی زیر کمان ساٹھ ہزار سوار ہیں جسکا ارادہ مدائن پر قبضہ کر لینے کا ہے۔ حضرت عمر نے بذات خود یزدجرد کے مقابلہ میں جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ یہ سنتے ہی سب صحابہ خصوصاً حضرت علی مصر ہوئے کہ آپ ہرگز جنگ میں تشریف نہ لیجاویں اور اُنہوں نے وہی اعتراض پیش کیے جو پہلے کر چکے تھے اور آخر حضرت عمر نے اپنے ارادہ کو ملتوی رکھا نعمان کو حکم دیا کہ تو خجستان جاکر فوج کی مستقل کمان لے بصرہ اور کوفہ میں ایک مضبوط فوج چھوڑ کر دو رستوں سے آگے بڑھ۔ سوس کی فوج کو حکم ہوا کہ پرسی پولس کی طرف بڑھے اور وہاں کی فوجوں کو روکے رکھے کہ وہ شاہی فوجوں سے شریک نہونے پائے۔

نعمان نے حلوان پہنچکر جاسوس روانہ کردئے کہ دشمن کی خبر لائیں اُنہوں نے آکر خبر کی کہ دشمن اس میدان میں مقیم ہی جو الوند کے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہی۔ نعمان کے آگے بڑھنے کا راستہ بہت صاف ہوگیا تھا وہ حدود میں بڑھا چلا جاتا تھا آخر نہاوند کے میدان میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوگیا دشمن کی فوج سے مسلمانی لشکر ½ تھا یعنی انکی تیس ہزار فوج تھی اور فیروزان ایک لاکھ پچاس ہزار فوج لئے پڑا تھا۔ اس قلیل فوج میں بڑے بڑے جنگجو اور نامی آزمودہ کار مسلمان بھی تھے جن کے بھروسہ پر یہ مقابلہ کیا گیا تھا۔ دو دن تک معمولی نوکا جھوکی کے بعد ایرانی اپنے اپنے مورچوں میں چلے گئے اور یہاں وہ بآرام بیٹھ گئے مسلمانوں کو وقت کرنے کے لئے اِن کی یہ تدبیر کافی تھی۔ اس لڑائی جنگ سے جس کو کئی دن کا عرصہ ہوچکا تھا مسلمان گھبرا گئے اور راہ دیکھتے دیکھتے تھک گئے آخر اُنہوں نے ایسی تدبیر کرنی

چاہی جس سے دشمن مورچوں کے باہر نکل کر جنگ کرے طلحہ نے اپنی فوج کو پھرتی سے پیچھے ہٹنے کا حکم دیا ایرانی سمجھے کہ مسلمانوں کی فوج بھاگتی ہے اپنے مورچوں سے نکلکر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے ایک خونریز میدان ہوا۔ نعمان مارا گیا لیکن ایرانی تیس ہزار اپنی فوج کی لاشیں چھوڑ کر بھاگے مسلمانوں نے اِن کا تعاقب کیا اور اسّی ہزار آدمی اور بھی قتل کر ڈالے۔ فیروزان ایسی فاش شکست کھاکر ہمدان بھاگا۔ ہمدان پر بھی فتحمند مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ شاہی جواہرات اور قیمتی چیزیں جو ہمدان میں عظیم الشان آتشکدہ میں محفوظ تھیں مسلمانوں کے تصرف میں آئیں غنیمت کا شمار لاانتہا ہے دو بکس لبالب جواہرات کے بھرے ہوئے ہاتھ لگے جنہیں حضرت عمر نے اوّل ہی اوّل خزانہ مدینہ میں رکھا۔ مگر پھر آپ کو یہ خیال آیا کہ بیت المال میں رکھنا نامناسب ہے فوراً جواہرات کے فروخت کرنے کا حکم دیا۔ چالیس لاکھ درہم اِن کی قیمت جانچے گئے۔ حکم ہوا کہ اسے فروخت کر کے لشکر میں تقسیم کر دو۔

اس عظیم الشان شکست کے بعد بھی یزدجرد کی وہی کیفیت تھی اسے کسی قسم کا ہراس نہ ہوا تھا وہ اپنی قوت بڑھانے میں مصروف تھا اور جنگ کی تیاری کر رہا تھا حضرت عمر بھی اِس سے غافل نہ تھے اور خوب سمجھتے تھے کہ جتنے میدان اب تک ہو چکے ہیں اِن سے سخت ترین میدان یزدجرد سے اور ہونے والا ہے بحر خزر کے جنوب کی جنگ آور قومیں دوبارہ اسفندیار کی ماتحتی میں کام کرنے کے لئے جمع ہو رہی تھیں۔ اسفندیار اسی بدقسمت رستم کا بھائی تھا جو جنگ قادسیہ میں بعزتی سے مارا جا چکا تھا۔ اسفندیار رے کو محفوظ رکھنے کے لئے موجود تھا مسلمان برابر بڑھتے چلے جاتے تھے۔ رے پر پھر ایک بھاری جنگ ہوئی۔ اس میں مسلمانوں ہی کو فتح حاصل ہوئی اور کل شہر نے اپنے کو مسلمانوں کے رحم پر چھوڑ دیا اور وہ محفوظ ہوگئے۔ اسفندیار یہاں سے آذربائیجان بھاگ گیا وہاں بھی اسے اسی ناکامی کے ساتھ شکست ملی اب

اسفندیار نے کوئی صورت بچاؤ کی نہ دیکھکر مسلمانوں کا مطیع ہونا قبول کیا اور انکی حفاظت میں آگیا۔ رے سے یزدجرد اصفہان بھاگ گیا۔ مگر وہاں اپنا ٹھیک ٹھکانا نہ دیکھکر کرمان پناہ لینے کے لئے چلا گیا کرمان میں بھی اپنی جان کی امان نہ پائی اور آخر بلخ جاکر قرار پکڑا بلخ میں بھی اسکی دال نہ گلی اور وہ بھاگوں بھاگ مرو پہنچا اور یہاں سے خاقان چین اور ترکوں کی مدد کا خواستگار رہا۔ ترکوں نے یزدجرد کو مدد دی۔ کئی سال تک حوالے مرو میں جنگ ہوتی رہی آخر ترکوں کو بھی یزدجرد کے ساتھ فرار ہونا پڑا اور وہ جیحون کے پار اُتر گئے۔ اب یزدجرد کا نہ خزانہ رہا تھا نہ لشکر نہ شاہی محل نہ بیگمیں کچھ بھی نہ تھیں اور نہ اس میں یہ دم رہا تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کرنے کی جرأت کرتا اسکی مایوسانہ حالت غضب کی تھی۔ وہ شہنشاہ ایران سے گویا اب مصیبت زدہ شخص بنگیا تھا۔ زمین و آسمان اسے اپنا دشمن دکھائی دیتا تھا اور کوئی سہارا دینے والا نہ تھا۔ آخر حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں دنیا سے رخصت ہوا رے پر قبضہ ہوتے ہی عرب مختلف صوبوں کی طرف متوجہ ہوئے ان میں سے بہت سے صوبے گو برائے نام ماتحت ایران تھے لیکن بجائے خود وہ بہت بڑے قوی تھے ان سے جنگ کرنے کے لئے چھ فوجیں بصرہ اور کوفہ سے چھ طرف روانہ ہوئیں ہر جنگ میں مسلمانوں ہی کو فتح حاصل ہوتی چلی گئی اور تمام صوبے یکے بعد دیگرے اسلام کے زیر نگین آتے گئے اسی طرح۔ فارس۔ کرمان۔ مکران۔ سجستان۔ خراسان۔ آذربائیجان فتح کر لئے گئے تاہم یہ صوبے ہمیشہ سرکشی پر آمادہ ہوتے رہے جبتک مسلمان وہاں خود آباد نہ ہو گئے۔ مسلمانوں کے حقوق اس قدر وسیع تھے کہ پرانا ضعیف زرتشتی مذہب اسکا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ جو شخص مسلمان ہو جاتا تھا اسکے وہ ہی حقوق ہو جاتے تھے جو اس کے فاتحوں کے ہوتے تھے۔ دارالخلافہ فتح ہوتے ہی اور درفش کاویانی کے جھکتے ہی

آتش پرستوں کے بڑے بڑے خاندانوں نے اسلام قبول کرلیا۔ آتشکدے بجھا دئے گئے تھے مسجدیں بنتی جاتی تھیں۔ تہذیب یافتہ شائستہ ایرانیوں نے اسلام قبول کرکے ایک نیا رنگ اسلامی طرق کو دیدیا۔ وہ خوب جانتے تھے کہ اپنے فاتحوں سے ملکی حقوق نہیں لے سکتے جبتک مسلمان نہو جائیں۔

حضرت عمر کی خلافت کے آخری برس
سنہ ۲۳ھ مطابق سنہ ۶۴۳ء

جس زور سے حضرت عمر کی سرپرستی میں فتوحات کا ریلا بڑھا تھا اور جو شام کو نکلتا ہوا ایشیائے کوچک کی حدود تک پہنچ گیا تھا اور جس نے اتنی بڑی سلطنت ایران کو فتح کرلیا تھا اب ایک جگہ ٹھیر گیا۔ ہرقل کے مرجانے کے بعد پھر اسکے جانشینوں میں یہ قوت نہ رہی کہ وہ براہ تری یا خشکی ملک شام یا مصر پر حملہ کرتے اور مسلمانوں کے ہاتھ سے انہیں چھڑا لیتے۔ گو چند بار انہوں نے حدود پر حملے کئے لیکن انہیں ایک بھاری نقصان کے ساتھ واپس پھر جانا پڑا۔ معاویہ شام کے انتظام میں مشغول تھا اور آئندہ کسی خطرناک مہم کے لئے (مبادا رومی خود چلے آئیں یا یہیں کے باشندے باغی ہو جائیں) اپنی فوجوں کو مضبوط کر رہا تھا۔ ہر طرف امن اور صلح کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ عمرو بن العاص مستقل طور پر مصر کا گورنر بنا دیا گیا اور وہ مغرب کی طرف رفتہ رفتہ اپنی حدود کو وسعت دے رہا تھا۔ عرب کا ملک بھی اتنی عظیم جنگوں کے بعد آرام لے رہا تھا اور کہیں فوج میں جنبش نہ معلوم ہوتی تھی۔

حضرت عمر شام کے سفروں کے علاوہ مدینہ سے حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظمہ بھی روانہ ہوا کرتے تھے اپنی عادت کے مطابق آپ اس سال میں حج بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مختلف صوبوں کے گورنر بھی اسی ارادہ سے مکہ شریف میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے بھی اس بات کو پسند کیا کہ مکہ شریف کا حج کرکے مدینہ ہوتے ہوئے سب مجھے

ملکہ جائیں تاکہ ملکی منفعت کی تدبیریں کی جائیں اور خدا کی مخلوق کی آسایش کا سامان مزید برآں جو اسوقت ہی مہیا کیا جائے۔

اپنی شہادت کے کئی سال پہلے حضرت عمر نے تین ہفتے مکہ معظمہ میں قیام کیا اور کعبہ شریف کے گرد بہت بڑے میدان کو وسعت دی وہ گھر جو اس پاک عمارت کے پاس بنے ہوئے تھے اِن کو منہدم کر دیا گیا اور اِن کے مالکوں کو انکی قیمت ادا کر کے دوسری جگہ دیدی اب کعبہ شریف کے گرد ایک بڑا وسیع چوکور میدان ہو گیا جس میں ہزاروں آدمی بآرام جمع ہو سکتے ہیں۔ اگر بعض نافہموں نے اپنے گھروں کو فروخت کرنا منظور نہ کیا اور زیادہ سمجھانے سے بھی نہ مانے اِن کے گھر اُکھڑوا کر پھکوا دئے گئے اور اِن کی قیمت بیت المال میں امانت رکھدی کہ جب مالکوں کا دل چاہے وصول کرلیں وہ ستون جو حرم شریف کے گرد بطور حدود کے قائم تھے اُتروا کر دوسرے ستون ان کے گرد چڑھا دیئے گئے اور بہت سے مسافر خانے اور حاجیوں کے قیام کی جگہ بنوا دی گئیں تاکہ وہ بآرام یہاں قیام کریں اور اِدھر اُدھر پہاڑوں میں نہ بھٹکے پھریں۔

حضرت عمر کی خلافت کے ساتویں برس مدینہ کی گرد و نواح میں ایک پہاڑی میں سے آتش فشانی ہوئی حضرت عمر نے عین موقع پر پہنچکر ملاحظہ فرمایا دیکھا کہ یہ پہاڑی آتش فشان ہے پھر آپ نے پریشان باشندوں کا اطمینان کر دیا کیونکہ عربوں کو کوہ آتش فشان دیکھنے کا کبھی اتفاق نہ ہوا تھا وہ حیران تھے کہ یہ کیا بھید ہے۔

اسی سال ایک بحری مہم روانہ کی گئی کہ وہ حبش کے کناروں پر دشمن سے مقابلہ کرے گو مسلمان سمندر میں سفر کرنے کے عادی نہ تھے پھر بھی وہ بڑی بہادری سے لڑے اگرچہ انکے افسر کی غلطی سے مسلمانوں کو کامیابی نہیں ہوئی تاہم اُنہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ ہم صحرا ہی کے شیر

نہیں ہیں بلکہ سمندر کے اژدہا بھی ہیں۔

جن قابل صحابہ کو حضرت عمرؓ نے کوفہ اور بصرہ کا عامل بنایا تھا ان سے آپ کا انتظام کی طرف سے بہت اطمینان ہوگیا تھا مگر اتفاق سے عتبہ عامل بصرہ کا انتقال ہوگیا اور مغیرہؓ کے گورنر مقرر کرنے میں ذرا تامل درکار تھا۔ عامل بنانے میں صرف اسلئے تامل تھا کہ وہ کسی قدر تند مزاج مشہور تھا اور اس کی نسبت یہ بھی کہا جاتا تھا کہ اس نے بچپن میں ایک شخص کو طائف میں مار ڈالا تھا ضرورت کی وجہ سے اسکو بصرہ کا عامل مقرر کیا لیکن وہاں سے چند روز کے بعد ملزم گردانکر نکال دیا گیا اور آخر اس نے اپنی بود و باش مدینہ شریف میں اختیار کی۔

اسکی جگہ ابو موسےٰ کو عامل بصرہ مقرر کیا کہ جو غزوہ حنین میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نام پا چکا تھا اور جس نے ایلچی گری کا منصب بھی بطرز احسن ادا کیا تھا۔ کچھ دن تک ابو موسےٰ عامل بصرہ رہا اسپر بھی چند الزامات لگائے گئے تھے لیکن حضرت عمر کے آگے اس نے معقول جوابدہی کرکے اس سے بریت حاصل کی۔

کئی سال کوفہ اپنے بانی سعد کی ماتحتی میں رہا۔ مگر حضرت عمر کی خلافت کے نویں سال اس کے خلاف ایک جماعت کھڑی ہوئی اسپر طرح طرح کے الزام قائم کئے اور بعض الزامات صحیح بھی تھے سعد کی پنشن ہوگئی تھی۔ اور چند روز کے لئے عامل کوفہ ایک شخص کو نامزد کرکے پھر ابو موسےٰ کو بصرہ سے بلاکر عامل کوفہ مقرر کردیا۔ اہل کوفہ نے ایک سفارت مدینہ شریف حضرت عمر کی خدمت میں روانہ کی کہ ہم ابو موسےٰ کو اپنا عامل نہیں بناتے فوراً ابو موسےٰ کو واپس بصرہ آجانیکا حکم ہوا۔ بڑی مشکل سے یہ فیصلہ ہوا کہ مغیرہ ہی عامل کوفہ بنایا جائے کوفیوں نے اسے منظور کرلیا اور جبتک حضرت عمر کی شہادت نہیں ہوئی مغیرہ ہی عامل کوفہ رہا۔

اسی زمانہ میں حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن مسعود کو جو مکہ شریف میں ایک غلام تھا اور بعد ازاں

اپنی اعلےٰ قابلیتوں کی وجہ سے نبی اکرم کا بہت پیارا صحابی بنگیا تھا کوفہ کا خزانچی مقرر فرمایا۔
یہ قرآن کا حافظ اور مطالب قرآنی کو خوب سمجھتا تھا اس شخص میں ہر قسم کی لیاقت تھی معاملہ
فہمی کا ہنر سب میں بڑھا ہوا تھا اپنے لہجہ میں قرآن شریف کا پڑھنا بھی اسپر ختم تھا۔ بصرہ کوفہ
کی نسبت مفلس تھا۔ چونکہ اس کی آبادی بہت تھی اسلئے معمولی دولت وہاں کافی نہ تھی
حضرت عمر نے محاصل ممالک سے بصرہ میں آب پاشی اور پیمایش وتجارت وغیرہ کے ایسے محکمے
کھول دئے کہ بصرہ والوں کو دولتمند ہونے کا بخوبی موقع ملے اور وہ کوفہ سے کسیطرح کم نہ رہیں
ہر صوبہ میں کئی عدالتیں۔ فوجداری۔ دیوانی اور مال کی قائم ہوئیں ان پر وہی شخص
اعلےٰ افسر یا قاضی مقرر کیا جاتا تھا جسے مدینہ میں قابلیت کی سند ملجاتی تھی۔ عدالتی محکمہ میں
ایک قابل قاضی کام کرتا تھا اور کل محکموں کا تعلق خاص عامل کی ذات سے ہوتا تھا جو
روزمرہ عام مسلمانوں کے سامنے انتظام کی پوری کیفیت بیان کرتا رہتا تھا مگر آٹھویں دن
ایک جلسہ ہوا کرتا تھا جس میں ہر شخص کو خواہ یہودی ہو یا عیسائی انتظامی معاملات میں آزادی
سے دخل دینے کا مجاز حاصل تھا۔ حضرت عمر کا حکم تھا کہ محاصل میں عامل جو کوئی بڑا انتظام بدلنا
چاہے بغیر عامۃ خلایق کے مشورے کے نہ بدلے جنگی اور مالی دفاتر پہلے سب عامل کے تحت
میں تھے مگر حضرت عمر نے انہیں جدا جدا کرکے انپر علیحدہ علیحدہ افسر مقرر کردئے گو عامل کا اختیار
سب کچھ تھا مگر کسی کے کام میں دست اندازی نہ کرسکتا تھا ان افسروں کی موقوفی بحالی کا اختیار بھی
حضرت عمر نے اپنے ہی ہاتھ میں رکھا۔ ریاست کی طرف سے مذہبی علوم پڑھانے کیلئے معلم نوکر ہوگئے
انکی تنخواہیں خزانہ سے ملتی تھیں۔ یہ واعظ یا معلم تمام مفتوحہ ممالک میں متعین کئے گئے جو نئے
مسلموں کو قرآنی تعلیم سے مشرف کرتے اور انہیں اسلام کے اصول بتاتے۔ یہ قاعدہ بھی جاری
کیا گیا کہ جمعہ کے دن تمام دفتروں میں تعطیل ہوا کرے اور رمضان المبارک میں قرآن شریف سننے

کے لئے مسجدوں میں لوگ جمع ہوا کریں۔

حضرت عمر نے صرف دیوان یا مختلف قسم کے محکمے ہی نہیں جاری کئے بلکہ سنہ ہجری کی بھی اسی والاشان خلیفہ نے بنیاد ڈالی۔ حضرت عمر کی لاثانی عقل اور فہم سلیم کا یہ طفیل تھا کہ آج اسلام اپنے علیحدہ سنہ ہونے پر ناز کر سکتا ہی ماہ محرم کی یکم تاریخ سے آغاز سال قرار دیا۔ اس سنہ سے حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی تاریخ (مکہ شریف سے مدینہ منورہ) معلوم ہوتی ہے۔

شراب نہ پینے کی بہت تاکید تھی۔ اور حضرت عمر اپنے فرائض کی انجام دہی میں بہت سخت تھے۔ جو سزا کہ شرابی کی مقرر تھی وہ ہی ایک غریب صحرائی بدو کو دیجاتی اور وہی ایک عامل کو ملتی تھی انصاف میں کسی کی تمیز نہ کی جاتی تھی۔ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ قانون کی آنکھ میں سب برابر ہیں۔ خواہ فقیر ہو یا بادشاہ ہو جن مقدمات کا آپنے فیصلہ کیا وہ ہمارے دعوے کی کامل دلیل ہو سکتے ہیں۔

حضرت عمر کے ابتدائے زمانہ خلافت میں دمشق میں بہادر ابو عبید کو یہ خبر ہوئی کہ ایک گروہ شہریوں کا معہ شیر دل ضرار کے جو کئی خونخوار میدانوں میں نام پا چکا تھا) فلاں جگہ شراب پی رہا ہی۔ ابو عبیدہ ان کے سر پر بھی جا کھڑا ہوا اور انہیں خبر نہ ہوئی۔ ابو عبیدہ نے معہ بہادر ضرار کے ان سب کے نام لکھ لئے اس گروہ میں اکثر امیر زادے اور رئیسوں کے بچے تھے۔ اور وہ سب نام معہ اپنی رائے کے حضرت عمر کی خدمت میں روانہ کر دئے اور رائے یہ لکھی۔ ان لوگوں کو میں نے شراب پیتے ہوئے پکڑا ہی غلطی سے ان سے یہ فعل سرزد ہو گیا ہی۔ شیر دل ضرار کی خدمات کا پاس کر کے اگر سب کے ساتھ اسکو بھی معافی دیجائے گی تو عین عنایت ہو گی جوں ہی یہ خط حضرت عمر کو پہنچا آپ مارے غصہ کے آگ ہو گئے اور ان سخت الفاظ میں ابو عبیدہ کے خط کا جواب لکھا "لوگوں کا ایک مجمع کرا در انہیں سامنے بلا اور پھر یہ دریافت

کرکہ شراب کا پینا حرام ہو یا حلال اگر وہ حرام کہین تو اُنکی اتنی اتنی دُرے مارکر چھوڑدے اور جو وہ شراب کو حلال بتائین تو اُن کی گردنین اُڑا دے۔" ابو عبیدہ کو حضرت عمر کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی اور اِن سے دریافت کیا گیا اُنھون نے جواب دیا کہ ہم شراب کو حرام جانتے ہین پھر اتنی اتنی دُرے مارکر چھوڑ دے۔

ابو سفیان نے جو ۳۳ھ ہجری تک زندہ رہا ۸۸ برس کا ہوکر وفات پائی ایک آنکھ اِسکی محاصرہ طائف مین جاتی رہی تھی اور دوسری آنکھ جنگ یرموک مین ضایع ہوگئی تھی۔ نابینا ہوکر مدت تک زندہ رہا۔ اِسی عرصہ مین اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیدی تھی جسنے جنگ اُحد مین امیر حمزہ کا کلیجہ نکال لیا تھا۔ طلاق کیوجہ نہین معلوم کہ کیا ہوئی۔

حضرت عمر کی وفات ۳۳ھ ہجری
مقدسہ مطابق ۶۴۴ عیسوی

یہ حضرت عمر کی خلافت کا گیارہوان سال تھا گو عمر پوری ساٹھ برس کی ہوگئی تھی لیکن بقول میور[1] اس عمر مین بھی حضرت عمر اپنی بھاری ذمہ داریون کو اُسیوقت چستی اور مستعدی سے ادا کرتے تھے۔ اِس سال کے آخری مہینے مین آپ اُمہات یعنی ازواج مطہرات حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم حج بیت اللہ شریف کو روانہ ہوئے ابھی حج کرکے مدینہ شریف واپس آئے ہی تھے کہ قبل از وقت زمانہ خلافت ختم ہوگیا۔

مغیرہ عراق سے ایک غلام ابو لولو نامی لایا تھا بچپن مین یہ یونانیون کی قید مین عیسائی ہوگیا تھا اور جب مسلمانون نے یونانیون پر فتح پائی تو دوبارہ ابو لولو مغیرہ کا غلام بنایا گیا مدینہ مین ابو لولو اپنے آقا مغیرہ کی سرپرستی مین بڑھئی لُہار اور نقاشی کا کام کرتا تھا ایک دن ابو لولو حضرت عمر سے رستہ مین ملا اور کہا کہ اے امیر المومنین آپ میرا انصاف کرین۔ فرمایا کیا جواب دیا مغیرہ میرا آقا مجھسے میری مزدوری مین سے زیادہ حصہ لیتا ہے۔ ارشاد کیا تو

[1] وی خلافت صفحہ ۱۹۱۲ - ۱۲

اسے کتنا دیتا ہے۔ عرض کیا دو درہم روز۔ فرمایا تم جیسے کاریگر کے لئے یہ کچھ بہت زیادہ نہین ہی پھر حضرت عمر نے فرمایا مین نے سنا ہی تجھے ایسی چکی بنانی آتی ہی جو ہوا سے چلتی ہی تو مجھی بنا دیگا اس نے کچھ رکھا پھیکا ہو کر یہ جواب دیا آپکے لئے مین ایسی چکی بنا دون گا جسکی شہرت مشرق سے مغرب تک ہو جاے گی۔ یہ کہکر وہ چلا گیا حضرت نے اسکے کھڑے جواب سے یہ سمجھا کہ یہ مجھے دھمکاتا ہی۔

دوسرے دن فجر کو جب لوگ مسجد مین نماز صبح پڑھنے کیلئے جمع ہو رہے تھے پروز ابولولو کینیت پہلی جماعت مین نمازیون کے ساتھ آکر کھڑا ہو گیا۔ جماعت بندی ہو چکی تھی اور حضرت عمر نے نیت باندھکر صرف اللہ اکبر ہی کہا تھا کہ ابولولو نے آگے بڑھکر خنجر سے آپکے جسم مبارک پر مختلف جگہ گہرے گہرے زخم لگائے زخمی کرکے وہ دوڑا دو ایک کو شہید اور دو چار کو زخمی کرکے اس نے وہی خنجر اپنے کو بھی مار لیا۔ گو حضرت عمر کو گہرے زخم آئے تھے اسپر بھی اپنے دست مبارک سے عبدالرحمن کو جانماز پر نماز پڑھانے کیلئے کھڑا کر دیا۔

عبدالرحمن نے عرض کیا۔ اے امیرالمومنین کیا مجھپر یہ امانت ہمیشہ کیلئے لازم ہو گئی جواب دیا کہ نہین بخدا تو آزاد ہی جب نماز سے فارغ ہوئے حضرت عمر نے حکم دیا کہ کل مسلمانون کو جمع کرو جب سب لوگ جمع ہو گئے تو یہ فرمایا۔

جو اشخاص خلافت کے قابل ہین وہ یہ ہین۔ عبدالرحمن۔ علی۔ عثمان۔ زبیر۔ سعد۔ طلحہ۔ آجکل مدینہ مین نہین ہی تین دن تک اسکا رستہ دیکھا جاے اور پھر عام مسلمین ان چھ مین سے جسے چاہین اپنا خلیفہ منتخب کرلین۔ عبدالرحمن سن اگر تو خلیفہ نامزد ہوا تو اپنی عظیم اور وسیع ذمہ داریون کو اس حسن و خوبی سے ادا کیجو کہ کسی مسلمان کو شکایت نہو انصاف کرتے وقت اپنے پرائے امیر غریب کا امتیاز نہ کیجو۔

(یہی ہدایت سعد اور زبیر سے بھی کی) علی اگر تو خلیفہ بن گیا تو ہاشمیون کو قانون شریعت کی فضیلت سے زیادہ اور آدمیون پر افضل نہ شمار کیجو۔ عثمان اگر تو خلیفہ منتخب ہوا تو بنی اُمیہ کو چیرہ دست کرکے سلطنتون کا مالک بنا دیجو۔ اب تم جاؤ اور باہم مشورہ کرکے ایک شخص کے انتخاب پر راضی ہو جاؤ۔

یہ کہکر حضرت عمر خاموش ہو رہے تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص سے یہ فرمایا جو شخص خلیفہ منتخب ہو اسکو میری طرف سے سلام کہنا اور میری یہ وصیت اسے سنا دینا کہ ہمیشہ اہل عرب سے اچھا برتاؤ کرے اسلئے یقیناً یہ اسلام کی پشت پناہ ہین وہ یک جو وہ ان سے وصول کرے اس سے کہدیجو کہ انہین کو واپس دیدے تاکہ وہ اپنے غربا مین تقسیم کرین یہودیون اور عیسائیون سے بنی کے احکام کی مطابق اچھا برتاؤ کیا جائے انہین کسی قسم کی تکلیف نہ دیجائے وہ اپنے مذہب مین آزاد رہین اور ان کی کوئی مذہبی رسم روکی نجائے"۔ پھر آپنے خدا کیطرف ہاتھ اُٹھا کے یہ عرض کیا" اے میرے خدا مین اپنا فرض پورا کرچلا اور مین نے سلطنت اسلام نہایت امن اور مضبوطی کی حالت مین اسکے لئے چھوڑ دی جو میرے بعد خلیفہ ہوگا وہ بنی فہم کو ان کا آپ مختار ہے یہ کہکر حضرت عمر آرام لینے کیلئے لیٹ گئے۔

جب حضرت عمر کو حجرہ مین اُٹھا کر لائے ہین تو ہر گروہ کے آدمی باری باری سے آتے تھے اور زار زار روتے تھے۔ خون بہ رہا تھا اور کثرت سے بہ چکا تھا تاہم آواز مین وہی کڑاکا تھا جس سے ارادون کی سرگرمی اور طبیعت کی مستعدی پائی جاتی تھی شامی رومی ایرانی یونانی وغیرہ گروہ آتے تھے اور زار زار رو رو کر باہر چلے آتے تھے ایک شخص نے عرض کیا مجھے کچھ وصیت کیجئے فرمایا کلام الٰہی اور احادیث نبوی پر اپنا دین و ایمان رکھیو اور انپر عمل کیجو۔ اسحالت مین کہ خون نہا رہا تھا آپنے اپنے بیٹے عبداللہ سے دریافت کیا مجھے یہ چہربان نے

مارین عبداللہ نے عرض کیا یا امیرالمومنین پرویز غلام نے یہ حرکت کی فرمایا الحمدللہ کہ مین کافر کے ہاتھ سے شہید ہوا۔ پھر فرمایا کہ ام المومنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے میری طرف سے یہ دریافت کراؤ عمر اجازت چاہتا ہو کہ نبی اکرم کے پہلو مین مجھے جگہ دیجائے حضرت بی بی عائشہ نے منظور فرمالیا جب لوگ ایک ایک آکر جارہے تھے حضرت عمر کے حجرہ کی عجب کیفیت تھی اور زمانہ کا پورا آتار چڑھاؤ نظر آرہا تھا وہ خلیفہ جسنے قیصر اور کسریٰ کی سلطنتون کو زیروزبر کرڈالا تھا چاک پہلو ایک حجرہ مین پڑا ہوا ہو اور اٹھ نہین سکتا۔ مگر اسکا وہی جوش ہو وہ ہی مستعدی اور وہی جستی ہو خدا کی باتون مین اسطرح اُسے دلچسپی ہوتی ہو یہ نظارہ گو ایک معمولی معلوم ہوگا لیکن اسکی فطرت بہت گہری اور عمیق ہو۔

تین دن تک حضرت عمر زندہ رہے اس عرصہ تک صہیب نماز پڑہاتا رہا۔

آخر چوتھے دن خدا کو یاد کرتا ہوا وہ مقدس خلیفہ عالم سے رخصت ہوا شنبہ کے دن ماہ محرم مین وفات ہوئی۔

سیور لکھتا ہو اسطرح حضرت عمر نے جو اسلامی دنیا مین نبی کا خلیفہ ثانی تھا وفات پائی۔ صرف انہی دس برس مین اسکی عقل۔ دانائی۔ زیرکی صبر اور توانائی سے مصر اور شام اور ایران کی سلطنتین اسلام کے قبضہ مین آگئین۔

حضرت ابوبکر نے تو صرف صحرائی بدؤنکو مار کر مدینہ سے نکالدیا تھا لیکن حضرت عمرؓ کی خلافت مین حدود شام کو مسلمانون نے طے کرلیا۔ عمر نے اپنی خلافت صرف عرب سے شروع کی تھی لیکن وہ اپنی وفات کے وقت قسطنطنیہ کے بڑے بڑے صوبون اور ایران کی پوری سلطنت کا خلیفہ تھا اسطرفہ اور بدیہی خوش قسمتی پر بھی اس نے کبھی صحیح العقل اور عاقلانہ عدل سے تجاوز نہین کیا

۱؎ تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۱۱۵ ۔ ت دی خلافت صفحات ۱۹۹ - ۱۹۸ - ۱۹۷ - ۱۳

اور نہ عرب کی سادی سیدہی معاشرت سے قدم آگے بڑھایا۔ جب کوئی مدینہ مین غیر شخص آتا تہا تو دریافت کرتا تہا خلیفہ کہان ہین اسے وہین کسی کونہ مین بیٹھے ہوئے تنہا ملجاتے تھے سادگی اور فرض یہ دو اسکے اصولی رہنما تھے اپنی ابتدائی زندگی مین وہ بہت تند اور خونخوار مزاج رکھتے تھے اور نبی اکرم کے آخری زمانہ مین ہی دشمن سے انتقام لینے مین سب سے پیشقدمی کرتے تھے لیکن جون جون عمر بڑہی وہ زیادہ محتاط ہوتے گئے اور اب ملایمت اور رحم طبیعت مین بہت تہا کبہی عاملون اور کپتانون کا انتخاب آپنے رعایت سے نہین کیا بصرہ اور کوفہ کی گورنرون مین بدون اور قریشیون کی باہمی دلی کدورت کیوجہ سے زیادہ دقت پڑگئی تہی لیکن آپکے قوی بازون نے جو سلطنت کو سہارے ہوئے تھے ان خونخوار قومون کی رنجش کو ظاہر نہونے دیا اور کوئی شخص چون نہ کرسکا اپنے پیارے نبی کے بڑے بڑے صحابہ اپنے پاس مدینہ شریف مین رکھتے تھے ایک تو یہ وجہ تہی کہ ان مین مشورہ لینے مین مدد ملتی تہی اور دوسری وجہ یہ تہی کہ ان کی بزرگی اور اسقدر مدنظر تہا کہ کسی عہدہ پر اس خیال سے کہ یہ میرے ماتحت کہلائین گے کام کرنے کیلئے نہ بھیجتے تھے۔ درہا تہ مین لئے ہوئے وہ مدینہ شریف کی شاہراہون مین پہرتے تھے اور مجرم کو عین موقع واردات پر سزا دیتے تھے یہ مقولہ زبانزد عوام ہوگیا تہا کہ عمر کا درہ دوسرے شخص کی تلوار سے زیادہ ہیبت ناک ہے باینہمہ وہ رقیق القلب اور رحیم الطبیعت بہی بہت بڑے تھے صدہا کام رحم اور عنایتون کے آپکی حلیمی اور ہمدردی مخلوق کا کافی ثبوت دیتے ہین۔ بیواؤن اور یتیمون کی حاجتین آپنے پوری کی ہین آپ مظلوم کے حامی اور ظالم کے قاتل تھے آپ پہلے خلیفہ ہین جنہون نے امیرالمومنین کا لقب لیا۔ ایک سچا مسلمان اس مضبوط فولادی اور بے داغ خلیفہ کو وداع اسلام کہکر اسوقت ماتم کریگا جب وہ اسکے جانشینون کے پرطوفان اور خودغرضانہ سلطنت مین داخل ہوگا۔" فقط۔

حضرت عمر رضی اللہ کا حلیہ اولاد - ذاتی فضائل

محمد بن سیرین لکھتا ہے حضرت عمر کا رنگ گورا اور سرخ تھا بعض مورخ کہتے ہیں گندمی تھا لیکن عام اسی پر متفق ہیں کہ رنگ گورا اور بہت سرخ تھا۔ قد لمبا تھا پیر چکلے چوڑے تھے جب لوگوں میں چلتے تھے تو گردن سب سے نکلی ہوئی دکھائی دیتی تھی آپ کی ڈاڑھی گھنی تھی جس کو مہندی سے سرخ رکھتے تھے بازو قوی اور موٹے تھے سینہ چکلا اور کمر پتلی تھی اس شان و صورت کی وجہ سے کل پوشی ہی میں اسقدر پُر رعب صورت تھی کہ اچھے اچھے سہم جاتے تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی اور روشن تھیں۔ ناک سوتواں اور خوبصورت تھی سر پر بال کم کم تھے۔ ساٹھ برس خلافت کا زمانہ شمار ہوا ہے عمر کے بارے میں مورخوں میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ پچپن برس کی عمر میں وفات ہوئی کوئی کہتا ہے باسٹھ برس کی عمر میں آپ نے اس جہان فانی سے کوچ کیا لیکن انگریزی مورخوں نے ترسٹھ برس کی عمر لکھی ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتی ہے۔ لہذا ابھی ترسٹھ سال ہی کی عمر بتاتا ہے طبری لکھتا ہے کہ حضرت عمر نے اپنی تمام عمر میں سات شادیاں کیں تین زمانہ جاہلیت میں اور چار مسلمان ہو کر جو شادیاں کہ زمانہ جاہلیت میں کیں انکے نام یہ ہیں۔ زینب۔ ملکہ۔ قریبہ بنت امیہ المخزومی لیکن بعد ان قریبہ کو طلاق دیدی تھی مسلمان ہونیکے بعد یہ دونوں عورتیں بھی حضرت عمر سے جدا ہو گئی تھیں۔ اور اسلام کے بعد آپ نے جو نکاح کئے ان پاک خواتین کے یہ نام ہیں۔ ام حکیم جمیلہ۔ ام کلثوم و حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ از فاطمہ اور عاتکہ بنت زید یہ چار بیبیاں زمانہ وفات تک حضرت عمر نے رکھی تھیں حضرت عمر کے آٹھ صاحبزادے تھے عبداللہ عبیداللہ عاصم تین بیٹے پہلی بیویوں سے تھے اور تینوں کا نام عبدالرحمن تھا۔ ایک کو عبدالرحمن الکبریٰ کہتے تھے دوسرے کو عبدالرحمن الاوسط تیسرے کو عبدالرحمن الاصغر پکارتے تھے۔ عاصم زید اکبر زید اصغر عیاض بیٹیوں کے نام حفصہ۔ رقیہ۔ فاطمہ زینب تھے۔ ان سب اولاد میں حضرت

عمر کے صاحبزادے عبداللہ بہت بڑے محدث اور فقیہ ہوئے ہین۔ یہ پاک نہا بچہ اپنے باپ کے ساتھ ایسی حالت مین اسلام لایا تہا۔ کہ جب وہ حضرت علی کیطرح صغیر سن تہا بچہ پر باپ سے زیادہ ماں کا اثر ہوتا ہی جب حضرت عمر ایمان لائے تو زینب مطعون نے جو ابہی مسلمان نہ ہوئی تہی اس صغیر سن بچہ کو روکا لیکن نتیجہ کچہ نہوا۔

حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ اگر جنگل مین کہین بھیڑ بھیریے کی دست برد مین آکر ہلاک ہوجائے گی تو میرا خدا مجہسے دریافت کریگا کہ تو نے اسکی نگہبانی کیون نہین کی اور اسکو ہلاک کیون ہونے دیا۔ خلافت کے فرائض اور اسکی ذمہ داریون کا اتنا بوجہ تہا کہ بعض وقت حضرت عمر یہ کہنے لگتے کاش مین پیدا نہ ہوتا تو فطرت اس بوجھ کے اٹھانے کیلئے مجہی تلاش نکرتی۔

عبدالرحمن بن عوف روایت کرتے ہین کہ مین ابہی نماز عشا پڑھ ہی چکا تہا کہ حضرت عمر میرے گھر تشریف لائے مین نے عرض کیا اے امیرالمومنین تنہا اسوقت کہان فرمایا مین خاص تمہارے پاس تم سے کچہ مدد چاہنے آیا ہون۔ عرض کیا حضور ارشاد کرین مین حاضر ہون ارشاد کیا کہ ایک قافلہ کسی جگہ سے آکر فلان جگہ مقیم ہوا ہی وہ لوگ چونکہ تھکے ہوئے زیادہ ہین اسلیئے وہ قطعی سو رہینگے اگر ان کی کوئی چیز جاتی رہی چونکہ وہ فصیل مدینہ منورہ کے باہر اترے ہین مبادا کوئی صحرائی بدو قزاقی کرے تو اسکی جوابدہی مجہے کرنی ہوگی اور خدا مجہے گرفتار عذاب کریگا کہ تمرا فرض تہا تو نے کیون نہین انکی حفاظت کی تم سے صرف اسقدر مدد چاہتا ہون کہ تم بہی میرے ساتھ انکی حفاظت کرنے مین مدد دو۔

مین نے التماس کیا کہ مین بسر وچشم حاضر ہون اور پہر ہم دونون وہان پہنچے اور صبح تک پہرہ دیا وہ آدمی شب گزرنے بعد واقعی بہت غافل ہوگئے تھے صبحکو نماز کیوقت واپس تشریف لے آئے کسی نے یہ نجانا کہ امیرالمومنین نے چوکیدار کا فرض شب کو صرف ہماری حفاظت کیلئے

انجام دیا ہی۔

طبری ایک واقعہ کا بیان اور بھی لکھتا ہی چنانچہ وہ تحریر کرتا ہی زید بن اسلم روایت کرتے ہین کہ میرے والد نے ایکدن یہ ذکر کیا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے باہر جا رہے تھے مین نے عرض کیا اگر آپ اجازت دین تو بندہ بھی آپکے ہمراہ چلے ارشاد کیا چلا آ۔ مین بھی ساتھ ساتھ ہو لیا مدینہ کی فصیل کے باہر پہنچے تو دور سے ایک آگ جلتی ہوئی دیکھی حضرت عمر نے فرمایا اسلم چلکر دیکھین یہ آگ کون سلگا رہا ہے اور یہان کون آکر ٹھیرا ہوا ہی جب اس روشنی کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت تین بچون کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہی بچے رو رہے ہین۔ دیگچی چولھے پر چڑھ رہی ہی وہ عورت جو ان بچونکی ماں تھی یہ دلاسا دیتی جاتی تھی تم رو نہین یہ پک جائیگا کھا لینا اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی کہتی جاتی ہی کہ خدا عمر سے ہمارا انصاف لے کہ خود تو پیٹ بھر کر سو رہا اور مین اور میرے یہ تین بچے بھوک کے مارے تڑپ رہے ہین حضرت عمر نے اسکے اس آخری فقرہ کو سنا آپ اسکے پاس گئے اور دریافت کیا اے عصمت پناہ خاتون تو عمر کی کیون شکایت کرتی ہی اس نے جلکر جواب دیا کیا وہ اسی منہ سے خلیفہ بنا ہی کہ ہم تو یہان تڑپ رہے ہین اور وہ کھانا کھا کر خواب شیرین مین مبتلا ہوگا حضرت عمر نے دریافت کیا کہ اس دیگچی مین تو نے کیا چڑھا رکھا ہی اس نے اور بھی منہ بنا کر جواب دیا خالی پانی چڑھا رکھا ہی تاکہ ان بیتاب بھوکے بچونکو تسکین ہو اور یہ اسی امید مین کہ اب کھانا پک کر تیار ہوگا شاید صبر کرکے سو رہین یہ عورت بیچاری پردیسن تھی۔ جو بعد ازان معلوم ہوا۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر واپس آئے مین سیدھا پہلے بنئے کی دکان پر گئے رات بہت ہو چکی تھی اسلئے دکان بند تھی پھر آپ اسکے مکان پر تشریف لیگئے اسکو بھی سوتے سے دکان پر لائے دکان کھلوائی اس سے آٹا گھی وغیرہ لیا پھر گوشت والیکے ہان تشریف لیگئے وہان سے بھی عرض دکان پر لائے دکان کھلوائی اس سے آٹا گھی وغیرہ لیا پھر گوشت والیکے ہان تشریف لیگئے وہان سے بھی عرض

لہ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۱۳۔

پوٹا سامان لیکر ایک گٹھری مین باندہا اور اپنے کندھے پر اُٹھا کر اس عورت کے پاس لیچلے مین نے عرض کیا اے امیر المومنین یہ مجھے دیجیے مین کندہی پر رکھ لون فرمایا اپنے فرایض کی انجام دہی سے ہی ذمہ ہی تم میری ذمہ داریون کے بوجھ سے سبکدوش ہو۔

بڑی دور تک خود ہی اس بوجھ کو اُٹھا کر لیگئے معمول سے زیادہ آپکی رفتار مین تیزی تھی آپنے سارا سامان عورت کے آگے رکھدیا..... وہ دیکھکر خوش ہوگئی اور کہا جزاک اللہ خیراً تو مسلمانون کی خبر گیری مین احق ترہی پھر حضرت عمر نے اس خاتون سے کہا تو آٹا گوندھ مین سالن پکاتا ہون مین نے بھی اسکام مین کسی قدر آپکا ہاتہ بٹایا جب کہانا تیار ہوگیا اپنے سامنے اسکو کھلایا اور کہا تو عمر کے حق مین دعا کر وہ تیری حالت سے بیخبر تہا یہ کہکر آپ مدینہ مین تشریف لے آئے۔

جب حضرت عمر کسی کو گورنر صوبہ یا عامل کرکے روانہ فرماتے تھے تو بہت تاکید سے یہ ہدایت کردیا کرتے تھے کہ دو بہیڑون مین بھیڑیا بناکر نہین بہیجا جاتا بلکہ گوالیا بناکر روانہ کیا جاتا ہی خدا تیرے ہر پوشیدہ کام کو دیکھے گا۔ اگر تو نے اپنے آرام کیلیے کوشش کی تو سمجھ لیجو خلقت آرام سے نہین رہ سکتی تیرا آرام بہت بڑا ہی ہو کہ جس صوبہ کا تو عامل بنکر جاتا ہی وہ بآرام اپنی زندگی بسر کرے جو تیری تنخواہ ہی اسی پر قناعت کیجو بیت المال مین سے ایک پیسہ بھی نہ لیجو جس مین تیرا حق نہین ہی محتاجون اور غریبون کی ڈہونڈ ڈہونڈکر مدد کیجو خدا اور رسول کی خوشی اسی مین ہی۔

محمد بن جریر طبری روایت کرتا ہے کہ ایک شخص آہستہ آہستہ جارہا تہا۔ اسکا سر نیچا تہا اور کسی سے بات نہ کرتا تہا۔

حضرت بی بی صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ کون شخص ہی عرض کیا گیا کہ یہ ناسک یعنی مرد نیک ہی آپنے فرمایا۔ رحم اللہ عمر انہ کان ناسکا وکان اذا تکلم اسمع واذا امشی اسرع

ولذا اطلع اللہ علیہ اذا ضرب ادجہ یعنی خدا عمر پر رحم کرے کہ وہ نیک مرد تھا جب بات کرتا تھا تو آواز سے کہ سنائی دے۔ جب چلتا تھا تیز چلتا اور جب کسی کو کھانا دیتا تھا تو پیٹ بھر دیتا تھا اور جب کسی کو اسکی سزا دیتا تو درد دینے والی دیتا۔

ایک دن لوگون نے اسلم سے دریافت کیا کہ تو خزانچی حضرت عمر کیوقت مین رہچکا ہی تجھے تو خوف معلوم ہوگا کہ حضرت عمر نے کبھی بیت المال مین سے کچھ لیا۔ اسنے جواب دیا کبھی نہین ہان ایک حالت مین جب کامون کیوجہ سے اس کام نہو سکتا تھا اور دو تین وقت فاقہ سے گزر جاتے تھے تو بطور قرض کے اپنے کھانیکے موافق بیت المال مین سے لیتا تھا اور دو تین دن مین مزدوری کرکے بیت المال مین درہم رکھدیا کرتا اسکے سوا اسنے کبھی ایک درہم بھی نہین لیا۔ ایکدن آپ بازار مین تشریف لے جارہے تھے کہین اتفاق سے یاسر بن سلمہ کے پہلو سے درہ کی نوک لگ گئی حضرت عمر اپنے دل مین بہت خفیف ہوئے مگر اسوقت خاموش اپنے گھر چلے گئے چند روز کے بعد جب یاسر بن سلمہ حج بیت اللہ شریف جانے لگے تو حضرت عمر سے اجازت چاہی آپنے فوراً اجازت دیدی۔ اسی دن شب کو تین ہزار درہم لیکر یاسر بن سلمہ کے پاس گئے اور نہایت افسوس سے کہا فلان دن بھولے سے میرے درے کی نوک تیرے پہلو مین لگ گئی تھی اسکا قصاص مجھسے لے سکتا ہی مین خوش ہون اگر تو مجھے بھی اس درّے سے مارلے اور جو تو نہین مارتا تو یہ تین ہزار درہم قبول کر جو اسکا معاوضہ ہی یاسر بن سلمہ نے کہا یا امیرالمومنین مجھے تو یاد نہین کہ ایسا اتفاق کبھی ہوا تھا حضرت عمر نے فرمایا تو بھول گیا لیکن مین اپنی خطا کو نہین بھولا ہون۔ اور وہ تین ہزار درہم دیکر گھر تشریف لے آئے۔

میرے خیال مین جو کچھ مین نے شیخین کے تمدن اور امور جہانداری پر بحث کی ہی وہ بہت ہی کافی ہی لیکن مین مناسب سمجھتا ہون کہ شیخین یا اور خلفائے اسلام کی نسبت جو کچھ یورپی محققون

نے لکھا ہی وہ بھی مختصر طور پر درج کردون تاکہ معلوم ہوجائے کہ خلفاء اسلام کی نسبت یورپین کا کیا خیال ہی۔ یون تو صدہا انگریزی۔ فرانسیسی اور جرمنی کتب خلفا کے حالات مین بھری پڑی ہین لیکن مین سب سے زیادہ بہتر اور اعلےٰ درجہ کی کتاب تمدن عرب مصنفہ ڈاکٹر موسیو لیبان سے مختصر واقعات معاشرت اور فتوحات خلفا کے نقل کرتا ہون جو جتنی مختصر ہین اسیقدر جامع ہین اور وہ گویا تمام فتوحات اسلام کا خلاصہ ہین۔ فاضل محقق نے کمال کیا ہی کہ وہ واقعات جو ضخیم جلدون مین بیان ہوسکین بہت اختصار کے ساتھ چند صفحون مین لکھدیے ہین اور یقیناً ایسی جامع اور مختصر تاریخ ہونی محال ہی۔ اس مین شیخین کی معاشرت کا بھی ذکر ہی۔ اُس سچے عشق کا بھی بیان ہی جو شیخین کو حضور انور اور اسلام سے تھا اور غیر مذاہب سے اُنکی رواداری کا بھی مذکور ہی غرض اس عمدگی سے مختصر وجامع حالات لکھے گئے ہین کہ پڑھکے کئی صدی کی اسلامی شوکت اور عظمت کا نقشہ کھچ جاتا ہی اور معلوم ہوتا ہی کہ جو کچھ شیخین یا اور خلفائے اسلام نے کیا اُسکی نظیر اور قومون مین مشکل سے ملیگی۔

(ڈاکٹر صاحب موصوف کا بیان آئندہ صفحہ سے شروع ہوتا ہی۔

فتوحات صحابہ

خلفائے راشدین جس ملکی خوش تدبیری کو کام مین لائے وہ مافوق اُن کی سپاہ گری اور اُس فن حرب کے تھی جسے اُنھون نے اس آسانی سے سیکھ لیا تھا۔ شروع ہی سے اُنھین ایسی اقوام سے کام پڑا جن پر سالہا سال سے مختلف حکومتون نے نہایت بیرحمی سے ظلم کر رکھا تھا اور اِس مظلوم رعایا نے نہایت خوشی کے ساتھ اِن نئے ملک گیرون کو قبول کر لیا جنکی حکومت مین اُنھین بہت زیادہ آسایش تھی۔ مفتوح اقوام کے ساتھ جو طریقہ عمل کیا ہوا چاہیے نہایت صاف اور صریح طور پر مقرر کر دیا گیا تھا اور خلفائے اسلام نے ملکی اغراض کے مقابل مین اسلام کو ہرگز بزور شمشیر پھیلانے کی کوشش نہین کی بلکہ جو جوش اسکے کہ وہ بجبر اپنے دین کی اشاعت کرتے جیسا کہ بارہا کہا جاتا ہے وہ صاف طور پر ظاہر کر دیتے تھے کہ اقوام مفتوحہ کے مذہب و رسوم و اوضاع کی پوری طرح سے حرمت کیجائے گی اور اِس آزادی کے معاوضہ مین وہ اُن سے ایک بہت سا خراج لیتے تھے جو اُن مطلوبات کے مقابل مین جو اِن اقوام کے پرانے حکام اُن سے وصول کیا کرتے تھے نہایت کم تھا۔

کسی ملک پر فوج کشی کرنے سے پہلے عرب ہمیشہ اُن کے پاس سفیرون کے ذریعہ سے صلح کی شرائط بھیجا کرتے اور یہ شرائط جنکا ذکر الکین نے کیا ہے علی العموم اُسی قسم کی ہوا کرتی تھین جو عمرو نے ۱۸ھ ہجری مین باشندگان غزے کے سامنے جو اُسوقت محصور تھا پیش کی تھین اور یہ شرائط مصریون اور ایرانیون دونون سے کی گئی تھین وہ شرائط ذیل مین لکھی جاتی ہین۔

"ہمارے حاکم نے ہمین حکم دیا ہے کہ اگر تم قانون اسلام نہ قبول کرو تو ہم تمہارے ساتھ جنگ کرین"

پس تم بھی ہم مین ملجاؤ اور ہمارے بھائی بنجاؤ اور ہمارے منافع اور ہمارے مصلحتون مین شریک ہوجاؤ۔ اس کے بعد ہم تم سے کوئی برائی نہ کرین گے۔ لیکن اگر تم یہ کرنا نہین چاہتے تو تم ہمین اپنی زندگی تک ایک سالانہ خراج بالالتزام دیا کرو اس کے بعد ہم تمہارے بدلے تمام اُن لوگون سے لڑینگے جو تمہین ستانا چاہین یا کسی طرح تمہارے دشمن ہون اور ہم اپنے معاہدہ پر مضبوط رہینگے۔ اگر تمہین یہ بھی منظور نہین ہو تو پھر ہم مین اور تم مین بجز تلوار کے کوئی چیز نہین رہتی اور ہم تم سے اُسوقت تک جنگ کرتے رہین گے جبتک اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا نہ کرلین"

بیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عمرؓ کا اخلاق ہم پر ثابت کرتا ہو کہ ملک گیران اسلام مفتوح اقوام کے ساتھ کیسا نرم سلوک کرتے تھے اور یہ سلوک اُس مدارات کے مقابل مین جو صلیبیون نے اِسی شہر کے باشندون سے کئی صدی بعد کی نہایت حیرت انگیز معلوم ہوتا ہو۔ حضرت عمر اِس شہر مقدس مین بہت تھوڑے اشخاص کے ساتھ داخل ہوئے اور آپنے سفرونیس بطریق سے درخواست کی کہ مقامات مقدسہ کی زیارت مین آپ کے ہمراہ چلے۔ اُسی وقت حضرت عمر نے منادی کی کہ مین ذمہ دار ہون باشندگان شہر کے مال اور اُن کی عبادت گاہون کی حرمت کی جائے گی اور مسلمان عیسائی گرجون مین نماز پڑھنے کے مجاز نہونگے۔

جو سلوک عمرؓ نے مصریون کے ساتھ کیا وہ اِس سے کم نہ تھا۔ اُس نے باشندگان مصر سے وعدہ کیا کہ اُنہین پورے مذہب کی آزادی۔ پورا انصاف بلا زور رعایت اور جائداد کی ملکیت کے پورے حقوق دیئے جائینگے اور اُن ظالمانہ اور غیر محدود مطالبون کے عوض مین جو شاہنشاہان یونان اُن سے وصول کیا کرتے تھے صرف ایک سالانہ جزیہ

لیا جائے گا جس کی مقدار فی کس تقریباً دس روپیہ تھی۔ رعایائے صوبجات مین ان شرائط کو اس قدر غنیمت سمجھا کہ وہ فوراً عہد و پیمان مین شریک ہو گئے اور جزیہ کی رقم اُنھون نے پیشگی ادا کردی۔ عمال اسلام اپنے عہد پر اس درجہ مستحکم رہے اور اُنھون نے اُن رعایا کیساتھ جو ہر روز شاہنشاہ قسطنطنیہ کے عاملون کے ہاتھون سے انواع اقسام کے مظالم سہا کرتی تھین اسطرح کا عمدہ برتاؤ کیا کہ سارے ملک نے بکشادہ پیشانی دین اسلام اور زبان عربی کو قبول کرلیا۔ مین بار بار کہون گا کہ یہ وہ نتیجہ ہے جو ہرگز بزور شمشیر نہین حاصل ہو سکتا اور عربون سے پہلے جن اقوام نے مصر پر حکومت کی وہ ہرگز کامیابی نہ حاصل کرسکین۔

عربون کی ملک گیری مین ایک خاص بات ہو جو اُن کے بعد کے ملک گیرون مین ہرگز نہین پائی جاتی۔ اور اقوام نے بھی مثل بربریون (جنھون نے روم کے ملک کو فتح کیا) یا ترکون وغیرہ کے ملک گیری کی ہو لیکن اُنھون نے کبھی کوئی تمدن نہین قایم کیا اور اُن کی ساری ہمت اسیطرف مصروف رہی ہو کہ جہانتک ممکن ہو اقوام مفتوحہ کے مال سے فائدہ اُٹھائین برخلاف اسکے عربون نے قلیل زمانہ مین ایک جدید تمدن کی عمارت کھڑی کردی اور اُنھون نے ایک گروہ اقوام کو اس جدید تمدن کے ساتھ اپنے مذہب اور اپنی زبان اختیار کرنے پر آمادہ کردیا۔ عربون کی صحبت کے ساتھ ہی مصر اور ہندوستان کی سی قدیم اقوام نے اُن کا دین اُن کا لباس اُن کی طرز معیشت بلکہ اُن کا طریقہ تعمیر تک اختیار کرلیا۔ عربون کے بعد بہت اقوام نے اُنہین خطون پر حکومت کی ہو لیکن پیغمبر اسلام کی تعلیم کا اثر اسوقت تک اُن ملکون مین باقی ہو۔ کل ممالک افریقیہ و ایشیا مین مراکش سے لیکر ہندوستان تک جہان کہین عرب پہنچے ہین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنکا اثر ان ملکون مین ہمیشہ کے لئے قایم ہوگیا ہو۔ بہت سے نئے ملک گیرون نے ان ممالک کو عربونکے بعد فتح کیا ہو لیکن وہ ان سے

عربون کے مذہب اور عربون کی زبان کو ہرگز ہرگز نہ مٹا سکے اسلام کی کل مفتوحہ اقوام مین اُندلس ہی کے باشندے ایسے ہین جنھون نے اپنے کو تمدن عرب کی پابندی سے آزاد کرلیا لیکن ہمین آگے چل کر معلوم ہوگا کہ یہ آزادی اُنھون نے اپنے ملک کے شدید اور لاعلاج انحطاط کے مول خریدی۔

خلفائے راشدین جس وقت حضرت رسالتمآب نے ۶۳۲ء مین رحلت فرمائی آپکی رسالت پوری نہین ہونے پائی تھی اور انواع و اقسام کے خطرے موجود تھے جن سے خوف ہوتا تھا کہ یہ رسالت ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے وہ ملکی اتحاد جس کی بنا آنحضرت نے عربستان مین ڈالی تھی محض اتحاد دینی کے سبب سے تھا اور ممکن تھا کہ یہ اتحاد دینی آنحضرت کی وفات کے ساتھ ختم ہوجائے۔ عربون نے البتہ ایک ایسے رسول کی اطاعت کو جو من جانب اللہ اُن کی ہدایت کے لئے آیا تھا قبول کرلیا لیکن اُس رسول کے بعد کچھ ضرور نہ تھا کہ خواہ مخواہ اُس کا کوئی جانشین ہو۔ بہتیرے قبایل عرب جنھون نے اپنی فطرتی آزادی اور محکومیت کی جبلی نفرت کو ایک فرستادہ خدا پیغمبر کی خاطر سے چھوڑ دیا تھا اس پر راضی نہ تھے کہ اُس پیغمبر کے خلفا کی بھی جنکا ذکر خود پیغمبر نے کبھی نہین کیا تھا اور جنھین اُس پیغمبر کی تعلیم کو جاری رکھنے کا کوئی حق نہ تھا اطاعت کرین۔

اور بھی اسباب اس قسم کے تھے جن سے اسلام کے دبجانے کا بڑا خوف تھا حضرت رسالت مآب کی کامیابی کو دیکھکر بہتیرے مسلوب الحواس اشخاص ایسے پیدا ہوگئے جنھون نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اِن مین سے ایک شخص نے تقریباً نصف یمن کو مرتد بھی کرلیا اور اگر بعض سچے اور وفادار مسلمانون نے اُسے بطور خفیہ قتل نہ کر ڈالا ہوتا تو یمن کا بڑا خطہ دائرہ اسلام سے باہر ہوجاتا۔ اسی قسم کے ایک اور شخص نے۔ قرآن مین کچھ صوتین بڑھانے کا ارادہ کیا تھا

اور اس نے اسقدر کامیابی حاصل کی کہ خلفائے اولین کو چند روز تک اُسکا مقابلہ کرنا پڑا۔

غرض یہ ہے کہ اس نے نئے دین کو بہتیرے موانع درپیش تھے اور بیشک وہ اصحاب نبی کی خوش تدبیری ہی تھی جس نے اُنہین ان موقع پر کامیاب کیا۔ اُنہون نے خلافت کے لئے ایسے ہی اشخاص کو انتخاب کیا جن کی ساری غرض اشاعت دین محمدی تھی اور حقیقت مین پیروان اسلام کسی خلیفہ کی اطاعت نہین کر رہے تھے بلکہ اُس قانون کی اطاعت کرتے تھے جو اُن کے لئے آسمان سے اُترا تھا اور جس مین کسی قسم کا شک و شبہ نہ تھا۔

خلفائے راشدین یعنی حضرت ابوبکر (سنہ ۶۳۲ء سے سنہ ۶۳۴ء تک) حضرت عمر (سنہ ۶۳۴ء سے سنہ ۶۴۴ء تک) حضرت عثمان (سنہ ۶۴۴ء سے سنہ ۶۵۵ء تک) اور حضرت علی (سنہ ۶۵۵ء سے سنہ ۶۶۰ء تک) یہ سب حضرت رسالتمآب کے صحابہ تھے اور ان مین پیغمبر خدا کی سخت زندگی اور سادہ عادتین موجود تھین اور کسی قسم کی شان حکومت اُن مین نہ تھی حضرت ابوبکر نے اپنی وفات کے وقت کل تین چیزین چھوڑین۔ ایک جوڑا کپڑے کا جو آپ پہنتے تھے۔ ایک اونٹ جس پر آپ سوار ہوتے تھے اور ایک غلام جو آپ کی خدمت کرتا تھا۔ جین حیات بیت المال سے کل پانچ درہم روزانہ اپنے اذوقہ کے لئے لیا کرتے۔ حضرت عمر بعوض اسکے کہ افواج اسلام کی بے بہا غنیمتون مین حصہ لین محض ایک عبا کے مالک تھے۔ جس مین متعدد پیوند تھے اور آپ راتون کو مساجد کی سیڑھیون پر غربا کیساتھ سو رہا کرتے تھے۔

عربون نے نہایت بتدریج سلطنت جمہوری سے سلطنت شخصی تک ترقی کی خلفائے راشدین کے زمانہ تک ہر شخص برابر سمجھا جاتا تھا اور ایک ہی قانون سب کے لئے تھا۔

حضرت علی خلیفہ چہارم خود بنفس نفیس ایک عدالت کے سامنے مدعی بنکر آئے اور ایک ایسے شخص پر دعوی کیا جس نے آپ کی زرہ چرائی تھی جس وقت عثمان کا نصرانی بادشاہ جو مسلمان ہو گیا تھا حضرت عمر سے ملنے کیلئے آیا تو حسب اتفاق ایک عرب نے نام آنحضرت کے دھکا دیا۔ اس بادشاہ نے خفا ہو کر اسے مارا۔ عرب کی نالش پر حضرت عمر نے فیصلہ کیا کہ اگر وہ بھی بادشاہ کو مارے۔ اس پر بادشاہ نے کہا "اے امیر المومنین یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک عامی شخص بادشاہ کو ہاتھ لگائے۔" خلیفہ نے جواب دیا کہ "اسلام کا قانون یہی ہے اسلام میں نہ درجہ کی عزت ہے اور نہ ذات کی ہمارے پیغمبر کی نظروں میں سب مسلمان برابر تھے اور آنکے خلفا کی نظروں میں بھی یہی مساوات قایم رہے گی۔"

اس قسم کا مساوی انصاف زیادہ دنوں نہیں رہا اور خلفائے اسلام بھی بالآخر مثل خود مختار سلاطین کے ہو گئے۔ لیکن آجتک اس امر پر اصرار کیا جاتا ہے کہ از روئے قرآن مجید کل مسلمان آپسمیں برابر ہیں۔

اول خلیفہ اسلام حضرت ابوبکر تھے۔ جناب رسالتمآب نے انہیں ایک مرتبہ اپنے بدلے نماز پڑھانے کا حکم دیا اور یہی وجہ اُن کے انتخاب کی ہوئی۔ اس انتخاب سے کسقدر باہمی نااتفاقی پیدا ہوئی اور اس قسم کی نااتفاقیاں ہر ایک خلیفہ کے انتخاب کے وقت وقوع میں آئی گنین۔ مورخین اسلام کا بیان ہے کہ جسوقت سب صحابہ بیعت کر چکے۔ تو حضرت ابوبکر نے اُن سے کہا۔ "اے بھائیو مجھ تم پر حکومت کرنے کی خدمت سپرد ہوئی ہے اگر میں اچھا کام کروں میری اعانت کرو اور اگر میں غلطی کروں تو مجھے روکو جس شخص کے ہاتھ میں حکومت ہو اُس سے سچی بات کا کہنا عبادت ہے اور اُس سے سچ کا چھپانا معصیت میرے سامنے قوی اور ضعیف مساوی ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ہر ایک کے ساتھ بلا رو رعایت انصاف

کرون۔ اگر مین کسی وقت بھی اپنے کو حکم خدا و رسول سے منحرف کرون تو اُسی وقت تم لوگ میری اطاعت سے بری الذمہ ہو جاؤ گے"

حضرت ابوبکر کو سب سے پہلے اُن لوگون سے مقابلہ کرنا پڑا جو خلافت کے دعویدار تھے اور پھر اُن اشخاص سے جو جزیہ سے بچنا چاہتے تھے۔ بہت ہی تھوڑے دنون مین حضرت ابوبکر کو معلوم ہو گیا کہ سب سے عمدہ طریقہ اِن نا اتفاقیون کے بند کرنیکا یہ ہے کہ عربون کو ملک سے باہر اپنی جبلی جنگ و جدال کی عادت کو کام مین لانے کا موقع دیا جائے اور یہی خوش تدبیری اُن کے بعد کے خلفا نے بھی برتی اور جبتک یہ تدبیر جاری رہی اسلام برابر ترقی کرتا رہا جس روز عربون کیلئے دنیا مین کوئی ملک فتح کرنے کو باقی نہ رہا اُسی روز اُنھون نے آپسمین خانہ جنگی شروع کر دی۔

یہی خانہ جنگیان اُن کی نا اتفاقیون کی باعث ہوئین اور پھر آپس کی نا اتفاقیون نے اُنکے تنزل کی بنا ڈالی۔ فی الواقع عربون کی قوت قبل اسکے کہ اُس پر دشمنونکا اثر پڑے خود اُن کے اپنے ہاتھون سے ضایع و برباد ہو گئی تھی۔

خلیفۂ دوم حضرت عمر ہی زمانہ تھا جسمین اسلام کی بڑی ملک گیریان شروع ہوئین۔ حضرت ابوبکر کے وقت مین کئی فتوحات شام مین ہو چکی تھین لیکن ہم اوپر بیان کر چکے ہین کہ اِن ابتدائی لڑائیون مین مسلمانونکی شجاعت بہت زیادہ تھی مگر فن حرب کی واقفیت بہت کم۔ اور اسیوجہ سے جبتک اُنھون نے مثل اپنے مخالفین کے فن حرب مین تعلیم نہین پائی تھی وہ کبھی کامیاب ہوتے اور کبھی شکست کھاتے۔ حضرت عمر جسقدر عمدہ منتظم تھے اُسیقدر عمدہ سپاہ سالار بھی تھے اور اِن کا انصاف تو ضرب المثل ہے۔

مورخین اسلام لکھتے ہین کہ جسوقت حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو آپنے یہ تقریر کی "اے سامعین غور سے

سنو میری نظروں مین تم مین سے ضعیف سے ضعیف شخص سب سے قوی ہے بشرطیکہ وہ حق پر ہو اور تم مین سے قوی سے قوی شخص ضعف الناس ہو بشرطیکہ وہ ناحق پر ہو۔

فی الحقیقت مسلمانون کی سلطنت کی ابتدا حضرت عمر سے ہوئی اور جسوقت عربون کے ظلم سے شاہنشاہ ہرقل[1] شام سے بھاگ کر قسطنطنیہ مین جا چھپا تو اسے معلوم ہو گیا کہ اب دنیا کی حکومت دوسرون کے ہاتھ مین چلی گئی۔

فتوحات عرب کی مختصر تاریخ اب ہم ایک مختصر سی تاریخ بقید سنین ان جنگی واقعات کی لکھتے ہین جو اسلام کے تمدن کے زمانہ مین جس کا قیام آٹھ صدی تک رہا پیش آئے۔

سنہ ہجری کی پہلی صدی۔ خلفائے اسلام کی ابتدائی فتوحات قدیم بابل کے خطہ مین جہان ایران کی حکومت تھی اور شام مین جہان شاہنشاہ مشرق کی عملداری تھی ہوئین۔ یہ فتوحات حضرت ابوبکر کے وقت مین شروع ہوئین۔ لیکن حضرت عمر کے وقت مین جاری رہین۔ چنانچہ خود حضرت عمر بیت المقدس کی فتح کے بعد وہان آئے شام کا ملک جس مین رومیون کی سلطنت سات سو برس سے چلی آتی تھی سات برس کے اندر مسلمانون کے قبضہ مین آگیا۔

حضرت عمر کی افواج نے بہت جلد عراق عرب اور ایران کو بھی فتح کر لیا۔ اخیر بادشاہ ساسانی کو تخت سے اتار دیے اور اسکے ملک پر جو اتنے زمانہ دراز سے شاہان شاہ کی ملک چلا آتا تھا۔ قبضہ کر لینے کیلئے دو مہینے کافی ہوئے۔

مغرب مین بھی افواج اسلام نے عمر کی سپاہ سالاری مین (جو علاوہ سپاہ ہونیکے شاعر بھی تھا) بڑی کامیابی حاصل کی مصر اور نوبیہ دونون فتح ہوئے اور ۶۴۲ء مین جبکہ

[1] ہرقل کی حکومت مشرقی کا شاہنشاہ تھا اور ۶۱۰ء مین تخت پر بیٹھا پیدایش ۵۷۵ء وفات ۶۴۱ء (مترجم)

حضرت عمرؓ نے وفات پائی ملک اسلام جس کی بنیاد کو بیس سال سے زیادہ نہ گذرے تھے بہت ہی وسیع ہو چکا تھا۔

حضرت عثمانؓ جو حضرت عمرؓ کے بعد خلیفہ ہوئے اسّی سال سے زیادہ معمر تھے انہوں نے فتوحات کے سلسلہ کو جاری رکھا اور اُنکے سپاہ سالار ایران کا پورا ملک فتح کرکے قفقاز تک فوج لیگئے اور پھر ہندوستان تک جا پہنچے۔

حضرت عثمان کے بعد حضرت علی جناب پیغمبر خدا کے داماد خلیفہ ہوئے (۶۵۵ء) اور اُنکے وقت میں وہ باہمی نااتفاقیاں اور مقابلے شروع ہوئے جنکی وجہ سے کسی زمانہ میں اسلام کی حکومت معترض خطر میں آگئی تھی۔ پانچ برس کی خلافت کے بعد حضرت علی ایک شخص کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور انہیں پر ان خلفائے راشدین کا خاتمہ ہوا جو آنحضرتؐ کے صحابہ تھے۔

حضرت علی کے بعد امیر معاویہ کی خلافت شروع ہوئی (۶۶۰ء) اور خاندان خلفائے اُمیہ کی بنیاد پڑی۔ ان خلفاء نے اپنا دارالسلطنت دمشق میں قرار دیا اور سلاطین مشرقی کی شان و شوکت کی تقلید شروع کردی۔

معاویہ نے اپنی فوج افریقیہ کے شمالی حصہ میں بھیجی اور سمندر تک فتح کرنیکے بعد اُسے ایک علیحدہ ولایت قرار دیا۔ اسی زمانہ سے بارہ سو جہازوں نے بحر متوسط کا دورہ کرکے کل جزائر کو فتح کرنے کے بعد جزیرہ صقلیہ پر قبضہ کیا۔ قسطنطنیہ کا محاصرہ سات برس تک ہوا لیکن بیفائدہ۔ فوج اسلام دریائے جیحون کے پار ہوگئی اور خلیفہ کے سپاہ سالاروں نے اسلام کا جھنڈا سمرقند تک پہنچایا

معاویہ نے بیس سال کی حکومت کے بعد ۶۸۰ء میں وفات پائی لیکن اُسکے خاندان

مین ابھی خلافت سو برس تک رہنے والی تھی۔ خلفاے اُمیہ نے ملک گیری کا سلسلہ جاری رکھا اور ایشیا مین سرحد چین تک اور یورپ مین اٹلانٹک تک جا پہنچے ۷۱۲ء مین عرب بنائے جبل طارق کے پار ہوکر اندلس پہنچے اور اُسے عیسوی گاتھونکے ہاتھ سے نکالکر ایک عظیم الشان ملک بنا دیا جہان اُنکی حکومت آٹھ صدی تک قایم رہی۔

پہلی صدی ہجری کے آخر مین اسلام کا جھنڈا ہندوستان سے لیکر بحر اٹلانٹک تک اور قفقاز سے خلیج فارس تک اُڑ رہا تھا اور منجملہ عیسوی ممالک یورپ کے ایک بہت بڑا ملک اندلس کا اسلام کی حکومت مین آچکا تھا۔

سنہ ہجری کی دوسری صدی ہجرت کی دوسری صدی مین عربون کی ملک گیری کسیقدر ترقی پر رہی لیکن زیادہ تر اُنھون نے اپنے وقت کو اس عظیم الشان حکومت کے انتظام مین صرف کیا۔ فوج اسلام فرانس کے ملک مین دریاے لوار تک پہنچی لیکن چارلس مارٹل سے شکست کھاکر جنوبی فرانس مین نہ ٹھیر سکی۔ تاہم عربون کا کامل اخراج اس ملک سے شارلمین کے وقت مین ہوا۔

اسی صدی مین دارالسلطنت اسلام دمشق سے اُٹھکر بغداد مین آگیا جسے المنصور نے ۷۶۲ء مین بنا کیا تھا اور خلافت بنی اُمیہ کی جگہ پر خلافت عباسیہ قایم ہوگئی (۷۵۲ء) یہ خلفا حضرت عباس عم جناب رسالتمآب کی اولاد مین تھے۔ خاندان اُمیہ کا ہر فرد بشر بجز ایک لڑکے کے جو اتفاقاً بچ گیا اور جس نے ۷۵۶ء مین اندلس مین ایک خود مختار خلافت قایم کی قتل کر دیا گیا تھا۔

دوسری صدی کے ابتدا ہی مین حکومت اسلام نے وہ وسعت حاصل کرلی جس سے وہ آگے نہ بڑھ سکتی تھی۔ یہ حکومت اُسوقت

پیرنیز[1] و جبل الطارق سے ہندوستان تک اور سواحل بحر متوسط افریقیہ کے ریگستان تک پہنچگئی تھی۔

ایشیا کا بھی بہت بڑا حصہ عربستان کوہستانی سے ترکستان اور کشمیر سے ٹارس تک خلفائے اسلام کے زیر فرمان تھا۔ ایران فتح ہو چکا تھا۔ پادشاہ کابل اور دریائے سندھ کی گھاٹی کے کل رئیس اسلام کے خراج گزار تھے۔ یورپ مین اُندلس کا ملک اور جزائر بحر متوسط افریقیہ مین مصر اور کل شمالی حصہ قانون اسلام کا پابند تھا۔

ملک گیری کا زمانہ اب ختم ہو چکا اور انتظام کا زمانہ شروع ہوا۔ ملک گیران اسلام کی ساری توجہ تمدنی ترقی کیطرف مصروف ہوگئی اور پہلے خلفائے عباسیہ کا وہ زمانہ ہی جسمین عربون نے بڑی ترقی کی۔ اُنھون نے یونان کے علم کو اخذ کیا اور ایک بڑے تمدن کی بنیاد ڈالی جسمین ادب و علوم و فنون نہایت زور سے جلوہ نما تھے۔ ہارون رشید کے وقت مین (۷۸۶ء سے ۸۰۹ء تک) علوم و فنون و حرفت و تجارت سب نے نہایت سرعت کے ساتھ ترقی کی۔ شعرا علما اور ہر قسم کے اہل کمال اِس خلیفہ کے نام کو جسکی شوکت و عظمت کا نمونہ کتاب الف لیلہ ہی تمام قطار عالم مین پہنچایا کرتے۔ خود شاہنشاہ قسطنطنیہ اُسے خراج دیتا تھا اور شارلمین شاہنشاہ فرانس نے اُسکے پاس سفارت بھیجی تھی یہی ترقی اور سرسبزی ہارون رشید کے جانشین المامون کیوقت تک قایم رہی۔

لیکن جن وسائل کے ذریعہ سے اِس عظیم الشان حکومت کی مختلف اقوام ایک ہی سردار کے ماتحت تھین اور وہ وسایل ایسے مضبوط نہ تھے کہ زیادہ دنون ٹھیر سکتے اور ہم دیکھینگے کہ حکومت اسلام کے آگے چلکر بہت سے ٹکڑے ہوگئے جنمین سے ہر ایک خود مختار ہو گیا اور اِن ٹکڑون

[1] یہ وہ پہاڑون کا سلسلہ ہے جو فرانس اور اُندلس کے بیچ مین واقع ہوا ہے۔ مترجم

مین بھی اسلامی تمدن کا جلوہ ایک زمانہ دراز تک قایم رہا۔

وہ اسباب جو اس علیحدگی کے باعث ہوئے دوسری صدی کے اواخر ہی مین ظاہر ہو چکے تھے لیکن ان ٹکڑون کا علیحدہ ہونا تیسری صدی ہجری مین شروع ہوا۔

سنہ ہجری کی تیسری صدی۔ حکومت اسلام کے اجزا کا جدا ہونا دور کے اطراف سے شروع ہوا یعنی پہلی طبقہ مین ایک علیحدہ خلافت قایم ہوئی اور دوسری طرف ایران اور ہندوستان مین اور خود بغداد کے مشرق مین بہت سی چھوٹی چھوٹی حکومتین پیدا ہو گئین تھوڑے ہی دنون مین دارالسلطنت اسلام کے ارد گرد خود مختار بادشاہ جمع ہو گئے۔

طولون مصری نے اپنی آزادی کو خرید لیا اور ایک خاندان سلطنت کی بنا ڈالی۔ افریقیہ کا ملک بالکل مطلق العنان ہو گیا۔ اندلس مین خلفائے خود مختار کی حکومت پوری طرح سے ہو گئی۔

سنہ ہجری کی چوتھی صدی۔ مملکت اسلام کے اجزا کی علیحدگی جو مقامی خود مختار حکومتون کے قایم ہونے سے شروع ہوئی تھی اور اس صدی مین بھی جاری رہی دارالسلطنت اسلام بغداد سے اٹھکر قاہرہ پہنچا۔ اگرچہ اس قدیم حکومت گاہ مین بہت کچھ رونق تھی لیکن عربون کے تمدن کا اصلی مسکن اسوقت اندلس مین تھا۔ طلیطلہ۔ غرناطہ۔ قرطبہ کے مشہور دارالعلومون مین تمام دنیا کے طالب العلم جمع ہوئے تھے جن مین خود عیسائی یورپ کے طلاب بھی شریک تھے۔

سنہ ہجری کی پانچوین صدی۔ اس صدی مین دو بہت بڑے واقعات پیش آئے۔ یعنی پہلی جنگ صلیبی اور سلجوقی ترکون کا سلطنت اسلام مین دخیل ہونا ان کی سرگذشت یہ ہے کہ پہلے لڑائی مین قید ہو کر ترکستان سے آئے۔ اسکے بعد بغداد مین خلیفہ کے دروازہ پر ان کا

خاص پہرہ مقرر ہوا۔ اُنہون نے بتدریج قوت پکڑی اور قبضہ کیا اور اسکے بعد قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا اور تمام شام کا ملک فتح کرلیا اُنہون نے عربون کا انصاف اور رواداری کی جگہ اپنی متعصبانہ حکومت قایم کی اور مذہب عیسوی کی بالکل ممانعت کردی اور زایرین بیت المقدس پر انواع و اقسام کے ظلم کیے۔

یورپ، جو ایک مدت سے مسلمانون کی ملک گیری کو ہیبت کی نظر سے دیکھ رہا تھا اب حرکت مین آیا۔ کچھ تو پیٹر ہرمٹ[۵۱] کے وعظ نے اور کچھ پوپ اربن[۵۲] دوم کی عام دعوت نے پہلی جنگ صلیبی کی بنا ڈالی (سنہ ۱۰۹۵ء) نصرانیون کے غول کے غول فلسطین پر چڑھ دوڑے اور اُسے فتح کرلیا۔ یہانتک کہ گاڈفری بوئیان[۵۳] نے بیت المقدس مین ایک چندروزہ حکومت بھی قایم کرلی۔

اِسی صدی مین اسلامی خاندان سلطنت جزیرۂ صقلیہ سے خارج کیا گیا اور عیسائیون نے اندلس مین بھی کسی قدر کامیابی حاصل کی الفانس قسطیادی کا طلیطلہ کو لے لینا اُن فتوحات کی ابتدا ہے جنکا ظہور چار صدی بعد ہوا۔

سنہ ہجری کی چھٹی صدی نصرانیون نے جو کامیابی مشرق مین حاصل کی تھی اُس نے اُنکی جرأت بڑھادی اور سنہ ۱۱۴۷ء مین ایک دوسری جنگ صلیبی کی ابتدا ہوئی لیکن یہ جنگ اور اسکے مابعد کے کل اور حملے جو بیت المقدس کو مسلمانون سے چھین لینے کے

---

۵۱ پیٹر ہرمٹ ایک فرانسیسی راہب تھا۔ اسنے سنہ ۱۰۹۵ء مین پہلی جنگ صلیبی کی ترغیب دی اور صلیبیون کیساتھ فلسطین گیا۔ مترجم

۵۲ پوپ اربن دوم سنہ ۱۰۸۸ء مین پوپ ہوا۔ سال وفات سنہ ۱۰۹۹ء۔ مترجم

۵۳ گاڈفری بوئیان فرانسیسی ڈیوک تھا۔ اسنے سنہ ۱۰۹۹ء مین بیت المقدس کو فتح کیا اور بادشاہ بنایا گیا۔ سال پیدایش تقریباً سنہ ۱۰۶۰ء۔ سال وفات سنہ ۱۱۰۰ء۔ مترجم

لئے ہوئے ناکام رہے۔ صلاح الدین مصر کے مشہور بادشاہ نے فلسطین کو فتح کر لیا اور نصاریٰ کو بالکل خارج کر دیا۔ اگرچہ اس کے بعد ہی (۱۱۹۰ء) تیسری جنگ صلیبی ہوئی جسمیں بادشاہ فریڈرک باربروسا اور فلپ آگسٹس اور رچرڈ شیر دل کے سے بڑے بڑے بادشاہ شریک تھے لیکن پھر بھی یہ ملک صلاح الدین ہی کے ہاتھ میں رہا۔

سنہ ہجری کی ساتویں صدی۔ اِس صدی میں اور بھی کئی صلیبی جنگیں اسلام کے خلاف ہوئیں لیکن اِن سب میں یورپ کو ناکامی ہوئی چوتھی جنگ میں جو ۱۲۰۲ء میں ہوئی مسلمانوں پر حملہ کرنے کے عوض میں صلیبیوں نے عیسوی دارالسلطنت قسطنطنیہ کو لوٹا اور وہاں ایک نئی شرقی حکومت قایم کی جس کی وہی حالت ہوئی جو حکومت بیت المقدس کی اِس کے قبل ہو چکی تھی۔ اسکے بعد کی چار صلیبی جنگیں بھی بالکل ناکام رہیں۔ ساتویں جنگ میں سنٹ لوئی[۳] مقید ہو گیا اور ایک خطیر جرمانہ دینے کے بعد رہا کیا گیا۔ آٹھویں جنگ میں وہ بیچارہ تونس کی دیواروں کے نیچے طاعون سے مر گیا اگرچہ اُسے برابر یہی وہم تھا کہ اُس نے تونس کے حاکم کو عیسائی بنا لیا ہے۔

یہ اخیر جنگ صلیبی تھی۔ یورپ پر ظاہر ہو گیا کہ ابھی اس میں اسقدر قوت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرے اور اِسکے بعد فلسطین کو فتح کرنے کی کوئی اور کوشش نہیں ہوئی۔

---

[۱] صلاح الدین۔ سلطان مصر و شام۔ اِسکا خاندان کرد تھا اور یہ اپنے چچا نورالدین کے ساتھ مصر آیا۔ نورالدین مصر کا وزیر اعظم ہو گیا اور ساری حکومت اُس کے ہاتھ آگئی۔ ۱۱۷۳ء عیسوی میں اُس کے مرنے کے بعد صلاح الدین مصر کا بادشاہ ہوا اور اس نے شام کو بھی فتح کر لیا۔ ۱۱۸۷ عیسوی میں اس نے فلسطین پر چڑھائی کی اور طبریہ کے مقام پر صلیبیوں کو شکست دی۔ سال ولادت ۱۱۳۷ء سال وفات ۱۱۹۳ء مترجم ۱۲

[۲] یہ تینوں جرمنی اور فرانس اور انگلستان کے ہمعصر بادشاہ تھے۔

[۳] سنٹ لوئی۔ لوئی نہم فرانس کا بادشاہ۔ اِسکی سلطنت کا زمانہ ۱۲۲۶ء سے ۱۲۷۰ء تک تھا۔ مترجم

اسلام کا جھنڈا برابر ان مقامات مقدسہ پر اُڑتا رہا اور اسوقت تک اُڑ رہا ہے۔

جس زمانہ میں کہ عرب اپنے مغربی دشمنوں کا مقابلہ کر رہے تھے اور جس مقابلہ میں وہ پوری طرح کامیاب نکلے ایک نیا دشمن مشرق کی طرف پیدا ہو رہا تھا چنگیز خاں کے مغل تاتار کے صحراؤں سے نکلکر ایشیا کے ملکوں پر حملہ کر رہے تھے۔ اُنھوں نے چین و ایران و ہندوستان پر قبضہ کرنے کے بعد ۱۲۵۸ء میں بغداد کو فتح کیا اور اُس خاندان عباسیہ کو جسکی حکومت پانسو برس سے چلی آتی تھی تمام کر دیا۔

اگرچہ یہ مغل بھی ترکوں سے کم وحشی نہ تھے لیکن اِن میں ایک درجہ تک تمدّن کے اختیار کرنے کی صلاحیت تھی۔ عربوں کی طرح اُنھوں نے خود تو کوئی تمدّن قایم نہیں کیا لیکن انھوں نے عربوں کے تمدن کو اختیار کر لیا۔ عربی بادشاہوں کی حکومت مشرق زمین سے اُٹھ گئی لیکن اُن کا تمدن ان ممالک پر حکومت کرتا رہا۔ مشرق سے نکالے جانے کے بعد عربوں نے اپنی ساری قوت کو مصر اور اُندلس میں مجتمع کیا۔

سنہ ہجری کی آٹھویں صدی۔ آٹھویں صدی کی تاریخ ترکوں اور مغلوں کی باہمی لڑائیوں سے بھری ہوئی ہے۔ اِن میں سے ہر ایک عربوں کی حکومت مشرقی کا دعوے دار تھا خود عربوں کے لئے انحطاط کا زمانہ شروع ہو چکا تھا۔

سنہ ہجری کی نویں صدی۔ اِس میں عربوں کی حکومت اور اُنکے تمدن کا پورا اخراج اُندلس سے ہو گیا جہاں اُس نے تقریباً آٹھ سو برس قیام کیا تھا۔ ۱۴۹۲ء عیسوی میں فرڈیننڈ اُنکے اخیر دارالسلطنت غرناطہ پر قابض ہو گیا اور اُسکے بعد قتل عام اور اخراج عام کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو اُسکے جانشینوں کے وقت تک جاری رہا تیس لاکھ عرب یا تو جان سے مارے گئے یا اخراج کر دئے گئے اور وہ ساری اسلامی ترقی جسکا پرتو آٹھ سو برس سے یورپ پر جلوہ فگن

تھا ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔

سنہ ہجری کی دسویں صدی۔ اِس صدی میں عربوں کی دنیاوی حکومت کا پورا خاتمہ ہوگیا اور محض اُنکا دین اور اُنکا تمدن اور اُنکی زبان رہ گئی جو اسوقت تک مشرق میں بہت کچھ رائج ہے اُن وحشیوں کی طرح سے جنھوں نے رومیوں کو شکست دی تھی عربوں کو شکست دینے والی اقوام نے بھی یہ کوشش کی کہ اُنکے کام کو جاری رکھیں اور قسطنطنیہ کے جھنڈے پر مسیحی صلیب کی جگہ اسلام کا چاند اور ستارہ قایم ہوگیا اور اُس نے تمام عیسائی یورپ کو تہلکہ میں ڈالدیا۔ لیکن وہ ترک جنھوں نے عربوں کا ملک فتح کیا سپاہی تو اچھے تھے مگر ان میں مطلق وہ اوصاف نہ تھے جو ایک قوم کو ترقی کی حالت میں پہنچاتے ہیں۔ عربوں کے تمدن کو ترقی دینا تو علیحدہ اِن سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ جو کچھ اُنکو عربوں سے ملا تھا اُسے علی حالہ قایم رکھتے عربی مثل ہے کہ جس زمین پر سے ترک گزر جائے وہاں کوئی درخت نہیں اُگتا اور فی الواقع یہ سچ ہے۔ ہمیں اس کتاب کے ایک دوسرے باب میں معلوم ہوگا کہ ان نئے ملک گیروں کے ہاتھ سے عرب کی قدیم حکومت کی کیسی مٹی خراب ہوئی۔ (میں اس رائے سے اتفاق نہیں کرتا)

فیصلہ

دنیا کی جتنی متمدن اقوام گزری ہیں اِن میں صدہا قسم کے بادشاہ اور وزیر ہوئے لیکن کبھی یہ نہیں سنا گیا کہ صدہا سال گزرنے پر بھی اُنکے ماننے والوں میں عداوت رہی اور وہ ایک دوسرے کو بری نظروں سے دیکھتے رہیں۔ مذہبی لڑائیاں عیسائیوں میں بھی ہوئیں اور آپسمیں اس بیرحمی کا برتاؤ کیا گیا کہ ابھی تک اُسکا بیان خوف سے پڑھا جاتا ہے کیتھلک اور پروٹسٹنٹ کی لڑائیاں اور باہمی دشمنی یہ سب ہوئی اور اب بھی ہو رہی ہے لیکن یہ عداوت جو سنّی اور شیعی گروہوں میں پیدا ہوگئی کسی متمدن قوم میں نہیں دیکھی گئی۔ یہ عجیب بات ہے کہ جن صحابہ کے لئے یہ کٹا چھنی ہے وہ باہم متفق تھے

اگرچہ معاملات جہانداری یا استنباط مسائل میں اُن میں اختلاف ضرور تھا لیکن یہ اختلاف لازمہ قانون قدرت اور طبع انسانی کے موافق تھا اور ایسا اختلاف سبب ترقی انتظام اور سرسبزی ملک ہے مگر دلی عداوتیں جو ہمیشہ کم ظرف اور دنی النفس لوگوں کا خاصہ ہے نعوذ باللہ ان میں مطلق نہ تھیں اور وہ مثل سگے بھائیوں کے آپس میں ملکے رہتے تھے۔

ان میں مسائل کی بابت گفتگو بھی ہوا کرتی تھی اور بحث کو طول بھی کبھی جاتا تھا گفتگو میں گرمی اور تیزی بھی آجاتی تھی مگر صفائی قلب کی یہ کیفیت تھی کہ ادھر بحث ختم ہوئی اور پھر وہی بھائی چارہ اور محبت موجود ہے کسی قسم کی ملکی یا مسئلہ کی نسبت مخالفت اُن میں ہرگز عداوت پیدا نہ کر سکتی تھی اصل بات یہ ہے کہ صحابہ کسی متمدن اور شائستہ ملک کے رہنے والے نہ تھے نہ فرشتے اور پیغمبر تھے کہ کسی خطا اور فروگزاشت کا اُن سے احتمال ہی نہ ہوتا انمیں عرب کی وہی آتش خیز روحیں موجود تھیں اور بات بات پر بھڑک اُٹھنا یہ اُنکی معمولی معاشرت میں داخل تھا اگرچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت کا پرتو ان پر پڑ چکا تھا اور اسلام کی پوری برکتیں انہیں حاصل ہو چکی تھیں پھر بھی وہ انسان تھے اور جو انسانی لوازمات ہیں سب اُنکی ذات سے چسپاں تھے۔ یہ ممکن بلکہ یقینی ہے کہ معاملات جہانداری میں مثل اور شہنشاہان عالم کے اُنسے بھی اغلاط سرزد ہوئیں۔ بہت سی باتیں اس قسم کی کہیں جو قابل اعتراض ہو سکتی ہیں مگر اس قسم کی غلطیوں سے کسی متنفس کی ذات مبرا نہیں ہے معاملات دنیا میں خود شافع محشر شہنشاہ دوجہاں نے غلطی کی اور اس غلطی کا بیان صحیح احادیث میں موجود ہے یہ کوئی بات نہیں ہے ہم اسکے قایل ہیں کہ خواہ پیغمبر ہو یا اولیا ہو انسانی کمزوری اس کے ساتھ لگی ہوئی ہے اور جو کمزوری کہ انسان کی ذات میں قدرت کی طرف سے ودیعت ہوئی ہے وہ کبھی نہیں جا سکتی اور نہ دنیا کی کوئی قوت اُسکو کھو سکتی ہے۔ حضور انور نے کھجور والے معاملہ میں صاف فرما دیا تھا کہ اگر معاملات دنیا میں کچھ رائے دوں تو اپنی مصلحت دیکھ لو ہاں دینی معاملہ میں میری

سنو اور اسپر عمل کرو۔

جو باتیں یا غلط کاریاں شیعی کتب میں شیخین یا اور صحابہ کی بیان کی گئی ہیں اگر فرض کرلیں کہ وہ سب کی سب صحیح ہیں تو بھی یہ دیکھنا باقی رہتا ہی کہ آیا کوئی صحابی بھی ایسا ہی جو ان معائب سے بچا ہوا ہو اور اُسکی ذات کے ساتھ ان میں سے کوئی بات چسپاں نہو مسلمانوں کا کوئی گروہ اپنے پیشواؤں یا اُن لوگوں کو جن پر اُسکا اعتقاد ہی تواریخ یا مذہبی کتب سے معصوم نہیں ثابت کرسکتا۔ اپنے خیال میں ایک شخص کو تمام خدائی صفتوں سے متصف کردینا اور دوسروں کو اُنکے واقعی اوصاف سے محروم کردینا اور بات ہی لیکن تواریخی محک پر رکھنے کے بعد اُنکا حسن و قبح کھولنا یہ دوسری بات ہی۔ بڑی بحث سنّی شیعوں میں یہ ہی کہ حق خلافت حضرت علی کا بلکہ کل اہلبیت کا تھا اور حضرت علی کے ہوتے دوسرے شخص کو شایاں نہ تھا کہ وہ خلیفہ بنجاتا اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ حق خلافت حضرت علی کا تھا تو بھی یہ بات باقی رہتی ہے کہ وہ کونسا حق تھا جس سے حضرت علی خلیفہ بنائے جاتے۔ قرآن مجید میں کسی صحابی کا نام نہیں ہی اور نہ کسی کی خلافت پر بحث کیگئی ہی کہ حضور انور کا جانشین فلاں شخص ہو۔ دین اسلام کی تکمیل کی خوشخبری خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیدی ہی جب یہ تکمیل حضور انور ہی کے زمانہ میں ہوچکی پھر دینی معاملہ میں کسی اور شخص کی ضرورت نہ تھی کہ وہ امام یا خلیفہ بنکے کوئی جدید بات پیدا کرسکتا۔ ہاں دنیاوی معاملات میں ضرور ہی ایک شخص کی حاجت تھی کہ وہ مسلمانوں کا امیر بنکے اُنکی حفاظت کرتا اور دین اسلام کی اشاعت اُسکے ذریعہ سے ہوتی۔ حضور انور نے اپنی زندگی میں اپنے جانشین کی بابت کوئی فیصلہ نہیں کیا اس فیصلہ نکرنے کی سوائے اس کے کوئی وجہ نہ تھی کہ آپکو دینی لحاظ سے اپنا جانشین بنانیکی ضرورت نہ تھی نبی کا جانشین غیر نبی نہیں ہوسکتا اور چونکہ نبوت حضور انور پر ختم ہوچکی تھی اسلئے آئندہ نبی کی ضرورت سے مخلوق خدا سبکدوش کردیگئی تھی۔ دنیا کا قاعدہ ہی جب اپنا جانشین کوئی مقرر کرتا ہی

تو مثل اپنے دیکھ لیتا ہی اور اُسے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ میری طرح کل اختیارات سیاہ و سفید کے اسے حاصل ہونگے اور یہی شخص مثل میرے ہوگا حضور انور اپنی مثل کوئی اپنا جانشین نہ مقرر فرما سکتے تھے کیونکہ ایک تو نبوت آپ پر ختم ہوچکی تھی اور دوسرے آپ کا کوئی مثل نہ بن سکتا تھا مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان کا یہ قول نقل کیا ہی "وہم مثلے نیست با آن شہ مرا" بس بڑی وجہ جانشین نہ کرنے کی یہ ہوئی۔ کوئی صاف روایت ایسی نہیں ملتی نہ سُنّی نہ شیعی کتابوں میں کہ حضور انور نے باضابطہ اپنا جانشین کسی کو بنایا ہو۔ رہا یہ کہ حضرت علی کی نسبت یہ کہنا کہ میرا ولی اور وصی ہے یا حضرت صدیق اکبر کو اپنے بجائے امام بنا دینا یہ محض محبت اور بزرگانہ عنایتیں تھیں جانشینی کو اس سے کچھ بھی بحث نہیں ہوسکتی۔ جانشینی کے خاص قاعدے عرب میں جاری تھے جو بعد ازاں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کے خلیفہ بنانے میں برتے اگر آنحضرت کو بھی اپنا جانشین نامزد کرنا ہوتا تو ضرور آپ بھی باقاعدہ کسی کو نامزد فرماتے اور اُسکا اعلان عام مسلمانوں میں دیا جاتا لیکن حضور انور نے ایسا نہیں کیا رہا اخیر وقت دوات قلم اور چمڑے کا مانگنا اسبات پر دلالت کرتا ہی کہ حضور کچھ دینی ہدایات لکھنا چاہتے تھے جیسے آپنے اپنی وفات سے پہلے زبان مبارک سے فرمائی تھیں مگر جب یہ آواز آئی خواہ وہ آواز حضرت عمر نے دی ہو یا کسی اور صحابی نے کہ کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہی تو آپ چپ ہورہی اور پھر دوبارہ دوات قلم نہیں مانگی۔ اگر یہ کہیں کہ اسوقت وصل باری کی تیاری ہورہی تھی اور چونکہ دنیا سے رخصت ہونیکا وقت قریب آگیا تھا اسلئے حضور نے زیادہ توجہ نہیں فرمائی یہ استدلال بالکل غلط ہی فرایض نبوت یا جانشینی کی تکمیل کرنے کے لئے ایسا نازک وقت نہیں ہوا کرتا اگر آپکو یہ منظور ہوتا تو اپنے زمانہ صحت میں اس کا انتظام فرما سکتے تھے مگر آپ کو یہ منظور نہ تھا نہ آپ اپنا جانشین کسیکو مقرر فرما سکتے تھے نہ آپ کا جانشین کوئی بن سکتا تھا کسی نبی کا جانشین غیر نبی نہیں ہوسکتا۔ اپنے خلیفہ کا انتخاب

محض مسلمانوں پر چھوڑ دیا اور پھر بعد ازاں مسلمانوں نے جسے چاہا اپنا خلیفہ بنا یا۔ یہ بالکل صحیح ہی کہ حضرت علی رضؓ کو خلیفہ بننے کی آرزو تھی لیکن قوم نے حضرت صدیق اکبر کے آگے انہیں خلیفہ نہیں تسلیم کیا پھر آپ کی وفات ہوگئی اور آپکا فرض تھا کہ آپ اپنا جانشین تجویز کرتے کیونکہ آپ دنیاوی لحاظ سے خلیفہ تھے اور اپنا مثل دوسرے کو تجویز کر سکتے تھے اخیر حضرت عمر خلیفہ ہوئے اور پھر آپکو خلیفہ کا انتخاب ایسی حالت میں کرنا پڑا کہ آپکا پہلو چاک ہو چکا تھا اور خون جسم سے بہت نکل چکا تھا آپکے پاس انتخاب خلیفہ کا وقت نہیں رہا تھا اسلئے آپنے پانچ آدمیونکو نامزد کیا جنمیں ایک حضرت علی اور دوسرے حضرت عثمان تھے لیکن قوم نے حضرت علی کا انتخاب نہیں کیا جب حضرت عثمان کی شہادت ہوگئی تو حضرت علی خلیفہ بنائے گئے گویا تین خلفا کے بعد آپکی باری آئی۔

اب یہ دیکھنے کی بات ہے اگر حق خلافت کوئی چیز بھی سمجھا جائے تو بھی آپکو خلافت ملگئی اور آپ ہمیشہ کیلئے خلافت سے محروم نہیں ہوئے۔ جو واقعات کہ دنیا کی اور سلطنتوں میں ہوئے وہی مسلمانوں میں ہوئے کوئی نئی بات نہیں ہوئی یہ شور و غوغا صرف اسلئے ہوا ہی کہ ان ملکی واقعات کو مذہبی جامہ پہنا دیا ہی۔ رہا حق خلافت یہ ایک بے سروپا دعویٰ ہی حضور انور کی جانشینی کا حق کسیکو بھی حاصل نہیں تھا صرف بات کا بتنگڑ بنگیا ہی اصل اس جھگڑے کی کچھ بھی نہیں ہی ایسے معاملہ میں گفتگو کرنا جو خلاف حق ہو طرفین کی سخت غلطی ہی رہا مذہبی روایتونکا طومار یہ ایک بیمعنی دفتر ہی جسکو تمدن عرب اور طبائع عرب سے تو کجا عقل انسانیت سے بھی کچھ نسبت نہیں ہی جب کسیکا حق مسلّم ثابت نہیں ہوتا پھر اُس کے لئے جدوجہد کرنا فضول امر ہی شیعی سنیوں کا جھگڑا محض حق خلافت پر ہی جب حضور انور کی جانشینی ہی جاتی رہی پھر حق خلافت اور غصب حق خلافت کوئی چیز نہیں رہا۔

مختصر یہ ہی کہ حضور انور کے خلفانے خواہ حضرت ابوبکر ہوں یا حضرت عمر حضرت عثمان ہوں یا حضرت علی جو کچھ کیا ایسا کیا کہ اب یورپ اُنکا مداح ہی اُنکی پاکبازی اور سچے شیدائی اسلام ہونیکی سب نے

شہادت دی ہے اور کل مسیحی محقق آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں کسی سلطان یا شہنشاہ کے ایسے خدائی وزیر نہیں ہوئے وہ سب بھائی چارہ کی زنجیر میں کسے ہوئے تھے اور اُن میں سگے بھائیوں سے زیادہ محبت تھی۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اپنا عزیز وقت ایک کے طرفدار اور ایک کی مخالفت میں گزارین انہیں تو کوئی رنجش نہ تھی اور ہر ایک انمیں سے ایک دوسرے پر جان دیتا تھا جو کچھ مجھے لکھنا تھا لکھ چکا میرے خیال میں شیخین کے حالات اسیقدر کافی ہیں۔ اب تک جتنی کتابیں حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کے حالات میں طبع ہوئی ہیں اُنمیں ایک ہی رخ دکھایا گیا ہے یعنی سنیوں کی کتابوں سے بحث کی گئی ہے اور تمام سُنّی روایات لکھی گئی ہیں مگر میں نے ایسا نہیں کیا سب سے پہلے میں نے شیعی معتبر کتابوں سے موافق و مخالف حالات نقل کئے ہیں اور پھر سنیوں کی کتابوں سے مضامین اخذ کئے ہیں تاکہ ناظر کتاب کو طرفین کی تحقیق اور خیالات کا پورا علم ہو جائے اور ایک آزاد خیال شخص جانچ سکے کہ یہ روایتیں کیا پایہ رکھتی ہیں۔ اور کہاں تک واجب التسلیم ہیں۔

میں نے خلافت شیخین کوئی مذہبی کتاب نہیں لکھی میری غرض اس کتاب لکھنے سے کوئی مذہبی جھگڑا کھڑا کرنے کی نہیں ہے بلکہ میرا دلی مدعا یہ ہے کہ ہمارے شیعی بھائی اپنی معتبر کتب کی روایتوں کو بغور پڑھ کے غالباً اختلاف روایات کی وجہ خود سمجھ لیں گے اور اُن روایتوں کو غور سے پڑھیں گے جو شیخین کی تعریف میں درج ہیں ممکن ہے کہ اُنکے دل میں نرمی پیدا ہو اور وہ آیندہ شیخین کی نسبت برے خیالات رکھنے سے احتراز کریں۔ جدید تعلیم یافتہ شیعی نوجوانوں سے بہت بڑی امید ہے کہ وہ انصاف سے دیکھ کے کچھ فائدہ اس کتاب سے حاصل کرینگے اور آیندہ سُنّی اور شیعہ مثل بھائیوں کے گلے مل جائیں گے خدا سے امید ہے کہ میری یہ مراد بر آئے گی اور میری محنت ٹھکانے لگے گی۔ والسلام

پروس پکیٹس تعیق اشتہار

دی اسلامیہ پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی دہلی۔ یعنی اسلامی کتب اور

یورپی زبان کے تراجم (متعلق اسلام) شایع کرنے کا کارخانہ

سرمایہ کمپنی بانچ لاکھ روپیہ

مبلغ پچیس ہزار روپیہ

منقسم بحصص تعداد پچیس سو فی حصہ مبلغ دس روپیہ ہو شرط

ادائیگی فی حصہ ہمراہ درخواست بکمیشن بروقت منظوری درخواست

ادا کیا جائے گا۔ زر مابقا کا کچھ حساب نہیں۔

میرزا حیرت مالک و اڈیٹر کرزن گزٹ بینکنگ ڈائریکٹر و سکرٹری کمپنی ہذا

دفتر کمپنی۔ کوچہ پنڈت شانگنج دہلی

اس اسلامیہ کمپنی نے ایسا کارخانہ قایم کیا ہے جس میں اکثر اسلامی کتب کی اشاعت ہی جائے گی، تمام دینیات کی عربی کتب کے ترجمے نہایت بامحاورہ اردو میں کئے جائینگے اور امین اعلےٰ پیمانہ پر طبع کرکے بہت ہی کم قیمت پر فروخت کیا جائیگا۔ حضور انور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد سے لیکے کل صحابہ۔ تابعین۔ تبع تابعین۔ مجتہدین۔ محدثین۔ مفسرین وغیرہ کی وقتاً فوقتاً سوانح عمریاں طبع ہوتی جائینگی اور ساتھ ہی جرمنی۔ فرنسیسی اور انگریزی اسلامی کتب کا ترجمہ بھی ہوتا رہیگا جس سے مسلمانوں کو بہت بڑا فائدہ پہنچیگا۔

زبان اردو جسکے بتانے کی یہ کوشش کی جارہی ہو اپنا سکہ محض اسلامیہ پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی کے طفیل سے ہندوستان میں بٹھائیگی عام طور مسلمانوں کے ہاتھ وہ وہ کتابیں لگیں گی جو ابھی تک جرمنی۔ فرنسیسی یا انگریزی ذخائر میں چھپی ہوئی ہیں ہماری اس کمپنی سے ہندوستان کے لائق مصنفین اور مترجمین کو تصنیف اور ترجمہ کا معاوضہ ہوگا۔ اور انہیں ان کی محنت کا کافی معاوضہ دیا جائیگا۔

صحاح ستہ کا دوبارہ نظر ثانی کرکے اور اچھی طرح بامحاورہ اردو ترجمے کرکے پارہ پارہ شایع کیا جائے گا اور جگہ جگہ اوقی مضامین کا حل بھی کیا جائیگا۔ اسیطرح کل تفسیر کشف کے نئے سرے سے جدید ترتیب کئے جائینگے۔

تھوڑی غور کے بعد ہر شخص خیال کرسکتا ہے کہ اس کمپنی سے مسلمانوں اور انکے مذہب کو کتنا بڑا فائدہ پہنچ سکتا ہے لیکن ایک حصہ کی **قیمت صرف دس روپیہ** رکھی ہے تاکہ ہر شخص بے قیل و قال خرید کرسکے۔ نہ اس کارخانہ کیلئے بڑی تنخواہ والے نجیر نکے ولایت سے بلانے کی ضرورت ہے اور نہ زیادہ خرچ کرکے کلو نکے لینے کی حاجت ہوگی بحال صرف ہی کے ڈھلے ہوئے پریسوں پر کام ہوگا اور برس کلوں سے زیادہ ۲ برس کا کام دینگے۔

غرض حصہ داروں کے سرمایہ میں سے ایک پیسہ بھی بیکار صرف نہ ہوگا۔ ہمیں خدا کی ذات سے بہت بڑی امید ہے کہ اس اسلامی کام میں ہمیں بہت بڑا فائدہ ہوگا اور جہانتک غور کیا جاتا ہے نقصان کی اس میں کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

نہایت اطمینان کی بات یہ ہے کہ کسی کمپنی میں آجکل نہیں ہوتی وہ یہ ہے اگر کسی حصہ دار کو اپنے خیال میں نقصان معلوم ہو تو وہ اپنے **حصص یا حصہ کو کرزن گزٹ کے ہاتھ فروخت کرسکتا ہے** اور کرزن گزٹ اس کا ذمہ دار ہے کہ فوراً درخواست پہنچنے پر اسکا کامل روپیہ اسے ارسال کردے۔ اصل رقم سے ایک پیسہ کم یا زیادہ نہ دیا جائیگا اس سے زیادہ حصہ داروں کا اور کسی بات میں بھی اطمینان ممکن نہیں۔ اس کمپنی کو اسلئے اس وجہ سے نہیں کرایا گیا ہے تاکہ کسی کارروائی کا انعام حصہ داروں پر نہ پڑے اور ہر حالت میں کرزن گزٹ ہی ذمہ دار ہو اور حصہ دار ہر طرح سے مبرا رہیں۔

کمپنی کا انتظام ہر سال بہت سے میز احیرت مالک اثیر کرزن گزٹ سے تعلق رکھتا ہے اور خود اسکے منتظم بھی ہیں اور ذمہ دار بھی ہیں دو تین سال کے بعد ہی معلوم ہوجائیگا کہ اس اسلامیہ کارخانہ سے کتنی کتب نئی طبع کرائیں اور کسقدر منافع حصہ داروں میں تقسیم کیا۔

ہم خرما و ہم ثواب کے یہی معنی ہیں۔ اصل رقم محفوظ جب چاہیں طلب کرسکتے ہیں اور بہبودین کی امداد اور اسلامی کتب کی اشاعت میں جانب خدا کی ذات سے محو کامل امید ہو کہ ہمکا سرمایہ **سات پچیس ہزار روپیہ** بہت جلد جمع ہوجائیگا بڑی خوشی کی بات یہ ہو کہ کمپنی نے اپنا شمشماہی زر منافع پندرہ روپیہ سینکڑہ سالانہ کے حساب سے حصہ داروں میں تقسیم کردیا ہے انشاء اللہ دوسری شمشماہی کو بھی اسی کامیابی سے منافع کی تقسیم ہوگی۔ جسے ابھی فروخت ہونے باقی ہیں اور اس سے بہتر موقع مسلمانوں کیلئے اور مل نہیں سکتا گو انکی رقم محفوظ ہے جب چاہیں طلب کرلیں اور **پچیس** سینکڑہ سالانہ منافع دینے میں کم اپنی تجارتوں میں جن میں اتنا فائدہ کثیر ہو شمشماہی گزشتہ کی رپورٹ تیار ہو جو درخواست آنے پر روانہ ہوسکتی ہے۔ قرآن مجید مع ترجمہ اردو تفسیر کے چھپنے کا انتظام ہو رہا ہے۔ اور خدا کی ذات سے امید ہو کہ اس مقدس کام میں بہت بڑا فائدہ ہوگا۔ قرآن مجید کمپنی ہی کے ذریعے سے شایع کیا جائیگا۔ اب بھی موقع ہو کہ مسلمان اسکے حصے خریدیں **حصہ صرف دس روپے** کا اسلیئے رکھا ہے کہ ہر شخص باسانی شریک ہوسکے۔ **بدوں** ضرورت ہو فوراً اپنے حصہ کا روپیہ بھیجدیں۔ مجھ سے کہ وکار روپیہ پر برآ رہا ہو اور امید ہو کہ چند ماہ میں **پچیس** روپے کے حصے پورے ہوجائینگے۔ جہانتک ممکن ہو حصے خریدنے میں جلدی کرنی چاہیئے **المشتہر** میرزا حیرت سیکرٹری کمپنی ہذا